تاجدار ھل اتی شیر خدا مشکل کشا حضرت مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

کی سیرت طیبہ پر نہایت سرور انگیز حق آموز باطل سوز تصنیف لطیف المسمیٰ

مناقب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

از قلم حقیقت رقم

مولانا صاحبزادہ پیر محمد مقبول احمد سرور دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز

اردو بازار لاہور

تاجدارِ ھل اتی شیرِ خدا مشکل کشا حضرت مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم
کی سیرت طیبہ پر نہایت سرور انگیز حق آموز باطل سوز تصنیف لطیف المسمیٰ

مناقب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

از قلم حقیقت رقم

شیخ القرآن خطیب پاکستان جانشین امام خطابت حضرت علامہ
مولانا صاحبزادہ پیر محمد مقبول احمد سرور دامت برکاتہم العالیہ
خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف

شبیر برادرز
شبیر برادرز (رجسٹرڈ)
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

مناقب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

باہتمام: ملک شبیر حسین
سن اشاعت اگست 2013ء / شوال 1434ھ
سرورق النافع گرافکس لاہور
قیمت =/320 روپے

شبیر برادرز (رجسٹرڈ) زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ
هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

حدیث مصطفوی

نبی مکرم، رسول محتشم، سرور عالم، نور مجسم، فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا عَلِیُّ: اِنَّكَ اُعْطِيْتَ ثَلَاثًا مَا اُعْطِيْتُ وَقَالَ عَلِیٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا اُعْطِيْتُ قَالَ اُعْطِيْتَ صِهْرًا مِّثْلِیْ وَلَمْ اُعْطٰی وَاُعْطِيْتَ زَوْجَةً مِّثْلَ فَاطِمَةٍ وَلَمْ اُعْطَ وَاُعْطِيْتَ وَلَدًا مِّثْلَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَلَمْ اُعْطٰی ۔

(شرف النبی، حضرات القدس ص ۷۸ مطبوعہ قادری کتب خانہ لاہور)

اے علی! تمہیں تین چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھے نہیں دی گئیں۔ حضرت

کو مجھ جیسا خسر دیا گیا ہے جو مجھ کو نہیں دیا گیا۔ تمہیں فاطمہ جیسی بیوی دی گئی ہے جو مجھے نہیں دی گئی تم کو حسن اور حسین جیسے دو فرزند دیئے گئے ہیں جو مجھ کو نہیں دیئے گئے۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ وَ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ

دنیا میں سب سے عالی گھرانے کے نور ہو
اس واسطے ہے نام تمہارا علی علی

شرفِ انتساب

فقیر، حقیر، پر تقصیر محمد مقبول احمد سرور اپنی اس حقیری کاوش کو حضرت سیّدہ طیبہ مخدومہ طاہرہ بنت رسول والدہ حسنین کریمین سیدۃ النساء العٰلمین قرۃ عین مصطفیٰ بانوے مرتضیٰ جنابہ سیّدہ

فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا

اور آپ کی تمام اولاد امجاد آلِ اطہار کی نذر کرتے ہوئے انہی کے والد گرامی امام الانبیاء سرور کائنات فخر موجودات سید المرسلین محبوب رب العٰلمین احمد مجتبیٰ

حضرۃ محمد مصطفیٰ ﷺ

کی بارگاہ بے کس پناہ میں تحفہ عقیدت و نیاز پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے اپنے پیر و مرشد قطب العصر غوث الدہر عارف ربانی مظہر ربانی حضرت قبلہ پیر سید

علی حسین شاہ صاحب المعروف نقش لاثانی

قدس سرہ النورانی تاجدار علی پور سیداں شریف کے نام نامی اسم گرامی سے شرف انتساب کرتا ہے اور اپنے والد گرامی شیخ المشائخ امام خطابت مجمع بحرین شریعت وطریقت حضرت علامہ پیر ابوالمقبول

مولانا غلام رسول المعروف سمندری والے رحمۃ اللہ علیہ

کے دربار عالیہ میں تحسیناً و تبریکاً پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے کہ جن کے حسن تربیت کی برکت نے ذرہ کمترین کو ایسے تحفے پیش کرنے کے قابل بنایا اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزائے خیر مرحمت فرمائے اور آپ کے درجات مزید بلند تر فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ہدیۂ تشکر

ناچیز دل کی اتھاہ گہرائیوں سے جناب محمد شبیر ملک اینڈ برادران کا شکر گزار ہے کہ جنہوں نے مجھے اس کار خیر کے لئے حکم فرمایا اور تکمیل بتعجیل کا ارشاد کیا اور ان کی برکت والی اس تحریک نے مجھے حوصلہ دیا ورنہ میں اس قدر صاحب فراش ہو چکا تھا کہ تحریر کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا لیکن ان کے خلوص نے علالت برائے نام کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور مجھے حوصلہ بخشا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے فضل وکرم اور اس کے حبیب پاک صاحب لولاکﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کاملہ کے صدقہ سے بہت ہی کم عرصہ میں یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی حالانکہ تیمار داری کے لئے آنے والوں، تبلیغی اجتماعات کی دعوت دینے والوں کی کثرت نے بھی اس نورانی وروحانی سلسلہ میں رکاوٹ ڈالی مگر اس ''فعالٌ لما یرید'' کی قدرت کاملہ نے کس طرح بے بضاعت وناتواں سے کام لیا یہ وہی جانتا ہے اسی کا لاتعداد شکر ہے کہ جس نے ہمت وتوفیق بخشی بے شک وہ ہر ناممکن کو ممکن بنانے پر پورا پورا قادر ہے اور اس کا کوئی سہیم وشریک نہیں ہے۔

فہرست مضامین

مضامین — صفحہ

مضامین — صفحہ

مضامین — صفحہ

مضامین — صفحہ

مضامین — صفحہ

کون علی المرتضیٰ؟ کرم اللہ وجہہ الکریم

جو نقش رسول بھی ہے زوج بتول بھی
جو حیدر وصفدر بھی ہے فاتح خیبر بھی
جو اخی پیمبر بھی ہے، والد شبر بھی
جو شیر داور بھی ہے قاتل عنتر بھی
جو ولی وناصر بھی ہے قاسم کوثر بھی
جو امام البررہ بھی ہے قاتل الفجرہ بھی
جو شیر خدا بھی ہے، تاجدار ہل اتی بھی ہے، سید الاولیاء بھی ہے، امام الاتقیا بھی ہے مولا بھی ہے مرتضیٰ بھی ہے جو امیر المومنین بھی ہے، مولی المسلمین بھی ہے قائد الغرالمحجلین بھی ہے۔

مالک علوین ہے نبی کے دل کا چین ہے والد حسنین ہے سید دارین ہے مرکز سبطین ہے محبوب ثقلین ہے مجمع البحرین ہے۔

جو مرکز ولایت بھی ہے مصدر شہادت بھی جو محور امامت بھی ہے مخزن سخاوت بھی جو منبع سیادت بھی ہے اور معدن کرامت بھی جو تاجدار شجاعت بھی ہے اور باب علوم نبوت بھی

جو حجۃ اللہ ہے، اسد اللہ ہے، وجہ اللہ ہے، ید اللہ ہے، امر اللہ ہے، اذن اللہ ہے، روح اللہ ہے مرأت اللہ ہے نصرت اللہ ہے صفوۃ اللہ ہے قدرۃ اللہ ہے ہدایت اللہ ہے عنایت اللہ ہے آیت اللہ ہے صبغۃ اللہ ہے مظہر اللہ ہے ظل اللہ ہے۔

جو ابرار اللہ ہے اسرار اللہ ہے اخیار اللہ ہے انصار اللہ ہے عبد اللہ ہے اخی رسول اللہ
ہے اور باب اللہ ہے جو نبی کا وزیر بھی ہے صحابہ کا مشیر بھی جو مومنوں کا امیر بھی ہے سینوں کا
پیر بھی جو مصداق آیۂ تطہیر بھی ہے اور مالک عید غدیر بھی جو مصطفیٰ کی تنویر بھی ہے اور حق کی
شمشیر بھی جو قرآن کی تفسیر بھی ہے اور ہدایت کی تشہیر بھی جو کان وفا ہے جان حیا ہے بحر سخا
ہے دافع وبا ہے حق کی رضا ہے دین کی بقا ہے امام ہدیٰ ہے چشمہ صدق وصفا ہے جو جان
صدیق اکبر ہے روح فاروق اعظم ہے محبوب ذوالنورین ہے سب صحابہ کا قرۃ العنین
ہے۔

جو مرکز خیال رسول بھی ہے اور مصدر جمال رسول بھی جو مظہر کمال رسول بھی ہے
اور مخزن خصال رسول بھی جو منبع آل رسول بھی ہے اور سرچشمہ مقال رسول بھی
جو مظہر علم آدم، فہم نوح، حلم ابراہیم، بطش موسیٰ، زہد زکریا، جمال یوسف اور نظیر
مصطفیٰ ہے جو صدیق اکبر ہے فاروق اعظم ہے اور حق کا امام ہے۔
جس کی سیرت طیبہ کی ابتداء بھی اللہ کے گھر سے ہوئی اور انتہا بھی اللہ کے گھر میں
جس نے آنکھیں کھولتے ہی سب سے پہلے محبوب خدا کی زیارت کی
جس کو زندگی کا پہلا غسل امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ید اللہ والے
گورے گورے ہاتھوں سے دیا اور امام الانبیاء کو آخری غسل جس نے خود دیا۔
جس کو گھٹی میں لعاب رسول ملا جو کھاری کنوؤں کو میٹھا کر دے زہر کے اثرات
زائل کر دے اور اپنے چوسنے والے کو علم قرآن کا سرچشمہ بنا دے
جس کا بچپن سیّد المرسلین علیہ السلام کی نورانی گود میں گزرا اور جس کی تربیت امام
الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زیست طیبہ (اور اس کا ہر لمحہ ہر لحظہ ہر ساعت)
جس نے ملاحظہ کی ہے اور اپنے قلب وذہن میں سمو دی
خصائل مصطفویہ کا امین...... ایسا امین کہ زندگی بھر اس امانت کے فیض کو بحر رواں کی

طرح جاری رکھا اور کبھی اس میں رکاوٹ نہ آنے دی
قرآن کریم کی تین سو آیات کا مصداق اور احادیث مصطفویہ کا مکمل آئینہ علوم و
معارف قرآنیہ کا گنجینہ معرفت علوم اسلامیہ کا خزینہ جسے باب علوم نبوت فرمایا گیا
جس نے بر سر منبر سلونی کا اعلان فرمایا (کہ مجھ سے پوچھو) اس کے علاوہ کسی
(صحابی) نے یہ اعلان نہ کیا
جس کی قضا (فیصلے کرنے کا) چرچا خلافت راشدہ کے ادوار میں خوب رہا اور خلفا
راشدین نے جس کی علمیت کا برملا اعتراف کیا
جس کے مخالفین نے بھی مشکل (علمی) فیصلے کروانے کے لئے اس کی ذات کو چنا
اور اس سے مسائل معلوم کئے
جس کا خاندان سادات کا خاندان ہو' جس کی زوجہ سیدۃ النساء، فرزند اکبر سیّد
الاحیا، فرزند اصغر سیّد الشہداء، سسر سیّد الانبیاء اور وہ خود سیّد الاولیاء ہو (علیہم الصلوٰۃ
والسلام)
جس کی شمشیر برہنہ نے کبھی مرحب کے ٹکڑے کئے ہوں کبھی ابن عبدود کا صفایا کیا
ہو اور کبھی عنتر کو ٹھکانے لگایا ہو
جس کو بذریعہ جبریل علیہ السلام بارگاہ ایزدی سے یہ انعام ملا ہو کہ "لَا فَتٰی
اِلَّا عَلِیٰ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار"
جس کو بارگاہ نبویہ سے یہ تمغہ حسن کارکردگی حاصل ہوا ہو کہ ضربة علی فی یوم
الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامة اور بروایت دیگر افضل من
عبادة الثقلین
جو نبی کے بعد ہر مومن کا مولیٰ ہو اور ناصر و مددگار ہو اور قوت پروردگار ہو
جس کا اسم مبارک غیظ المنافقین ہو اور جس کی محبت ایمان مومنین ہو
کائنات کے سب ولی، غوث قطب ابدال، قلندر، امام، مجتہد، مجدد، شہداء وصالحین

جس کے دروازہ طاہرہ کے دریوزہ گر ہوں
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسے پل صراط سے گزرنے کا محافظ و نگران قرار دیں ،
جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جسے مشکل کشا تصور کریں اور اعلان کریں کہ اگر
علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا
جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ جس کے بارے میں فرمائیں:

لا یتم الشرف الا بولایة علی بن ابی طالب

جو دوسرے کسی سے فتح نہ ہونے والے دروازہ خیبر کو آن واحد میں فتح کر کے
ہاتھوں پہ اٹھائے اور بعد میں اسی افراد مل کر اس در خیبر کو نہ اٹھا سکیں
جو اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محب بھی ہو اور محبوب بھی
جس کو مولیٰ ہونے کی مبارکباد سب سے پہلے مراد مصطفیٰ فاروق اعظم (رضی اللہ
عنہ) دیں
جو اپنی جان (شب ہجرت) محبوب خدا پر وار کر رب کی مرضی کا خریدار بن جائے
اور رب ملائکہ میں اس کی سربلندی کو بطور مباہات ذکر فرمائے
جو اپنا رخ انور گھمائے تو حق اس کے رخ انور کی طرف گھوم جائے
جو حق کے ساتھ ہو اور حق اس کے ساتھ ہو
جو قرآن کے ساتھ ہو اور قرآن اس کے ساتھ ہو اور یہ ساتھ حوض کوثر تک دائمی ہو
جو گھوڑے کی ایک رکاب میں پاؤں ڈالے تو قرآن کی تلاوت شروع کرے اور
دوسری میں ڈالے تو قرآن ختم ہو چکا ہو
جو ایک سجدہ کر کے دوسرا اس وقت تک نہ کرے جب تک کہ حق کو دیکھ نہ لے
جس پر خود اور جس کے خاندان پر امت نے بے پناہ مظالم کئے ہوں اور جس نے
اپنے قاتل کو شربت پلایا ہو
جس کو لحمک لحمی ، جسمک جسمی ، دمک دمی کے اعزازات سے نوازا گیا ہو

جو صورت، سیرت، کردار، رفتار، گفتار میں آئینہ رسول ہو
جس کی ذات، علوم و رموز تصوف کی سرچشمہ ہو اور علوم صرف ونحو کا جو موجد ہو اور
تفسیر قرآن کا سب سے بڑا عالم ہو حبر الامت ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسے مفسر اول اس
کے شاگرد ہوں
جسے مواخات مدینہ میں امام الانبیاء اپنا دنیا و آخرت میں بھائی قرار دیتے ہوں
جو گناہوں کی مغفرت کا دروازہ ''باب حطہ'' ہو
جو صحیفہ ایمان مومن ہو اور یعسوب المسلمین ہو
جس نے دنیا کو تین طلاقیں دے کر اپنے سے علیحدہ کر دیا ہو
جسے امام الانبیاء علیہ السلام شہید یگانہ قرار دیتے ہوں
جس کی تمام اولاد دین کے لئے قربان ہوئی ہو

وہ ہیں مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

اہل نظر کی آنکھ کا تارا علی علی
اہل وفا کے دل کا سہارا علی علی
رحمت نے لے لیا مجھے آغوش نور میں
میں نے کبھی جو رو کے پکارا علی علی
دنیا میں سب سے عالی گھرانے کے نور ہو
اس واسطے ہے نام تمہارا علی علی
اعظم یہ مغفرت کی سند ہے ہمارے پاس
ہم ہیں علی کے اور ہمارا علی علی

حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا مختصر سوانحی خاکہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نسب نامہ:

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نسب نامہ یہ ہے:
(حضرت) علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الہاشمی

(اسد الغابہ جلد چہارم ص ۱۶ مطبوعہ تہران، بحوالہ شرح مسلم سعیدی جلد ششم ص ۹۵۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والد گرامی کا نام عبد مناف اور کنیت ابو طالب ایک قول کے مطابق آپ کی کنیت ہی آپ کا اسم گرامی ہے۔

(شرح مسلم سعیدی جلد ششم ص ۹۵۶)

آپ کی والدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا ہے اور آپ کی زوجہ سیّدہ فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی آپ کی ازواج ہیں اور آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی:

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان گجراتی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ آپ کا نام علی بھی ہے اور حیدر بھی کرار آپ کا لقب ہے کنیت ابو الحسن اور ابو تراب ہے۔ آپ کی و... نے آپ کا نام اپنے والد کے نام پر حیدر رکھا جس کا معنیٰ شیر ہے کرار کا معنیٰ پلٹ

پلٹ کر آنے والا آپ کے والد نے آپ کا نام علی رکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اسد اللہ کا خطاب دیا۔

(مرآت شرح مشکوٰۃ جلد ہشتم ص ۴۴۴-۴۴۳ مطبوعہ قادری پبلشرز لاہور)

آپ کا حلیہ مبارکہ:

آپ گندمی رنگ، بڑی آنکھوں والے، پستہ قد تھے شکم اطہر موٹا تھا آپ اکثر فرمایا کرتے اس میں علم بھرا ہوا ہے اور آپ کی ٹانگیں پتلی تھیں۔

(کچھ تغیر کے ساتھ: مرآت جلد نمبر ۸ ص ۵۲۲)

لقب مبارک ابوتراب:

لقب مبارک ابوتراب (مٹی کے باپ) بھی آپ کو بارگاہ رسالت سے مرحمت ہوا تھا جس سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک ابوتراب سے بڑھ کر کوئی نام محبوب نہیں تھا جب[1] ان کو ابوتراب کے نام سے بلایا جاتا تو وہ بہت خوش ہوتے''۔

(مسلم شریف بحوالہ شرح مسلم سعیدی جلد ششم ص ۹۵۶)

---

[1] لقب ابوتراب کی وجہ تسمیہ: راوی نے ان سے کہا کہ ہمیں ان کا وہ واقعہ تو سناؤ کہ ان کا نام ابوتراب کیسے رکھا گیا؟ انہوں نے کہا: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لخت جگر حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ گھر پر نہیں تھے فرمایا تمہارا ابن عم زاد کہاں ہے؟ عرض کیا کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی شکر رنجی ہوگئی ہے جس سے غضبناک ہو کر وہ گھر سے چلے گئے ہیں اور میرے پاس قیلولہ (دوپہر کا آرام واستراحت) نہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے فرمایا جاؤ دیکھو وہ کہاں ہیں؟ اس شخص نے آ کر کہا وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس تشریف لے گئے درآنحالیکہ وہ لیٹے ہوئے تھے اور ایک جانب سے ان کی چادر ڈھلکی ہوئی تھی اور ان پر مٹی لگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے دست مبارک سے وہ مٹی جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے ''قم ابا تراب قم ابا تراب'' اے ابوتراب اٹھو اے ابوتراب اٹھو: (مسلم شریف بحوالہ شرح مسلم سعیدی جلد ششم ص ۹۵۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت اور شرف ومجد

آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور آپ کے داماد ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک کی اصل ہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک آپ ہی سے چلی حضرات امامین کریمین حسنین طاہرین کے والد گرامی ولایت کے مرکز شریعت کے بحر ناپیدا کنار ہیں۔ آپ پنجتن پاک میں بھی داخل ہیں اور چار یار میں بھی شامل ہیں۔ ایک ہاتھ اس جماعت میں رکھتے ہیں دوسرا ہاتھ اس جماعت میں آپ کے گھر (حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بیت الشرف) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پرورش فرمایا غسل ولادت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیا اور غسل وفات حضرت علی نے حضور کو دیا۔ آپ آل عبا سے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں قاسم ولایت آپ ہی ہیں۔ ہر ولی کو آپ ہی سے فیض ولایت ملتا ہے غرضکہ آپ کے فضائل ریت کے ذروں آسمان کے تاروں کی طرح بے شمار ہیں۔ خوارج نے آپ کے خلاف بہت بکواس کی تو اہل سنت نے آپ کی فضائل کی روایات بہت تحقیق سے جمع کیں صاحب مرقات نے فرمایا کہ آپ کے فضائل کی روایات دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فضائل سے زیادہ ہیں (اس کی وجہ خوارج کی ریشہ دوانیاں ہیں) شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ آپ کے فضائل میں روافض نے بہت سی احادیث گھڑ بھی لی ہیں۔

(مرآت شرح مشکوٰۃ جلد نمبر ۸ ص ۳۴۴)

اہل سنت وجماعت کے ائمہ حدیث نے ان موضوع روایات کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ صحیح اور ثقہ روایات کا التزام کیا ہے وہ احادیث بھی دیگر صحابہ کے فضائل کی احادیث سے کثیر تعداد میں کتب احادیث وسیر میں موجود ہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق تین سو سے زیادہ آیات قرآنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئیں ہیں اور جہاں بھی یہ خطاب ہوا ہے کہ ''اے ایمان والو'' اس کے اول مخاطب شریف وامیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی ہیں۔

دور بنی اُمیہ میں آپ کے فضائل کو چھپایا جانے لگا تو حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مناقب پر بہترین کتاب ''الخصائص النسائی'' تالیف فرمائی جس کی پاداش میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ از امام ذہبی اور تذکرۃ المحدثین از علامہ غلام رسول سعیدی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قبول اسلام:

علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے بیان کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اسلام قبول کرنے اور نماز پڑھنے کے ایک دن بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو دیکھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت علی نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کیا کر رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے پسند کر لیا اور جس دین کے ساتھ اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اس کی عبادت کرنے اور لات وعزیٰ کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

حضرت علی نے کہا: اس چیز کو میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنا میں اس وقت تک اس کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک کہ (حضرت) ابو طالب (والد گرامی) سے اس کے بارے میں گفتگو نہ کرلوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اعلان کرنے سے پہلے اپنے راز کے فاش

ہونے کو ناپسند فرمایا اور کہا اے علی! اگر تم اسلام نہیں لاتے تو اس امر کو مخفی رکھو پھر حضرت علی نے ایک رات توقف کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کے دل میں اسلام ڈال دیا پھر صبح کو حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے مجھ پر کیا چیز پیش کی تھی؟ آپ نے فرمایا: تم گواہی دو کہ "لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ" اور لات، عزیٰ اور اللہ تعالیٰ کے ہر شریک سے برأت و بیزاری کا اظہار کرو۔ حضرت علی نے اسی طرح کیا اور اسلام قبول کرلیا۔ (شرح صحیح مسلم سعیدی جلد ششم ص ۹۵۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی غزوات میں شرکت:

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان گجراتی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

سوا غزوۂ تبوک کے (بشمول غزوۂ بدر کے) سارے غزوات میں حضور انور کے ساتھ شریک ہوئے غزوۂ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اپنے گھر بار کا انتظام فرمانے کے لئے آپ کو مدینہ منورہ میں چھوڑا تھا اور فرمایا تھا کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ [1]

(مرأت شرح مشکوۃ جلد ہشتم ص ۵۲۲)

---

[1] شیعہ حضرات اس روایت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر محمول کرتے ہیں حالانکہ یہ استدلال دو وجوہات کی بنا پر باطل ہے۔

۱۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوۂ تبوک میں جانے لگے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اہل مدینہ کی حفاظت پر اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نماز کی جماعت کروانے پر (اپنا خلیفہ) مقرر فرمایا تو اگر اس دلیل سے حضرت علی خلیفہ بلافصل ثابت ہوں تو عبداللہ ابن ام مکتوم بھی خلیفہ ثابت ہوں گے۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ہارون سے تشبیہ دی ہے اور حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ نہیں بنے تھے بلکہ حضرت ہارون کا حضرت موسیٰ کی زندگی میں حضرت موسیٰ کی وفات سے چالیس سال پہلے میدان تیہ میں انتقال ہوگیا تھا۔

(شرح مسلم نووی جلد ثانی ص ۲۷۸، شرح مسلم سعیدی جلد ششم ص ۹۶۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت:

خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ذوالحجہ ۳۵ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلیفہ بنایا گیا۔

حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا تو صحابہ اور دوسرے تمام مسلمان دوڑتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آئے اور وہ سب کہتے تھے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں حتیٰ کہ حضرت علی کے گھر گئے اور کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ یہ منصب اہل بدر کا ہے جس کی خلافت پر اہل بدر راضی ہو جائیں گے خلیفہ وہی ہوگا۔ [1]

پھر ہر شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا اور کہا کہ ہم آپ سے زیادہ کسی اور شخص کو خلافت کا حق دار نہیں پاتے۔ آپ ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کی بیعت کریں گے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کہاں ہیں کیونکہ سب سے پہلے حضرت عثمان کی بیعت حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے کی تھی پھر حضرت علی مسجد نبوی میں جا کر منبر پر بیٹھے پھر سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر حضرت طلحہ نے بیعت کی اور ان کے بعد حضرت زبیر نے بیعت کی پھر باقی صحابہ نے آپ کی بیعت کی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (شرح مسلم سعیدی جلد ششم ص ۹۶۲)

---

[1] حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس فرمان سے واضح ہوا کہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت برحق تھی کیونکہ ان کا انعقاد خلافت اہل بدر نے ہی کیا تھا اور آپ نے فرمایا جس کی خلافت پر اہل بدر راضی ہو جائیں گے خلیفہ وہی ہوگا اور پھر ان کی خلافت حقہ کی معاونت و محافظت بھی فرماتے رہے۔ ان کے ادوار خلافت میں قیمتی آراء سے نوازتے اور مقدمات کے فیصلے فرماتے رہے۔

آپ کی خلافت کی مدت چار سال نو ماہ چند دن ہے۔ (مرآت جلد نمبر ۸ ص ۵۲۲)

آپ کی شہادت:

آپ پر عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی نے اٹھارہ رمضان المبارک ۴۰ ہجری بروز جمعۃ المبارک نماز فجر کے دوران جامع مسجد کوفہ میں حملہ کیا۔ تین دن بعد آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (مرآت شرح مشکوٰۃ جلد نمبر ۸ ص ۵۲۲)

آپ نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں فرمایا لوگوں نے پوچھا کہ آپ خلیفہ مقرر کیوں نہیں فرماتے تو ارشاد فرمایا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تھا۔ آپ کے اس ارشاد سے شیعہ حضرات کے اس مفروضہ کی تردید ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔

اسم گرامی علی اور لقب مبارک حیدر (کرم اللہ وجہہ)

نام نامی اسم گرامی:

آپ کا نام نامی اسم گرامی ہے ''علی''، جس کا معنیٰ ہے بلند۔

اب آپ کتنے بلند ہیں؟ یہ معلوم کرنے کے لئے فتح مکہ کو ملاحظہ کریں کہ یوم فتح مکہ آپ اس عظیم المرتبت بلند و بالا ہستی مبارک کے کندھوں پر بلند تھے جس کی بلندی یہ ہے کہ شب معراج

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ○ (النجم)

یعنی: زمین کے اوپر خلا...... خلا کے اوپر فضا...... فضا کے اوپر ہفت سماء...... ہفت سماء کے اوپر عرش علیٰ اور عرش علیٰ کے اوپر قدمان مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء

اور فتح مکہ کے روز اسی بابرکت بلند و بالا ہستی پاک کے کندھوں پر حیدر کرار علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے قدم مبارک' تو یہ کتنے بلند ہوئے؟

حضرت شیخ محقق علی الاطلاق علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز

فرماتے ہیں کہ

''اس حالت (بتوں کو توڑنے کی حالت) میں (جبکہ حضرت علی دوش مصطفوی پر سوار تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) سے پوچھا: خود کو کیا دیکھتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا تمام حجابات اٹھ گئے ہیں اور میرا سر ساق عرش سے جاملا ہے اور جدھر میں ہاتھ پھیلاؤں وہ چیز میرے ہاتھ آجاتی ہے۔''

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۴۸۶ اردو)

علی اتنا بلند ہے...... اور پھر

دنیا میں سب سے عالی گھرانے کے نور ہو
اس واسطے ہے نام تمہارا علی علی

لقب مبارک حیدر:

لقب حیدر ہے حضرت بدرالدین سرہندی فرماتے ہیں کہ

''آپ کو حیدر اس لئے کہتے ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو دودھ نہیں پیتے تھے بلکہ ناخن مارتے تھے۔ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کو گود میں لے کر بوسہ لینا چاہا۔ حضرت علی کی والدہ نے کہا یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو بوسہ نہ دینا کیونکہ یہ حیدر ہے یعنی ناخن مارتا ہے۔''[1]

(حضرات القدس ص ۸۰)

مرحب کے مقابلہ میں آپ نے ایک رجز یہ شعر پڑھتے ہوئے فرمایا تھا:

انا الذی سمتنی امی حیدرہ
ضرغام آجام ولیث قسورہ

[1] حضور علیہ السلام نے بوسہ بھی دیا اور لعاب دہن مبارک سے گھٹی بھی عطا فرمائی۔ (حضرات القدس ص ۸۱)

میں وہ ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا ہے۔

حیدر، ضرغام، آجام، لیث، قسورہ سب کے معانی شیر ہیں اور اسد اللہ یعنی (اللہ کا شیر) کا لقب آپ کو بارگاہ رسالت مآب سے حاصل ہوا تھا۔

والدین مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

جناب ابوطالب، والد گرامی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والد گرامی جناب ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں جنہوں نے نبی کریم علیہ السلام کی پرورش فرمائی اور ہر ابتلاء ومصیبت میں آپ کا بھرپور ساتھ دیا۔ پورے مکہ میں مخالفت ودشمنی کی پروانہ کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم رہے اور ساری زندگی آپ پر اپنا حصار حفاظت قائم رکھا۔ دعوت ذوالعشیرہ میں ابولہب کی بکواس پر اس کو زبردست ڈانٹ آپ ہی نے پلائی تھی اور سرکار کو اپنے رب کا پیغام پہنچانے کا آپ نے عرض کیا تھا۔

رؤساء مکہ نے جب ان سے شکایت کی کہ آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے اور ہمیں اپنے آباؤ اجداد کے دین سے منحرف ہونے کی دعوت دیتا ہے اگر تم اس کی سرپرستی سے ہاتھ اٹھالو تو ہم اس کی زبردست مزاحمت کریں تو سرکار ابوطالب ہی تھے کہ جنہوں نے حضور علیہ السلام کو اپنے دین متین کی تبلیغ کرنے کا عرض کیا تھا کہ اے بھتیجے تم بے دھڑک تبلیغ توحید ورسالت فرماؤ جب تک ابوطالب زندہ ہے تمہارا کوئی بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔

شعب ابی طالب میں تمام خاندان رسول کے ساتھ حضرت ابوطالب بھی ڈھائی سال تک محصور رہے حالانکہ وہ عرب کے سرداروں میں سے تھے۔

آپ کے ایمان لانے کا مسئلہ اختلافی ہے اور اس میں مسلمانوں کے اندر زبردست نزاع پایا جاتا ہے۔ بعض علماء کرام باوجود ان کی خدمات جلیلہ کا اعتراف

کرنے کے ان کے عدم ایمان کے قائل ہیں اور اکثر علماء کرام ان کو مومن وناجی مانتے ہیں اور ایک طبقہ علماء اس پر خاموش رہنے کا حکم کرتا ہے۔

مفتی مکہ (استاذ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمت) مصنف سیرت دحلانیہ حضرت قاضی دحلان مکی علیہ الرحمت نے جناب ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ایمان ونجات پر ایک مستقل رسالہ بنام "اسنی المطالب فی نجات ابی طالب" تحریر فرمایا ہے۔ جس کا لب لباب یہ ہے کہ آپ مؤمن وناجی تھے۔ آپ نے لکھا ہے کہ

مومن وہ ہوتا ہے جس میں توحید ورسالت کی تصدیق قلبی اور اقرار زبانی پایا جائے اور کافر وہ ہوتا ہے جو اس کا انکار کرے اور جو زبانی اقرار نہ کرے مگر تصدیق قلبی کرتا ہو وہ بھی کافر نہیں اور جو زبانی اقرار کرے مگر تصدیق قلبی نہ کرتا ہو وہ منافق ہے۔

جناب ابوطالب کا یہ عرض کرنا کہ آپ اپنے رب کا پیغام پہنچائیں اور اس دشمن دین کو ڈانٹنا جو توحید کا دشمن ومنکر تھا کیا اقرار توحید نہیں ہے؟

پھر آپ نے کبھی کسی موقع پر توحید ورسالت کا انکار نہ فرمایا کیا یہ ان کی تصدیق قلبی کا اظہار نہیں ہے؟ اسی تصدیق قلبی کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اثبات ایمان ابی طالب پر زبردست فتویٰ شائع فرمایا اور حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو عند اللہ مومن تحریر فرمایا (ملاحظہ ہو تفسیر نعیمی مفصل جلد دوم ص ۱۱۰، جلد اول ص ۵۷۴) اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت صاحب تصانیف کثیرہ موید ملت طاہرہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اگر اپنے دیگر رسائل میں اس کے خلاف دلائل قائم فرمائے تو رسائل رضویہ میں ان کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے خاموش رہنے کا حکم بھی فرمایا ہے۔

حضرت شیخ محقق علی الاطلاق نے مدارج النبوت شریف میں تحریر فرمایا کہ جناب ابوطالب علیل ہو گئے اور اس قدر علالت شدید ہوئی کہ چارپائی کی زینت بن کے رہ گئے اور اپنے لخت جگر مولیٰ علی المرتضیٰ کو بھیج کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور دعا کی درخواست

کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو فوراً شفایاب ہو گئے اور عرض کیا یوں معلوم ہوتا ہے کہ اِنَّ رَبَّكَ يُسَارِعُ فِيْ هَوَاكَ (مدارج النبوت) آپ کا رب آپ کی خواہش کی تکمیل میں بہت جلدی فرماتا ہے تو کیا یہ اقرار توحید خداوندی و رسالت مصطفوی نہیں ہے؟ اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا سرکار کو خوشخبری دینا کہ حضور مبارک ہو جناب ابوطالب سے (بوقت نزع جو آپ نے مطالبہ فرمایا تھا انہوں نے پورا کر دیا ہے) میں نے ان کو کلمہ پڑھتے ہوئے سنا ہے اسے بھی شیخ محقق سمیت کئی محققین نے اپنی کتب میں نقل فرمایا۔ (ملاحظہ ہو مدارج النبوت فارسی جلد ثانی ص ۶۸)

رئیس المناطقہ استاذ الکل حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمت نے بھی اثبات ایمان ابی طالب پر دلائل دیئے ہیں۔

اگر صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سوانح کربلا میں تحریر فرمائیں کہ حضرت جعدہ زوجہ سیدنا امام حسن قتل امام سے بری ہیں کیونکہ قاتل امام جنتی نہیں ہو سکتا اور امام حسن کے جسم اطہر سے مَس ہونے والا جہنمی نہیں ہو سکتا تو جو شخصیت اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل چودہ سال اپنے بستر پر اپنے ساتھ سلاتی رہی ہو وہ کیسے جہنمی ہو سکتی ہے جبکہ اسی رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو کہ "من مس جلدی فلن تمسه النار" (روضۃ الشہداء و دیگر کتب) جو میری جلد مبارک سے چھو گیا۔ اس کو آگ نہ چھو سکے گی۔

اگر حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہ دستر خوان جس کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست کرم سے چھو لیا ہو اسے تنور کی آگ نہیں جلاتی اور وہ اجلا ہو کر تنور سے برآمد ہوتا ہے تو جناب ابوطالب کو آگ کیسے چھو سکتی ہے؟

اگر یہ کہا جائے کہ اگر آپ مسلمان ہوتے تو آپ کا جنازہ پڑھا جاتا جب کہ آپ کو ایک گڑھا کھود کر بغیر جنازہ کی نماز کے اس میں دفن کر دیا گیا تو جنازہ ام المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ طاہرہ سلام اللہ علیہا پر بھی نہ پڑھا گیا کیونکہ اس وقت تک جنازہ شروع ہی

نہ ہوا تھا۔ ان کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ اور اس سلسلہ میں قول فیصل یہ ہے کہ حضرت سیّدہ خدیجہ کا نکاح حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس نے پڑھا تھا اور اس نکاح کے خطبہ کے پہلے الفاظ کیا تھے جواب یقیناً یہی ہوگا کہ یہ نکاح جناب ابوطالب نے پڑھا تھا اور خطبہ کی ابتداء "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" کے الفاظ سے کی تھی تو کیا سرکار کا یہ نکاح خوان مومن نہ تھا؟ سورہ فاتحہ تو بعد از نبوت نازل ہوئی اس کی یہ ابتدائی آیت جناب ابوطالب کو کس نے القاء کر دی تھی؟

بعد از اظہار نبوت مشرک مردوں سے مسلم عورتوں اور مسلم مردوں سے مشرک عورتوں کو علیحدگی کا حکم فرمایا گیا اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابوطالب کو مشرک سمجھتے تو حضرت سیّدہ فاطمہ بنت اسد (ان کی زوجہ) کو ان سے علیحدگی کا حکم فرماتے حالانکہ ایسا فرمانا کسی ایک روایت سے ثابت نہیں ہے۔

اگر صحیحین کی روایت کے مطابق جناب ابوطالب کو آگ کی جوتیاں پہنائی گئی ہیں اور ان کو ہلکا عذاب دیا جا رہا ہے تو یہ مشرک ثابت نہیں ہوتے کیونکہ کفار و مشرکین کے متعلق فیصلہ خداوندی ہے کہ "لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ" ان سے عذاب کی تخفیف نہ ہوگی۔

اور اگر حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر شیر خوارگی کے عالم میں کسی مشرکہ کا دودھ نہیں پیتے حتیٰ کہ ان کی والدہ تشریف لاتی ہیں تو وہ ان کا شیر مبارک نوش جاں فرماتے ہیں تو انہی موسیٰ علیہ السلام کے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح کسی مشرک کے گھر کا کھانا مسلسل سالہا سال تناول فرما سکتے ہیں؟

بایں ہمہ جو علماء ایمان ابی طالب کے قائل ہیں وہ زبردستی ان علماء کو جو اس کے قائل نہیں اس کے اقرار کا مکلف نہیں ٹھہراتے بلکہ صرف اتنی گزارش کرتے ہیں کہ سارا زور قلم اور پوری قوت خطاب کو عدم ایمان ابی طالب پر صرف کرنا کیا فرض ہے یا واجب؟ اگر خاموشی اختیار کر لی جائے تو شرعاً کیا حد لازم آتی ہے؟ بلکہ بعض مفسرین کے نزدیک

حضرت ابوطالب پر طعن و تشنیع کرنا اذیت رسول کا باعث ہے۔ اللہ کریم ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے کفر پر مرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ

''ابوطالب پر لعنت ہرگز جائز نہیں اس لئے کہ ان کے کفر پر مرنے کی کوئی دلیل نہیں بلکہ شیخ عبدالحق نے مدارج (النبوت) میں ان کی ایمان پر موت کی روایت نقل کی نیز روح البیان (تفسیر از علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمت) نے ایک جگہ ان کا بعد موت زندہ ہونا اور ایمان لانا ثابت کیا۔''

(تفسیر نعیمی جلد دوم پارہ سیقول ص ۱۱۰ از حکیم الامت گجراتی مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت فرماتے ہوئے مخالفین ایمان ابوطالب کو حضرت حکیم الامت علیہ الرحمت نے بھی خاموشی کا مشورہ دیا ہے۔ ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہیں کہ

''بفرض محال اگر ان کی موت کفر پر ہوئی بھی ہو تب بھی چونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت خدمت کی اور حضور کو ان سے بہت محبت تھی!

تمام عالم اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایمان دار وہ ہے جو ہر رشتہ حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے تو جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محبت فرمائیں اس کے ایمان کا ثبوت مانگنا یا اس کے ایمان کو تسلیم نہ کرنا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اسی لئے آیت کریمہ ''اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ'' میں درست تاویل لازم ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوطالب نہیں ہیں کیونکہ وہ مومن ہیں اور آیت میں کافرین مراد ہیں اور نبی اکرم علیہ السلام تو مجسمہ ہدایت ہیں ''اِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ''
لہٰذا حضرت ابوطالب کو بھی آپ نے بوقت آخر ہدایت پیش کی اور وہ بقول شیخ محقق اس پر گامزن بھی ہوئے اور ایمان لائے۔

(تفسیر نعیمی مفصل جلد دوم ص ۱۱۰ از حکیم الامت گجراتی علیہ الرحمت مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

اس لئے ان کو برا کہنا حضور کی ایذا کا باعث ہوگا۔ ان کا ذکر خیر ہی سے کرو یا خاموش رہو۔''

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے کفر کے دلائل ناقابل یقین ہیں

حضرت حکیم الامت مزید ارقام فرماتے ہیں کہ

''ابوطالب کی کفر پر موت بھی احادیث سے ثابت ہے، جس پر یقین نہیں کیا جا سکتا پھر بڑے بڑے علماء کا اس میں اختلاف ہے چنانچہ علامہ احمد دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ (استاذ گرامی اعلیٰ حضرت بریلوی) نے ان کے ایمان پر ایک مستقل رسالہ لکھا ''اسنی المطالب فی ایمان ابی طالب''

(تفسیر نعیمی جلد دوم ص ۱۱۱ پارہ سیقول مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور از حکیم الامت علیہ الرحمت)

ممکن ہے کہ وہ عند اللہ مومن ہوں!

ایک اور مقام پر حضرت مفتی صاحب رقم طراز ہیں کہ

ہاں بہت کم ممکن ہے کہ یہ (حضرت ابوطالب) اللہ کے نزدیک مومن ہوں۔

(تفسیر نعیمی جلد اول ص ۲۷۵)

عین ممکن ہے کہ ناقدین تقاضہ فرمائیں کہ حضرت مفتی صاحب کی پوری عبارت نقل کی جائے تو ہم پوری عبارت ہی ان کی نذر کرتے ہوئے ان سے ایک سوال بھی کریں گے پہلے عبارت ملاحظہ ہو: مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ

''ان کا ایمان شرعاً ثابت نہیں ہوا صرف نعت گوئی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لئے خدمت کرنا کہ وہ میرے بھائی کے فرزند ہیں اس سے شرعاً ایمان ثابت نہیں ہو سکتا۔ ایمان نام تصدیق کا ہے یعنی سچا ماننا نہ کہ محض جاننا ہاں بہت کم ممکن ہے کہ یہ اللہ کے نزدیک مومن ہوں۔''

(تفسیر نعیمی مفصل جلد اول ص ۲۷۵ از حضرت حکیم الامت علیہ الرحمت مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

سوال یہ ہے کہ جب ایمان نام تصدیق کا ہے تو کیا حضرت ابو طالب نے تصدیق کی ہے یا نہیں؟ تو خود مفتی صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمت نے ان کے ایمان پر مرنے کی روایت نقل کی ہے اور حضرت قاضی دحلان مکی نے پورا رسالہ ایمان ابو طالب پر لکھا ہے تو ان کے بوقت آخر ایمان لانے میں تصدیق پائی گئی ہے یا نہیں؟ اگر پائی گئی ہے تو عدم ایمان نا قابل فہم ہے اور اگر نہیں پائی گئی تو یہ عبارت سمجھ میں نہیں آتی کہ ''ان کے کفر پر مرنے کی کوئی دلیل نہیں'' جبکہ بوقت نزع ان کا یہ کہنا

عزیز بھتیجے! اگر مجھے قریش کی طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا تو نہایت خوشی سے تمہاری دعوت قبول کر لیتا۔''

(سیرت ابن ہشام جلد نمبر ۱ ص ۴۲۸ بحوالہ سیرۃ خلفاء راشدین ص ۲۴۴)

کیا اس جملہ میں تصدیق قلبی موجود نہیں ہے؟ صرف اس وجہ سے کہ قریش کہیں گے کہ ڈر کر ایمان لے آئے یا دیگر کوئی طعنہ دیں گے۔ زبانی اقرار نہ کیا تو ایمان نام تصدیق کا ہے وہ اس جملہ میں موجود ہے کیونکہ بخوشی وہی دعوت قبول کی جاتی ہے جس کو دل تسلیم کرے اور جہاں تصدیق قلبی موجود ہو زبانی اقرار نہ ہو وہ انسان عنداللہ مومن ہوتا ہے جیسے کہ مومن آل فرعون کے ایمان کی گواہی قرآن میں موجود ہے[1] حالانکہ اس نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا اس لئے حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ''ابو طالب عنداللہ مومن ہیں''۔

اس میں (تبلیغ توحید ورسالت میں) کوئی ہرج نہیں

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے قبل مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کے لئے اعلانیہ توحید ورسالت کو تسلیم کرنا اور خدائے واحد کی عبادت کرنا تقریباً ناممکن تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھپ چھپا کر نماز وغیرہ ادا

[1] قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗ (پ ۲۴ سورۃ المومن آیت نمبر ۲۸)

فرماتے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی ان عبادات میں حضور کے ساتھ شریک ہوتے ایک مرتبہ وادی نخلہ میں حسب معمول مصروف عبادت تھے کہ اتفاق سے حضرت ابو طالب کا گزر ہوا۔ اپنے معصوم بھتیجے اور نیک بخت فرزند کو مصروف عبادت دیکھ کر پوچھا: کیا کرتے ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ حق (توحید ورسالت) کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ اس میں کوئی ہرج نہیں لیکن مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

(اسد الغابہ تذکرہ حضرت علی بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۲۴۶)

فقیر اہل فکر و دانش سے سوال کرتا ہے کہ بتایئے

آج بھی اگر کوئی کسی کے مذہب کے خلاف اس کے سامنے تبلیغ کرے تو کیا اس کو برداشت کیا جاتا ہے؟ کیا کوئی بد مذہب مشرک پاکستان میں شرک کی تبلیغ کرے تو اسے اس کی اجازت دی جا سکتی ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کرتے رہو یا اگر کوئی مسلمان غیر مذہب ملک میں اعلانیہ اس ملک کے مذہب کے خلاف تبلیغ کرے تو اس کو برداشت کیا جائے گا اور وہ اس میں کوئی حرج تصور نہ کریں گے؟ یقیناً اپنے مذہب کے خلاف اعلانیہ تبلیغ کو کوئی راسخ العقیدہ شخص برداشت نہیں کرتا وہ جان تو دے سکتا ہے مگر اپنا ایمان نہیں دے سکتا۔

اب غور کیجئے! حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اگر توحید ورسالت کو دل سے تسلیم نہ کیا ہوتا تو وہ اپنے مذہب کے خلاف تبلیغ توحید ورسالت کو کیونکر برداشت فرماتے اور یہ کیوں کہتے کہ ''اس میں کوئی حرج نہیں''

رہ گیا یہ جملہ کہ ''میں ایسا نہیں کر سکتا یا مجھ سے ایسا نہیں ہوتا'' تو اس کی وضاحت ان جملوں میں ہے جو آپ نے وقت آخر حضور سے عرض کئے کہ

''اگر مجھے قریش کی طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا تو نہایت خوشی سے تمہاری دعوت قبول کر لیتا''

معلوم ہوا کہ تصدیق قلبی تو موجود تھی مگر اعلانیہ اقرار اس لئے نہ تھا کہ کوئی یہ طعنہ نہ

دے کہ ڈر کر ایمان لے آئے (یعنی کہ خوف نار سے ایمان لائے) بلکہ بتانا یہ مقصود تھا کہ ایمان لاؤ تو خالص رضائے خدا اور خوشنودی مصطفیٰ کی خاطر لاؤ جنت کے حصول یا دوزخ سے بچنے کے لالچ میں ایمان نہ لاؤ اور یہی مسلک صوفیاء ہے۔ اسی لئے آخر وقت آپ نے فرمایا کہ

''میں نار کو عار پر ترجیح دیتا ہوں''۔

یعنی قریش اگر کہیں کہ میں نار کے ڈر سے ایمان لے آیا تو ان کا یہ کہنا بالکل غلط ہوگا میں ڈرتے ہوئے نہیں بلکہ خالص لوجہ اللہ ایمان لایا ہوں مگر اس کا اعلان اس لئے نہیں کرتا کہ کفار مکہ مجھے دوزخ سے ڈر کر ایمان لانے کا طعنہ نہ دیں۔

انہی دلائل کے پیش نظر حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ ''ان کے کفر پر کوئی دلیل نہیں ہے'' اور ''وہ عنداللہ مومن ہیں'' اور ''ان کا ذکر خیر ہی سے کرو یا خاموش رہو''

اگر اس بے دین کے عذاب میں صرف بھتیجے کی خوشی کرنے کی وجہ سے تخفیف ہو سکتی ہے کہ جس نے کلمہ بھی نہ پڑھا اور جس کے متعلق پوری سورۂ لہب (اس کی مذمت میں) نازل ہوئی تو جس نے بقول شیخ عبدالحق کلمہ بھی پڑھا ہو اور ساری عمر خدمت اقدس رسول اللہ میں گزار دی ہو وہ عذاب کا مستحق ہو یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر ان کا ذکر خیر سے نہ کیا جائے تو کیا رسول اللہ علیہ السلام راضی ہوں گے یا ناراض اور کیا ایسا کرنا باعث ایذا رسول ہوگا یا نہیں اور کیا موذی رسول بنص قرآن ملعون من اللہ اور مستحق عذاب مہین ہے یا نہیں؟

تو مفتی صاحب کا مشورہ ہی بہتر ہے کہ اگر ذکر خیر سے کرنے کی توفیق نہیں تو خاموشی اختیار کر لی جائے۔ یہی بات اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت تاجدار بریلی علیہ الرحمت نے فرمائی ہے۔ آپ قائلین ایمان ابوطالب پر کوئی فتویٰ جاری نہیں فرماتے حالانکہ کسی کافر کو مومن کہنے والا بھی فتویٰ کفر کی زد میں آتا ہے تو قائلین ایمان ابوطالب پر کوئی فتویٰ جاری نہ کرنا اس پر خاموش رہنا اور اپنے دیگر رسائل میں حضرت ابوطالب

رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمت کے نزدیک حضرت ابوطالب تعریف وتوصیف کے مستحق ہیں اور اگر کوئی مبغض ایسا نہیں کر سکتا تو اسے خاموش رہنا چاہئے۔

اعلیٰ حضرت تاجدار بریلی اپنی نفیس تحقیقات تحریر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''ابوطالب کے باب میں اگرچہ قول حق وصواب وہی کفر وعذاب اور اس کا خلاف شاذ ومردود وباطل ومطرود پھر بھی اس حد کا نہیں کہ معاذ اللہ خلاف پر تکفیر کا احتمال ہو اور ان اعداء اللہ (ابوجہل وغیرہ کا) کا کافر وابدی جہنمی ہونا تو ضروریات دین سے ہے جس کا منکر خود جہنمی وکافر۔''

(رسائل رضویہ جلد دوم ص ۲۷۶ مطبوعہ مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور اشاعت جولائی ۱۹۷۶ء)

تاجدار بریلی علیہ الرحمت کے اس جملہ سے معلوم ہوا کہ اگر ابوجہل اور اس جیسے ملعونین کو کافر نہ کہا جائے تو ان کو کافر نہ کہنے والا مسلمان نہیں رہتا کیوں کہ ان کے کفر کا اعلان واقرار ضروریات دین سے ہے۔ بخلاف حضرت ابوطالب کے کہ ان کو اگر کافر نہ کہا جائے تو ان کو کافر نہ کہنے والا نہ تو خود کافر ہوگا اور نہ ہی ان کے کفر کا اعلان ضروریات دین سے ہے کہ اس کا اعلان ضروری ہو۔ حضرت تاجدار بریلی کی یہ کمال احتیاط ہے کہ اکابرین میں سے جن علماء اعلام نے کفر ابوطالب کو تسلیم نہ کیا بلکہ ان کے ایمان کا ثبوت تحریر کیا ان پر فتویٰ کفر دینا نامناسب تھا اور پھر ان علماء میں مفتی مکہ حضرت قاضی دحلان مکی کا اسم گرامی بھی آتا ہے جو کہ اعلیٰ حضرت کے استاذ گرامی ہیں اور انہوں نے ایمان ابوطالب پر رسالہ ''اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب'' تحریر فرمایا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آپ نے خود اتنی شد ومد سے کفر ابوطالب پر کیوں زور دیا؟

تو جواب یہ ہے کہ آپ سے استفتاء طلب کیا گیا آپ نے اس سے پہلے اس مسئلہ کی طرف نہ توجہ دی نہ قلم اٹھایا اور نہ ہی اس کی ضرورت تھی کیونکہ ایسا کرنا ضروریات دین سے نہ تھا مگر جب فتویٰ طلب کیا گیا تو اپنی لاجواب تحقیق سپرد قلم فرما کر بھی آخر میں

احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

عصر حاضر میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح اختلاف کا شکار ہے جیسے پہلے تھا۔ اس لئے ہم اس بارے دونوں طرف کے علماء اعلام کی تحقیقات کو سلام کرتے ہیں اور کچھ اپنے دل سے بھی فیصلہ لیتے ہیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قائلین ایمان ابی طالب پر کوئی فتویٰ نہ دو اور قائلین خلاف ایمان کو خاموشی کا مشورہ دو اگر وہ ان کے ایمان کو تسلیم نہیں کر سکتے تو کفر کا اعلان بھی کوئی فرض یا واجب نہیں کہ جس کے چھوٹ جانے سے گناہ لازم آئے اور انسان مستحق عذاب ہو جائے لہٰذا وہ خاموش ہی رہیں تا کہ ان کے فتاویٰ سے اکابر علماء بھی محفوظ رہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت بھی نہ پہنچے۔

یاد رہے کہ اگر خاموش نہ رہنا اور کفر ابو طالب کا اعلان کرنا ضروری ہوتا تو اکابرین علماء جو ایمان ابو طالب کے قائل ہیں کبھی اس بارے لب کشائی نہ کرتے کیونکہ خود اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا فتویٰ ہے کہ

''مذہب وعقیدۂ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے تو البتہ کافر ہو جائے گا۔'' (احکام شریعت جلد اول ص ۲۲۴)

آپ مزید فرماتے ہیں کہ

''کافر کی تعظیم حرام ہے۔'' (رسائل رضویہ جلد دوم ص ۱۸۰)

تو جن اکابرین نے ایمان ابی طالب پر زور دیا انہوں نے ان کی تعظیم بھی کی اور عدم کفر کو تسلیم بھی کیا۔ فلہٰذا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ مبارکہ کے مطابق یہ علماء بذات خود محل نظر ٹھہریں گے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت کی تحقیق انیق ایک سوال کے جواب میں ہے اور وہ اس بے مثال تحقیق کی روشنی میں مصیب ہیں ان کو اس تحقیق کا حق پہنچتا ہے کہ وہ مجدد ہیں۔ ان سے اختلاف کرنے والے اگر اس درجہ کے محقق ہیں تو کھلے دل سے تحقیق کریں اور اگر ان سے پہلے کے محقق ہیں تو بعد والے اس تحقیق سے استفادہ کریں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے ورنہ وہ تحقیق سے باز رہیں نہ تو

قائلین ایمان پر کفر کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی خاموش رہنے والوں پر البتہ اگر کوئی شخص ایمان ابو طالب پر عقیدہ رکھ کر بھی کسی مصلحت کا شکار ہو کر ان کے کفر کی بات کرتا ہے اور دوغلی پالیسی اختیار کرتا ہے تو اس پر وہی فتویٰ لگے گا جو کسی مسلمان کو کافر کہنے والے پر لگتا ہے۔

بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ایمان ابی طالب کے وہ دلائل جو اکابرین اہل سنت نے دیئے ہیں ان کو پڑھ کر راسخ العقیدہ ہو جاتے ہیں مگر خاموش رہتے ہیں یہ لوگ بہتری پر ہیں۔

بہت سے لوگ راسخ العقیدہ ہو کر بھی جب قائلین کفر کے پاس بیٹھتے ہیں تو ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ ایسے لوگ گویا ایک مسلمان کو کافر کہہ کر خود کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔

بہت سے لوگ کھل کر اپنے عقیدے (ایمان ابی طالب) کا اظہار کرتے ہیں ان پر فتوے جڑ دیئے جاتے ہیں۔ ایسا کرنا بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتویٰ کے خلاف ہے کیونکہ آپ ایسے لوگوں کے خلاف فتویٰ صادر نہیں فرماتے۔

آخر میں ہم گزارش کریں گے کہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمت کا طریقہ ہی اپنایا جائے اور قائلین ایمان ابی طالب پر فتویٰ دینے سے احتیاط کی جائے اور جو کفر کے قائل ہیں ان کو خاموشی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت حکیم الامت اور اکابرین اہل سنت نے فرمایا ہے۔

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

شیخ محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ:

''در روایت ابن اسحاق آمده که وے اسلام آورد نزدیك بوقت موت و گفته که چوں قریب شدموت وے نظر کرد عباس بسوئے

وے دید کہ می جنباند لبہائے خود راپس گوش نہاد عباس بسوئے او و گفت بآنحضرت علیہ السلام یا ابن اخی واللہ بتحقیق گفت برادرمن کلمہ را کہ امر کردی تو اورا"

(مدارج النبوت جلد ثانی ص ۶۹)

ابن اسحاق روایت لائے ہیں کہ حضرت ابوطالب بوقت موت ایمان لے آئے تھے وہ فرماتے ہیں کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا اور دیکھا کہ حضرت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے ہیں پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے کان ان کے لبوں پر رکھے اور سنا کہ وہ کلمہ شریف پڑھ رہے ہیں حضرت عباس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کی اے میرے بھائی کے بیٹے خدا کی قسم میں پورے یقین اور پوری تحقیق کے ساتھ کہتا ہوں کہ میرے بھائی ابوطالب نے کلمہ پڑھ لیا ہے جس کا آپ نے انہیں حکم فرمایا تھا۔

اہل بیت عظام کا موقف دربارۂ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ

اہل بیت عظام کا کیا یقین ہے شیخ محقق فرماتے ہیں کہ

"صاحب جامع الاصول آوردہ کہ زعم اہل بیت آں ست کہ ابوطالب مسلمان از دنیا رفتہ کذا فی روضۃ الاحباب"

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۳۳)

صاحب جامع الاصول (یہ روایت) لائے ہیں کہ اہل بیت اطہار کا یہ گمان ہے کہ ابوطالب اس دنیا سے مسلمان گئے ہیں جیسا کہ روضۃ الاحباب میں (بھی مذکور) ہے۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

یہ چند سطور فقیر نے اپنے ذوق سے ان علماء کی پیروی میں سپرد قلم کی ہیں جو ایمان ابوطالب کے قائل ہیں اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمت ان کی تکفیر نہیں فرماتے۔

حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

بعد تحقیق روایات واحادیث نصیر
دل مرا قائل ایمان ابوطالب ہے

اے اللہ! اگر فقیر درست راہ پر ہے تو اسے استقامت عطا فرما اور اگر راہ حق پر معاذ اللہ نہیں ہے تو اس پر راہ حق آشکار فرما۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

حضرت ابوطالب کے بارے شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے ارشادات

شیخ محقق علی الاطلاق علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان (ابوطالب) کی موت کے وقت فرماتے تھے کہ اے چچا کلمہ لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے میں روز قیامت آپ کو اس کلمہ کی بدولت شفاعت کر کے چھڑا لوں گا جب ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کلمہ کے کہلوانے میں بڑی خواہش دیکھی تو کہنے لگے۔

"اے میرے بھتیجے! اگر مجھے قریش کا یہ ڈر نہ ہوتا کہ وہ میرے بارے میں یہ کہیں گے کہ یہ کلمہ موت کی بے صبری کے خوف کی بناء پر کہہ دیا ہے تو میں یہ کہہ کر آپ کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی کر دیتا۔"

روضۃ الاحباب میں ہے کہ

''اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ آپ کو میرے بعد طعنہ دیں گے اور کہیں گے کہ
تمہارے چچا نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا ہے تو ضرور کہہ دیتا۔''

منقول ہے کہ ابو طالب نے چند اشعار کہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ

''آپ نے مجھے دعوت اسلام دی اور میں جانتا ہوں کہ آپ ہمیشہ سے
میرے ناصح اور خیر خواہ ہیں اور یقیناً آپ کا فرمانا سچ ہی ہے اور آپ اس
میں ''امین'' ہیں اور آپ نے ایسے دین کو ظاہر کیا ہے جسے میں جانتا ہوں کہ
وہ دین ساری مخلوق کے دینوں سے بہتر اور افضل ہے اگر مجھے لوگوں کے برا
بھلا کہنے اور ملامت کرنے کا خوف نہ ہوتا تو یقیناً آپ مجھے قبول کرنے والا
اور اسے ظاہر کرنے والا جواں مرد پاتے۔''

اس کے بعد قریش نے واویلا کرنا شروع کر دیا اور کہا اے ابو طالب! کیا تم اپنے
باپ دادا کی ملت اور اپنے بزرگوں عبد المطلب، ہاشم اور عبد مناف کے دین سے برگشتہ
ہو رہے ہو؟ ابو طالب نے کہا نہیں میں اپنے بزرگوں کی ملت پر ہوں اور وفات پا گئے۔

مروی ہے کہ ابو طالب نے بنی عبد المطلب کو اپنی موت کے وقت بلایا اور وصیت کی
کہ تم سب ہمیشہ نیکی اور بھلائی پر قائم رہنا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات سنو تو ان کی
پیروی کرنا اور ان کی نصرت و اعانت کرتے رہنا تاکہ تم رشد و فلاح پاؤ۔

مواہب اللدنیہ میں ہشام بن صائب سے منقول ہے کہ کہا جب ابو طالب کی
وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے قریش کے جوانوں اور ان کے بڑوں کو اپنے پاس
بلایا اور ان کو وصیت کرتے ہوئے کہا: اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی مخلوق میں
بزرگی دی ہے میں تم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں
اس لئے کہ وہ قریش میں امین اور عرب میں صدیق یعنی سچے ہیں اور ان میں ہر حسن
وخوبی جمع ہے۔ میں ان کے بارے میں تم کو وصیت کرتا ہوں بلاشبہ وہ ایسی بات لائے
ہیں جس کو ہر دل تو مانتا ہے مگر زبانیں ملامت کے خوف سے انکار کر رہی ہیں۔

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے فقیروں
درویشوں، عرب کے بادیہ نشینوں اور کمزور و ناتواں لوگوں کو کہ وہ سب ان کی دعوت قبول
کرتے ان کے کلمے کی تصدیق کرتے اور ان کو اپنا بزرگ اور رہنما مانتے ہیں پھر قریش
اور ان کے بڑوں کے سر جھک گئے ہیں اور ان کے مکانات ویران ہو گئے ہیں۔ ان کے
کمزور صاحب ثروت اور عظیم تر بن گئے ہیں اور جو ان میں بزرگ اور بڑے تھے وہ ان
میں ذلیل اور حقیر بن گئے ہیں اور جو ان سے نہایت دور تھے وہ ان کے نزدیک نصیبہ ور
اور بہرہ مند ہو گئے ہیں۔ بلاشبہ انہوں نے عرب کو خالص بنا دیا ہے اور اپنی محبت ان کے
دلوں میں خوب رچا بسا دی ہے اور وہ سب ان کی اطاعت و فرمانبرداری کر رہے ہیں (یہ
سب واقعات آئندہ رونما ہونے والے ہیں میں گویا اس وقت دیکھ رہا ہوں)

تو اے گروہ قریش! تم ان سے محبت کرنے والے اور ان کی نصرت و حمایت کرنے
والے بن جاؤ۔ خدا کی قسم جو بھی ان کی پیروی کرے گا اور ان کی متابعت کی راہ اختیار
کرے گا یقیناً وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہوگا اور کوئی نیک بخت ان کی سیرت و خصلت کا
انکار نہیں کرے گا۔

اگر میں کچھ عرصہ اور زندہ رہا اور میری اجل میں کچھ تاخیر ہے تو یقیناً میں ان کی
حفاظت و حمایت ہی کرتا رہوں گا اور ہر حادثہ و برائی کو ان سے دور رکھوں گا۔ یہ وصیت کی
اور اس جہان سے رخصت ہو گئے۔ غرضکہ حضرت ابو طالب کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی اعانت و امداد، حمایت و رعایت کرنا اور آپ کی مدح و ثناء کرنا آپ کی شان کو بڑھانا
اور آپ کے مرتبہ کو اونچا کرنا ان کے اشعار و اخبار میں بکثرت موجود ہے۔ اس کے
باوجود علماء کہتے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لائے اور مسلمان ہو کر اس جہان سے نہیں گئے۔ اس
کے جواب میں علماء فرماتے ہیں کہ گو انہوں نے زبان سے اقرار نہیں کیا مگر دل سے
تصدیق کی اور ان کی جانب سے اذعان و قبول اور اطاعت وجود میں نہیں آیا اور وہی
تصدیق و اقرار معتبر ہے جو اذعان و قبول اور انقیاد و تسلیم کے ساتھ شامل ہو جیسا کہ کتب

کلامیہ میں تحقیق کی گئی ہے اور احادیث واخبار میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ سوائے اس روایت کے جو ابن اسحاق سے مروی ہے کہ وہ وفات کے وقت اسلام لے آئے اور کہا کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے ان کی طرف نظر کی دیکھا کہ وہ اپنے لبوں کو جنبش دے رہے ہیں تو انہوں نے اپنے کان قریب کئے اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے انہوں نے کہا کہ اے بھتیجے! خدا کی قسم بلاشبہ میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھا جس کلمہ کے پڑھنے کو آپ انہیں فرما رہے تھے۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور نے فرمایا ''میں نے سنا ہے'' اس کے باوجود صحیح حدیث میں ان کے کفر پر اس سے استدلال واثبات کیا گیا ہے کہ ان کا آخری کلام ''علی ملة عبدالمطلب'' ہے اور انہوں نے لا الٰہ الا اللہ نہیں کہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میں اس وقت تک تمہاری مغفرت مانگتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى (۹:۱۱۳)

نبی اور ایمان داروں کو زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں اگر چہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

نیز مروی ہے کہ ابوطالب کے بارے میں نازل ہوا کہ ''اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ'' (۲۸:۵۶) (بے شک آپ جسے بہت زیادہ چاہتے ہیں ہدایت پر نہیں لا سکتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے) صحیح بخاری میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ آپ کی حمایت کرتے اور آپ کی اعانت کرتے اور آپ کے بدلے میں اظہار غضب کرتے تھے تو کیا ان کو اس کا کچھ صلہ ہے؟ فرمایا ہاں میں نے ان کو جہنم کے طبقات اور اس کی گھاٹیوں میں پایا تو میں ان کو وہاں سے نکال لایا اب

صرف ان کے پاؤں آگ میں ہیں جس کی حرارت دماغ تک پہنچتی ہے اور اس سے ان کا دماغ کھولتا ہے۔

ایک روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے کہ ان کا دماغ ان کے پاؤں کی طرف میلان کرتا ہے نیز مروی ہے کہ حضور نے فرمایا روز قیامت لوگوں میں از روئے عذاب سب سے ہلکا اور سبک ترین عذاب ابوطالب کے لئے ہے کہ صرف جوتیوں کی بندش تک آگ میں ہے جس سے ان کا دماغ کھولتا ہے اور یہ اس ضمن میں مروی ہے کہ کفار کے نیک عمل ان کے عذاب کی تخفیف کا سبب ہیں۔

روضۃ الاحباب میں بھی ابوطالب کے حالت کفر پر مرنے کے بارے خبریں مذکور ہیں نیز منقول ہے کہ امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے حضور کی خدمت میں آ کر عرض کیا ''ان عمك الشيخ ايضال قدمات'' بے شک آپ کے بوڑھے ضال چچا کی وفات ہوگئی ہے حضور نے رو کر فرمایا انہیں غسل دو اور ان کی تجہیز وتکفین کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ حالت شرک میں مرے ہیں۔ فرمایا جاؤ انہیں زمین میں ڈھانپ دو اور یہ بھی فرمایا ''غفر الله له و رحمة'' اللہ انہیں بخشے اور رحمت فرمائے۔

نیز منقول ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے جنازے کے ہمراہ تشریف لے گئے اور فرمایا ''اے میرے چچا تم نے صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا اور میرے حق میں تم نے کوئی کمی اور کوتاہی نہ کی اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی جزائے خیر دے''۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ابوطالب کا قصہ غرابت وندرت سے خالی نہیں ہے اور اسی طرح سے مروی ہے کہ جب قریش نے مزاحمت ومخاصمت کا اظہار کیا تو ابوطالب نے کہا میں عبدالمطلب ہاشم اور عبد مناف کی ملت پر مرتا ہوں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: عبدالمطلب اور ان کی قوم سب آگ میں ہیں اور علماء متاخرین اثبات کرتے ہیں کہ حضور کے تمام آباؤ اجداد شرک وکفر کی نجاست سے پاک وصاف ہیں کم از کم اتنا تو

لازم ہے کہ اس مسئلہ میں توقف اور صرفِ نگاہ کریں۔ (واللہ اعلم)

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۸۰-۷۹-۷۸-۷۷ از شیخ محقق دہلوی)

یہی موقف ہمارا ہے کہ حضرت ابوطالب کے معاملہ میں اگر کوئی صاف ذہن نہیں رکھتا تو اسے خاموش رہنا چاہئے۔

توصیف حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ اور اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق انیق کو بے شمار سلام آپ کے اسلوب تفہیم پر لاتعداد ہدایائے تحسین اور آپ کے عقائد جو کہ قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں ہر سنی کے لئے حرز جان مگر ہمیں ان کو پورا پورا تسلیم کرنا چاہئے نہ کہ ''میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھوہ'' کا مصداق بنتے ہوئے مطلب کی مان کر باقی چھوڑ دینی چاہئے۔

اگر ہم نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمت کی بے مثال تحقیق کو سامنے رکھ کر اثبات عدم ایمان ابوطالب کے لئے شب وروز تقریر کا میدان گرم کیا اور صبح وشام تحریری مبارزت کے طلب گار رہے اور تمام تر توانائیاں اسی مسئلہ پر صرف کیں تو آدھی بات پر عمل ہو گیا مگر جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمت نے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی بے مثال تعریف وتوصیف فرمائی اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ان خدمات جلیلہ (جو انہوں نے انجام دی ہیں) کا تذکرہ فرمایا اس پر کبھی ہم نے تحریراً یا تقریراً تکلیف گوارا نہ کی اور ''اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ'' کی ڈگری لیتے ہوئے ''مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ'' کے گروہ میں داخل ہوئے کیا یہ سب کچھ بھولے سے ہوا یا جان بوجھ کر؟ کم از کم جن لوگوں نے اعلیٰ حضرت کے ان فتاویٰ کا مطالعہ کر کے پر زور طریقہ سے اس کی تائید وتصدیق میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں فرمایا۔ انہوں نے جان

بوجھ کر اس توصیف ابوطالب کو پس پشت ڈالا کیونکہ آپ نے اپنے دلائل سے پہلے مندرجہ ذیل تعریفی وتوصیفی جملے ارقام فرمائے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

''اس میں شک نہیں کہ ابوطالب تمام عمر حضور سید المرسلین سید الاولین والآخرین سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم الی یوم القرار کی حفظ وحمایت وکفالت ونصرت میں مصروف رہے اپنی اولاد سے زیادہ حضور کو عزیز رکھا اور اس وقت میں ساتھ دیا کہ ایک عالم حضور کا دشمن جاں ہو گیا تھا اور حضور کی محبت میں اپنے تمام عزیزوں قریبیوں سے مخالفت گوارا کی سب کو چھوڑ دینا قبول کیا کوئی دقیقہ غمگساری وجان نثاری کا نامرعی نہ رکھا اور ''یقین جانتے تھے کہ حضور افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں ان پر ایمان لانے میں جنت ابدی اور تکذیب میں جہنم دائمی ہے بنی ہاشم کو مرتے وقت وصیت کی'' تصدیق کرو فلاح پاؤ گے۔ نعت شریف میں قصائد ان سے منقول اور ان میں براہِ راست وہ امور ذکر کئے کہ اس وقت تک واقع نہ ہوئے تھے بعد بعثت شریفہ ان کا ظہور ہوا:

یہ سب احوال مطالعہ احادیث ومراجعت کتب سیر سے ظاہر ایک شعر ان کے قصیدے کا صحیح بخاری میں بھی مروی ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للارامل

وہ گورے رنگ والے جن کے روئے روشن کے توسل سے مینہ برستا ہے یتیموں کے جائے پناہ بیواؤں کے نگہبان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد بن اسحاق تابعی صاحب سیر ومغازی نے یہ قصیدہ بتمامہا نقل کیا جس میں ایک سو دس بیتیں مدح جلیل ونعت منیع پر مشتمل ہیں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ شرح صراط مستقیم میں اس قصیدہ کی

نسبت فرماتے ہیں۔

''دلالت دارد بر کمال محبت ونہایت معرفت نبوت او۔ انتہیٰ''

(رسائل رضویہ از اعلیٰ حضرت بریلوی جلد دوم ص ۱۰۸۔۱۰۹ مطبوعہ مکتبہ حامدیہ لاہور)

کیا ان توصیفی جملوں کو محض تعصب کی بنا پر مدنظر نہ رکھنا اور کبھی کسی تحریر وتقریر میں ان کا ذکر نہ کرنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی فکر سے راہ فرار نہیں ہے؟

کیا صرف عدم ایمان ابوطالب کا ذکر اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کرنا ان کی سراپا عدل ذات اقدس سے بے انصافی اور ظلم کے مترادف نہیں ہے؟

صرف اور صرف عدم ایمان پر زور دے کر اور ان خدمات کا ذکر نہ کر کے کیا ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت نہیں پہنچائی جا رہی؟

کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ناپاک رویہ سے خوش ہوتے ہوں گے؟

کیا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نکاح خوان کو کہ جس کی بدولت ان کی ساری اولاد تولد ہوئی کافر کہہ کر سرکار کی خوشنودی کا باعث بنا جا سکتا ہے یا باعث ناراضی سرور عالم؟

کیا آج کوئی مولوی کسی مشرک کے گھر ایک دن کا کھانا کھانا پسند کرتا ہے؟

اگر پسند کرتا ہے تو اپنا اظہار پسندیدگی شائع و واضح کرے اور اگر نہیں کرتا اور یقیناً نہیں کرتا تو شرم آنی چاہئے کہ چودہ سال مسلسل حضرت ابوطالب کی پرورش میں نبی اکرم کھانا تناول فرماتے رہے مولوی ان کو مشرک کہتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا نام نامی استعمال کر کے جس سستی شہرت ہی حاصل کرنی ہے تو کم از کم ان کے اسم گرامی پر ایک بدنما دھبہ بننے سے تو بچو آپ کی تحقیق لاجواب کو سمجھنا ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کا کام نہیں۔ آپ کی محبت رسول میں ایک ذرہ برابر شک کرنے والا سنی نہیں تو جو آپ کے ایک صفحہ پر محبت سے ذکر کردہ کلمات کو پس پشت ڈالے اور محبت رسول (بوجہ صفت عم رسول) کو چھپانے کا باعث بنے

وہ سنی کس طرح ہو سکتا ہے؟

بندہ ننگ خلائق کمترین غلام اعلیٰ حضرت سگ بارگاہ علی پور سیداں شریف پورے اخلاص سے عرض کرتا ہے کہ تم اگر ایمان ابوطالب کو تسلیم نہیں کرتے تو نہ کرو اس کا جواب تمہیں ہی میدان محشر میں دینا ہے مگر اس کی اتنی علی الاعلان تقریراً تحریراً تبلیغ تو نہ کرو کہ خدمات ابوطالب محو ہو کر رہ جائیں۔ طریقہ اعلیٰ حضرت کو اپناؤ اور حضرت ابوطالب کی خدمات جلیلہ کا ذکر کرو ورنہ اس مسئلہ میں خاموش رہو اور نامہ اعمال میں اذیت نبوی کا صفحہ نہ بھرو۔ دگرنہ:

جب وہ پوچھیں گے سر محشر بلا کے سامنے
کیا جواب جرم دو گے مصطفیٰ کے سامنے

جنابہ سیّدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا، والدہ محترمہ

حضرت سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کی والدہ گرامی ہیں۔ خاندان ہاشمی کی عورتوں میں سے سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول فرمایا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد سب سے زیادہ شفقت سید عالم پر انہوں نے ہی فرمائی۔

نام نامی اسم گرامی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد) کی بھتیجی تھیں۔

(حیات الصحابیات ص ۱۱۳ مطبوعہ مکتبہ عارفین کراچی)

جناب ابوطالب رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا جن سے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پیدا ہوئے۔

آغاز اسلام میں خاندان ہاشم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ ساتھ دیا تھا۔ اور ان میں سے اکثر مسلمان بھی ہو گئے تھے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی

اللہ تعالیٰ عنہا بھی ان ہی لوگوں میں سے تھیں وہ اور ان کی ساری اولاد مشرف بہ اسلام ہوئی۔ جب حضرت ابوطالب کا انتقال ہوا تو ان کی بجائے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دست و بازو تھیں۔ (حیات الصحابیات ص ۱۱۴)

جب مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت ملی تو حضرت سیّدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حضرت سیّدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد ہوا (رضی اللہ عنہا) تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی والدہ محترمہ (حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر آتی ہیں میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کروں گا اور وہ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی۔ (اسد الغابہ جلد نمبر ۵ ص ۵۱۷)

حضرت سیّدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ظاہرہ میں وفات پائی۔ بعض (مؤرخین) کا خیال ہے کہ ہجرت سے قبل فوت ہوئیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص مبارک اتار کر کفن دیا اور ان کی قبر میں اتر کر لیٹ گئے۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا:

''جناب ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ میرے ساتھ کسی نے حسن سلوک نہیں کیا۔ اس وجہ سے میں نے ان کو قمیص پہنایا کہ جنت میں ان کو حلہ ملے اور ان کی قبر میں لیٹ گیا کہ شدائد قبر میں کمی واقع ہو۔''

(اسد الغابہ جلد نمبر ۵ ص ۵۱۷)

اصابہ میں ہے کہ

كانت امرأة صالحة وكان النبي صلى الله عليه وسلم يزورها ويقيل في بيتها

وہ نہایت صالح خاتون تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کو

تشریف لے جاتے اور ان کے گھر میں آرام فرماتے۔ (رضی اللہ عنہا)

(الاصابہ جلد نمبر ۸ ص ۱۶۰)

حسب ذیل اولاد چھوڑی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حضرت طالب و عقیل رضی اللہ عنہما

''لفظ'' مولود کعبہ کی حقیقت، کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ مولود کعبہ ہیں؟

بہت سے اکابرین نے حضرت شیر خدا تاجدار ہل اتی مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ولادت باسعادت کا کعبۃ اللہ میں واقع ہونا رقم فرمایا ہے اور بہت سے علماء کرام نے اس کے خلاف بھی لکھا ہے اور مخالفت کرنے والوں نے مندرجہ ذیل باتیں تحریر کی ہیں:

۱- کیا حضرت علی کی والدہ کو معلوم نہ تھا کہ ان کے ہاں بچہ کی پیدائش ہونے والی ہے؟

۲- کیا ایسی حالت میں (جبکہ عنقریب پیدائش متوقع تھی اور کعبۃ اللہ کے نزدیک ہی بیت ابوطالب تھا) کعبہ کی بجائے اپنے گھر نہ جایا جا سکتا تھا؟

۳- کیا کعبۃ اللہ کا اتنا بلند دروازہ جو سیڑھیاں چڑھ کر پکڑا جا سکتا ہے آثار ولادت کے بعد کر اس کو کرنا آسان تھا کہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے اس تکلیف میں کر اس کیا اور کعبہ کے اندر چلی گئیں۔

۴- کعبۃ اللہ میں صرف حضرت حکیم بن حزام کی ولادت کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے حضرت علی کا کہیں نہیں ملتا۔

فقیر پر تقصیر بفضل اللہ القدیر عرض کرتا ہے کہ بجائے لمبی چوڑی بحث و تمحیص کے صرف ایک بات کا جواب دے دو کہ جو جو اعتراضات و اشکالات حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی کعبہ میں ولادت ہونے پر تمہیں پریشان کرتے ہیں کیا وہ کسی دوسرے کے بیت اللہ میں پیدا ہونے پر پریشان نہیں کرتے؟

کیا جب حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کعبۃ اللہ میں پیدا ہوئے تو کعبۃ اللہ کو ان کی والدہ کے قدمین کے مساوی تم نے کیا تھا؟

کیا اس وقت کعبۃ اللہ کے دروازہ کی سیڑھیاں نہ تھیں؟ جبکہ وہ صحابی رسول ہیں ان کا زمانہ تقریباً متصل ہی ہے۔

کیا ان کی والدہ کو بچہ کی پیدائش معلوم نہ تھی کہ وہ کعبۃ اللہ میں تشریف لے آئیں اور کیا وہ بجائے اللہ کے اس پاکیزہ گھر کے کسی اور جگہ جلوہ افروز ہو جاتیں تو کوئی رکاوٹ تھی؟

تو حضرت حکیم بن حزام کی ولادت کو کعبۃ اللہ میں تسلیم کرنے سے کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ کہیں بغض علی کا شاخسانہ تو نہیں؟ کہیں خارجیوں کی خوشنودی تو مدنظر نہیں؟ کہیں حطام دنیاوی نے تو بدمست نہیں کر دیا؟

معاذ اللہ ہم کسی اہل سنت کے متعلق ایسی بدگمانی کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہاتھ باندھ کر یہ ضرور عرض کرتے ہیں کہ

آپ ہی اپنے تغافل پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

سیدنا حضرت حکیم بن حزام صحابی رسول ہیں۔ ان کی علو مرتبت کے لئے یہ بہت بڑا مقام ہے جو اسے تسلیم نہیں کرتا وہ اہل سنت نہیں ہو سکتا مگر ان کے لئے مولود کعبہ ہونا تسلیم کرنا اور حضرت علی کے لئے ایسا تسلیم نہ کرنا سراسر خارجیت کی طرف میلان کا اظہار ہے کیونکہ علی اہل بیت سے ہیں اور کعبہ بیت اللہ ہے اور اہل بیت بیت میں نہیں آ سکتے تو دیگر شخصیات کیسے آ سکتی ہیں؟ گھر میں گھر والوں کا آنا تو تسلیم نہ ہو اور جو گھر والے نہیں ان کا آنا تسلیم کیا جائے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کے کعبۃ اللہ میں میلاد کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی مولود کعبہ مانتے ہیں کیونکہ ہم سنی ہیں۔ اگر ہم کسی ایک صحابی رسول رضی اللہ عنہ کے مقام رفیع کو تسلیم نہ کریں تو ہم سنی

نہیں رہتے بلکہ رافضی ہو جاتے ہیں اسی طرح اگر ہم اہل بیت رسول رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کے علو مرتبت کو گرانے کی مذموم کوشش کریں تو خارجی ہو جاتے ہیں۔ سنی نہیں رہتے۔

خدارا! سنی رہو اور دونوں گھروں کے غلام بنو۔

کیا حضرت مولائے کائنات کی ولادت کعبۃ اللہ میں تسلیم کر لینے سے دین میں کوئی نقصان واقع ہوتا ہے اور کیا ایسا تسلیم کرنا سنیت کی نفی کرتا ہے؟

اگر بعض اعلیٰ اکابرین نے یہ روایات اپنی کتب میں نقل فرمائی ہیں تو یہ قاعدہ وکلیہ محدثین کا موجود نہیں کہ فضائل کے بیان میں ضعیف روایت بھی قابل قبول ہوتی ہے؟

کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ولادت کعبۃ اللہ میں ہونے کی روایت نقل کرنے والوں کو اہل سنت و جماعت سے خارج کرنے کی کوئی شخص جرأت کر سکتا ہے؟

اگر نہیں کر سکتا اور یقیناً نہیں کر سکتا تو خواہ مخواہ اس مسئلہ میں الجھاؤ پیدا کرنے سے کیا حاصل ہوگا؟ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مولود کعبہ تسلیم کر لیا جائے تو کم از کم سنی محبان علی کے قلوب واذہان کیفیت اضطرار سے محفوظ رہیں گے اور ان کی عقیدت ومحبت قائم ودائم رہے گی جو نجات اخروی کا یقینی سبب ہے۔

جو مسئلہ چودہ صدیوں سے غیر متنازعہ چلا آ رہا ہے اس کو متنازعہ فیہ بنا دینا کوئی دینی خدمت نہیں بلکہ ''وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ'' کے مترادف ہے۔

تحقیق وجستجو کے لئے بڑے میدان اور بہت سے مسائل ہیں۔ آپ اپنے علم اور وسائل کو ان مسائل کے لئے بروئے کار لائیں تاکہ امت انتشار کی بجائے اتفاق کی طرف بڑھے اور آپ کو سعادت دارین حاصل ہو۔ علم تو نور ہے اور عالم منور ہے اسے روشنی ہی پھیلانی چاہیے۔

علم کبھی بھی حضرت علی کی تنقیص کی طرف نہیں لے جاتا کیونکہ وہ بذات خود در علی سے حاصل ہوتا ہے اور بقول حدیث رسول اللہ علی باب مدینۃ العلم ہیں تو اس دروازہ سے

انحراف عالم نہیں کر سکتا منحرف ہو تو اپنے سے بہت بڑے ایک (بظاہر) عالم کا حشر دیکھ لے جو راندہ درگاہ خداوندی ہو گیا حالانکہ اس کے پاس تمام ملائکہ سے زیادہ علم تھا اور وہ سب سے بڑا عابد و زاہد بھی تھا مگر وہ راندہ درگاہِ خداوندی کیوں ہو گیا کہ اس نے ''وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا'' کی عظمت کو تسلیم نہ کیا۔ لہٰذا اے حاملین علم اور وارثان منبر ومحراب اپنے علم کی : یاد رکھو کسی مقرب خدا کی تنقیص نہ کر بیٹھو کہ کہیں تم راندہ درگاہ نہ ہو جاؤ۔ آؤ اور ہر محسن اسلام (وہ صحابی رسول ہو یا آل رسول) کی عقیدت و محبت کو جوف قلب کا مرکز بنالو اور ان کے فضائل سے ایمان کو نور اور دلوں کو سرور بخشو اور مانو کہ

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت
بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

حضرت علی کو ''کرم اللہ وجہہ الکریم'' کیوں کہا جاتا ہے؟

خارجیوں کا ایک مذموم پروپیگنڈہ اور اس کا ردّ بلیغ

مولائے کائنات تاجدار ہل اتی شیر خدا حضرت مولا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو کرم اللہ وجہہ الکریم کیوں کہا جاتا ہے؟ بعض لوگ ایسا کہنے سے بہت احتراز کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ یہ شیعہ کی ایجاد ہے حالانکہ یہ دراصل حقیقت پر مبنی جملہ ہے اور اس کی مخالفت خارجی لوگ کرتے ہیں جنہیں فضائل مرتضوی کی انفرادیت ایک پل نہیں بھاتی۔

بات دراصل یہ ہے کہ حضرت مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ولادت سے بچپن تک، بچپن سے جوانی تک اور جوانی سے وصال تک کبھی اپنی پیشانی مبارک کو غیر اللہ کے آگے سجدہ ریزی سے آلودہ نہ فرمایا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی مبارک پیشانی کو جو تکریم بخشی اسے تسلیم کرنے والے ''کرم اللہ وجہہ الکریم'' کہا کرتے ہیں کاشف [illegible] علامہ بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضور تاجدار سرہند شیخ احمد

المعروف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''آپ کو کرم اللہ وجہہ الکریم اس لئے کہتے ہیں کہ جب آپ اپنی والدہ کے شکم میں تھے (حسب عادت عرب) جب آپ کی والدہ کسی بت کو سجدہ کرنا چاہتی تو آپ والدہ کے پیٹ میں ایسا لپٹ جاتے تھے کہ وہ سجدہ نہ کر سکتی تھیں۔ خدا تعالیٰ شانہ نے آپ کے وجہ مبارک کو مکرم فرمایا کہ جب آپ شکم مادر میں تھے تو آپ کی والدہ کسی بت کو سجدہ نہ کر سکیں۔''

(حضرات القدس اردو ص ۸۱ مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ لاہور)

جیسے آپ تمام عمر مبارک شرک کی آلودگی سے پاک رہے۔ ایسے ہی شراب سے بھی اپنے دہن مبارک کو آلودہ نہ ہونے دیا کیونکہ وہ رجس ہے اور رجس کو اہل بیت سے دور رکھا گیا ہے اور مولا علی اہل بیت سے ہیں رجس سے پاک ہیں۔ عصر حاضر کے ایک پر اسرار ڈاکٹر نے (جواب مر کر مٹی میں مل چکا ہے) اپنے ایک بیان میں صحاح کی حدیث سے یہ ثابت کرنے کی ناکام و مذموم کوشش کی ہے کہ آپ نعوذ باللہ شراب پیتے تھے وہ کہتا ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ شراب پی کر اس کے نشہ میں نماز کی امامت فرمائی۔ اس میں سورۂ کافرون کی تلاوت کی تو الفاظ آگے پیچھے کر دیئے۔ ایسا کچھ بیان کر کے اس نے اپنے خارجی اور متعصب بدمذہب ہونے کا ثبوت دیا ہے حالانکہ تمام حیات طیبہ میں آپ کا شراب پینا کہیں ثابت ہی نہیں ہے۔

آپ نے ایام طفولیت ہی سے دامن نبوت میں تربیت پائی تھی۔ اس لئے آپ قدرتی طور پر محاسن اخلاق اور حسن تربیت کا بے مثال نمونہ تھے۔ جس طرح آپ کی زبان مبارک کبھی بھی کلمہ شرک و کفر سے آلودہ نہ ہوئی تھی اور نہ آپ کی پیشانی غیر خدا کے آگے جھکی تھی۔ جاہلیت کے ہر قسم کے گناہ سے مبرا اور پاک تھے۔ اسی طرح شراب کے ذائقہ سے (جو عرب کی گھٹی میں تھی) اسلام سے پہلے بھی آپ کی زبان مبارک آشنا نہ ہوئی اور اسلام کے بعد تو اس کا کوئی خیال [illegible] کیا جا سکتا۔ جس پاک اور مبارک ہستی

نے آغوشِ نبوت میں تربیت حاصل کی ہو وہ ہر وہی کام بجالائے گا جو نبی رحمت کی نگرانی میں ہو تو آپ کی نگرانی میں شراب خوری جیسا فعل قبیح حضرت علی سے کس طرح ممکن ہے؟ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اس قباحت سے قطعاً پاک ہیں تو آپ کے سایۂ عاطفت میں پلنے والا اس سے کیسے آلودہ ہوسکتا ہے؟

جامع الترمذی اور ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں ہے کہ شراب کی حرمت سے پہلے دوستوں کے ایک جلسہ میں حضرت علی نے شراب پی اور اسی حالت میں نماز پڑھائی تو سورۂ قل یا ایہا الکفرون کچھ سے کچھ پڑھ دی اس پر شراب کی حرمت کی آیت نازل ہوئی۔

گو شراب کی حرمت سے پہلے شراب پینا شرعاً گناہ نہیں تھا تاہم ظاہر ہے کہ کمال تقویٰ کے خلاف ضرور تھا اور دوسری روایات سے بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کا دامن مبارک کبھی اس سے آلودہ ہوا ہو اس لئے اس روایت کے قبول کرنے میں ہمیں تردد ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اس روایت کا اخیر راوی گو پہلے علوی تھا مگر آخر میں حضرت علی کا مخالف (عثمانی) ہو گیا تھا اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں اس کی یہ روایت معتبر نہیں ہوسکتی۔

اب حاکم کی مستدرک چھپ چکی ہے اس کی روایت سے اصل واقعہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ واقعہ ایک اور شخص کا بیان کیا تھا۔ عثمانی راوی نے خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام رکھ دیا حاکم نے اس روایت کو نقل کر کے یہی لکھا ہے۔

بحمد اللہ اس روایت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالفین جو آپ پر یہ اعتراض کرتے تھے وہ اٹھ گیا۔ (سیرت خلفاء راشدین ص ۱۳۲ از شاہ معین الدین ندوی)

آپ کی ذات گرامی زہد فی الدنیا کا بے مثال نمونہ تھی بلکہ حق یہ ہے کہ آپ کی ذات بابرکات پر زہد کا خاتمہ ہوگیا۔

نشہ اور پھر شراب کا نشہ جو عقل کھو دیتا ہے۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ اگر ایسے نشہ کو قبول

کرتے (معاذ اللہ) تو باب مدینۃ العلم کیسے ہوتے؟ علم کے لئے پہلے عقل کامل وسلیم ناگزیر ہے۔

ایک واقعہ مشہور ہے کہ آپ کی ران مبارک میں تیر چبھ گیا جب نکالتے تو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مشورہ کیا کہ جب آپ نماز ادا فرمائیں تو یہ تیر اس وقت نکال لیا جائے کیونکہ آپ جلوۂ معبود میں اس قدر محو و مستغرق ہوتے ہیں کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ جب آپ نے نماز شروع کی تو تیر نکال لیا گیا۔ نماز کے بعد آپ نے اپنے پاس تازہ خون ملاحظہ فرمایا تو پوچھا یہ خون کیسا ہے؟ عرض کیا گیا! آپ کا ہی ہے۔ نماز پڑھتے ہوئے جب آپ کی ران مبارک سے تیر نکالا گیا تو یہ خون بہنے لگا۔ فرمایا: مجھے نماز والے کی قسم ہے کہ مجھے تو تیر نکلنے کا علم ہی نہ ہوا۔

تو جس مردِ کامل کو جلوہ معبود کے محویت کے اس قدر نشے چڑھتے ہوں۔ اسے ان دنیاوی حرام نشوں سے بدمست ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو توحید کی شراب پی کر کہتے ہیں کہ

طیبہ سے منگائی جاتی ہے سینوں میں چھپائی جاتی ہے
توحید کے مے ساغر سے نہیں آنکھوں سے پلائی جاتی ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم قرآن کی روشنی میں

محبوبِ کائنات حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

آیت نمبر ۱: ارشاد ربانی ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝

(پ ۱۶ سورۂ مریم آیت نمبر ۹۶)

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے خدائے رحمان ان کے

لئے محبت پیدا کر دے گا۔

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ

''حافظ سلفی نے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہر مومن کے دل میں علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کی محبت ہوگی۔''[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ''جس کا میں مولیٰ (محبوب) ہوں اس کا علی بھی مولیٰ (محبوب) ہے۔''[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے ماں باپ، اولاد اور ساری کائنات کے انسانوں (ایک روایت کے مطابق اپنی جان سے بھی) زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''[3]

معلوم ہوا کہ محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم ہر مومن کے محبوب ہیں اور ہر مومن آپ سے ہر رشتہ سے زیادہ محبت رکھتا ہے تو جس کے نبی محترم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) محبوب ہیں۔ اس کے مولیٰ علی (کرم اللہ وجہہ) بھی محبوب ہیں۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں فرمایا ''جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ تعالیٰ سے بغض

۱ (اخرج) الحافظ السلفی عن محمد بن الحنفیة أنه قال فی تفسیر هذه الآیة "لا یبقی مومن الا فی قلبه ود لعلی واهل بیته" (الصواعق المحرقہ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

۲ من کنت مولاه فهو علی مولاه (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۳، ابن ماجہ شریف ص ۱۲، مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۶)

۳ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده (و فی روایة من نفسه) والناس اجمعین (بخاری شریف جلد اول ص ۷ مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

رکھا۔''[1]

ایک اور حدیث پاک میں سرور ہر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

''علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مومن کا ولی (محبوب) ہے۔''[2]

ہر مومن کے دل میں حب علی کا ہونا اس فرمان خداوندی کی تصدیق اور اس کا اظہار ہے کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۝

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے خدائے رحمان ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا اور پھر ان محبت کرنے والے مومنین کو بروز محشر اس کا بہترین صلہ دیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو۔

آیت نمبر ۲:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ۝

(پ ۳۰ سورۃ بینہ آیت ۷۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہی ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔

علامہ مومن شبلنجی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

۱ من احب علیا فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللہ ومن ابغض علیا فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض اللہ (مشکوٰۃ شریف، الصواعق المحرقہ ص ۱۲۳)

مولیٰ کے معانی مختلف ہیں جنہیں اپنے مقام پر احادیث کے باب میں (من کنت مولاہ) کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔ ان تمام معانی میں سے ایک معنی محبوب بھی ہے۔

۲ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان علیا منی وانا منه وهو ولی کل مومن

(مشکوٰۃ شریف باب مناقب علی ابن ابی طالب فصل ثانی ص بحوالہ خلفائے رسول ص ۱۸۰)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا:

''اے علی! تو میرا ساتھی ہے تو اور تیرے ساتھی قیامت کے روز خوشی بخوشی میدان محشر میں آئیں گے جبکہ تیرے دشمن غضبناک اور رسوا ہو کر پیش ہوں گے۔''

(تنویر الازھار اردو ترجمہ نور الابصار از محدث کبیر شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۶۹ مطبوعہ جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد)

امام ابن حجر مکی کہتے ہیں کہ

''حافظ جمال الدین الذرندی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا کہ تو اور تیرے شیعہ (گروہ) قیامت کے روز راضی اور رضا یافتہ صورت میں آئیں گے اور تیرے دشمن غصے میں سر اونچا کئے ہوں گے۔''[1]

تو یہ محبت علی کا صلہ ہوگا کہ محبین مرتضیٰ رضاء خدا حاصل کر کے راضی راضی میدان حشر میں آئیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں بھی اہل ایمان کو خطاب کیا گیا ان کے امیر اور شریف (سردار اہل ایمان) حضرت علی ہیں اور ایک مقام پر جو صالح المومنین فرمایا گیا ہے۔ اس سے مراد بھی کثیر محدثین نے ذات مرتضوی کو ہی لیا ہے۔

---

[1] (اخرج) الحافظ جمال الدین الذرندی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان ھذہ الآیۃ لما نزلت قال صلی اللہ علیہ وسلم لعلی: ھو انت وشیعتک تاتی انت وشیعتک یوم القیامۃ راضین ومرضین ویاتی عدوک غضبانا مقمحین (الصواعق المحرقہ ص ۱۶۱ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

آیت نمبر ۳:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ○ (پ ۲۸ سورۃ التحریم آیت نمبر ۴)

تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

ابن ابی حاتم نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ اور ابن مردویہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''صالح المومنین'' سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔

(تفسیر درمنثور جلد نمبر ۶ ص ۲۴۴ از امام سیوطی علیہ الرحمت)

بعض مفسرین کرام نے صالح المومنین سے مراد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو بھی لیا ہے۔ روایات میں تناقض نہیں ہے۔ اس لئے کہ پہلے صالح المومنین حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم مراد لئے جا سکتے ہیں اور اس طرح سے اختلاف بھی اٹھ جاتا ہے۔ مقام صدیقی کا سب سے افضل ہونا بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔

تمام نیک ایمان والوں کو جہاں بھی (قرآن کریم) میں خطاب ہوا اس سے اول مراد مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں ملاحظہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

''کتاب اللہ (قرآن مجید) میں کوئی آیت (جہاں بھی اے ایمان والو فرمایا گیا ہے) ایسی نہیں مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس کے اول مخاطب اس کے امیر و شریف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے (باقی) اصحاب محمد کو تو عتاب فرمایا مگر قرآن مجید میں حضرت علی کا ذکر جب بھی فرمایا خیر سے

فرمایا۔''[۱]

غالباً یہی وجہ ہے کہ ایک مقام پر وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد بھی حضرت سیدنا مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم لئے گئے ہیں اور کئی مفسرین نے اس آیت کی شانِ نزول ہی حضرت علی کے حق میں بیان کی ہے۔

آیت نمبر۴:

ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ○

(پ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر۵۵)

تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔

علامہ سیّد محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کریمہ کی شان نزول کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی طرف تشریف لائے اس حال میں کہ لوگ رکوع وسجود میں تھے۔ آپ نے ایک سائل کو دیکھا (کہ وہ مسجد نبوی کے دروازے سے چاندی کی انگوٹھی لئے ہوئے گزر رہا تھا) تو فرمایا: کیا تجھے کسی نے کوئی چیز دی ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں یہ چاندی کی انگوٹھی! آپ نے فرمایا کس نے دی ہے؟ اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس کھڑا ہونے والے نے دی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کس حالت میں انہوں نے تجھے انگوٹھی

---

[۱] عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: لیس آیۃ فی کتاب اللہ عزوجل "یا یھا الذین امنوا" الا وعلی اولھا وامیرھا وشریفھا ولقد عاتب اللہ اصحاب محمد فی القرآن وما ذکر علیا الابخیر

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد ثانی ص۱۸۰ مطبوعہ فیصل آباد)

دی ہے؟ عرض کیا کہ وہ رکوع کی حالت میں تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا پھر یہی آیت تلاوت فرمائی کہ

''تمہارا مددگار صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اس حالت میں کہ وہ رکوع کرنے والے ہیں۔''

(تفسیر روح المعانی ماتحت آیت مذکورہ)

حضرت عارف باللہ قبلہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ نے طبرانی کے حوالے سے بروایت حضرت سیدنا عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کہ

''حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس ایک سائل آیا جبکہ آپ نوافل پڑھ رہے تھے اور حالت رکوع میں تھے۔ آپ نے انگوٹھی اتاری اور سائل کو دے دی تو یہ آیت نازل ہوئی۔''[۱] (تفسیر مظہری اردو جلد سوم ص۱۴۰)

یاد رہے کہ ولی کا معنیٰ محب اور محبوب (بھی) ہوتا ہے کیونکہ اس کا مصدر ولایت ہے جس کا معنیٰ محبت ہے۔ ولی اس سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے جو کبھی اسم فاعل اور کبھی اسم مفعول دونوں پر آیا کرتی ہے تو اگر ولی کو اسم فاعل پر صفت مشبہ کا صیغہ تسلیم کیا جائے تو اس کا معنیٰ محب (محبت کرنے والا) ہوگا اور اگر اسم مفعول پر مانا جائے تو معنیٰ محبوب (جس سے محبت کی گئی) ہوتا ہے تو مولا علی کو نبی اکرم نے مولا فرمایا ہے جس کا معنیٰ محب بھی ہوسکتا ہے اور محبوب بھی اور اگر حدیث فتح خیبر پر غور کریں تو ان دونوں معانی کا اظہار فرماتے ہوئے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے رجل رشید کو عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ یعنی وہ ولی خدا بھی ہے اور ولی مصطفیٰ بھی۔ خدا رسول کا محب بھی

---

[۱] اخرج الطبرانی فی الاوسط بسند فیہ مجاھیل عن عمار بن یاسر قال: وقف علی علی بن ابی طالب سائل وھو راکع فی تطوع ونزع خاتمہ واعطاہ السائل فنزلت انما ولیکم اللہ ورسولہ الآیت (تفسیر المظہری جلد ثالث ص۱۳۲ مطبوعہ حافظ کتب خانہ مسجد روڈ کوئٹہ)

ہے اور محبوب بھی۔ حدیث فتح خیبر انشاء اللہ احادیث کے ضمن میں بیان کی جائے گی۔

مولیٰ اور ولی دونوں الفاظ احادیث مبارکہ میں حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق ارشاد فرمائے گئے ہیں "من کنت مولاہ فھو علی مولاہ" (ترمذی) "وھو ولی کل مومن" (مشکوٰۃ) تو مولا علی محب بھی ہیں اور محبوب بھی اور پھر فرمایا "علی منی وانا منہ" (ترمذی)

میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہیں تاجدار گولڑہ شریف نے کیا خوب ترجمانی کی ہے کہ

حب نبی ہے مہر علی اور مہر علی ہے حب نبی
لحمک لحمی جسمک جسمی کچھ فرق نہیں ما بین پیا

(اعلیٰ حضرت گولڑی رحمۃ اللہ علیہ)

وزیر مصطفیٰ جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت علامہ سیّد مومن شبلنجی فرماتے ہیں کہ جب سائل نے انگوٹھی لے لی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور بارگاہ خداوندی میں یوں گویا ہوئے کہ

"اے اللہ! میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تھا کہ

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ○ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ○ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ○ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ○ هٰرُوْنَ اَخِی ○ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِیْ ○ وَاَشْرِكْهُ فِیْٓ اَمْرِیْ ○

(پ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲)

اے میرے رب میرے لئے میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرا کام آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں اور

میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کر دے وہ کون؟ میرا بھائی ہارون اس سے میری کمر مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر۔

تو تو نے موسیٰ علیہ السلام پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی ○

(پ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۳۶)

فرمایا اے موسیٰ! تیری مانگ (سوال) تجھے عطا ہوئی۔

ہم تیرے بازو تیرے بھائی کے ساتھ مضبوط کریں گے اور تم دونوں بھائیوں کو غالب کر دیں گے کافر تمہارا بال بیکا نہ کر سکیں گے۔

"اے اللہ! میں تیرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ تیرا ہی انتخاب کیا ہوا ہوں۔ اے اللہ! میرا سینہ کھول دے۔ میرا مقصد آسان کر دے میرے قریبی بھائی علی کو میرا وزیر بنا دے اور ان کے ساتھ میری پیٹھ مضبوط کر۔"[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ابھی دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا! یارسول اللہ پڑھئے

اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ○

تمہارا ولی اور ناصر صرف اللہ اور اس کا رسول اور مومن لوگ ہیں جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور رکوع کی حالت میں ہوتے ہیں

---

[1] غالباً اسی لئے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے علی: تم مجھ سے ایسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ علیہ السلام سے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں اور دوسرا امتیاز یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے وزیر و مددگار اپنے اہل سے مانگا تھا۔ عرض کیا تھا (وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ) مگر میرے آقا نے اللہ کے خاص جلوؤں سے مانگا تھا عرض کیا تھا (وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ○) پ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۰ اور مجھے (اے اللہ) اپنی جناب سے مددگار غالب عطا فرما موسیٰ علیہ السلام نے از خود مانگا تھا اور حضور سے لفظ قل رب ادخلنی کہہ کر منگوایا گیا۔ اللہ اللہ کیا شان مرتضوی ہے؟

• اسے ابواسحاق احمد ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

(تنویر الازھار اردو ترجمہ نور الابصار ص ۲۶۸-۲۶۹ از استاذی المکرمی محدث کبیر شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی)

رضائے الٰہی کے خریدار حضرت حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم

آیت نمبر ۵:

فرمان باری تعالیٰ ہے کہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ○ (پ۲ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۰۷)

''اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔''

علامہ سیّد مومن شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ''شب ہجرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر رات بسر کی تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کو وحی فرمائی کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور ایک کی عمر دوسرے کی عمر سے لمبی ہے تم دونوں میں سے کون ہے جو اپنے ساتھی کو اپنی عمر دے؟

دونوں نے اپنی اپنی زندگی کو پسند کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی فرمائی! کیا تم علی جیسے نہیں ہو سکتے؟ میں نے اس کو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی بھائی بنایا۔ علی نے اپنی زندگی پر رسول کریم کی زندگی کو پسند کیا اور ان کے بستر پر سو گیا۔

جاؤ زمین پر اترو اور علی کی دشمنوں سے حفاظت کرو پس جبرئیل علیہ السلام مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سر کی طرف اور میکائیل علیہ السلام پاؤں کی طرف ساری رات کھڑے رہے اور یہ پکارتے رہے کہ

''اے علی ابن ابی طالب آپ جیسے بہادر کو دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر کر رہا ہے۔''

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

''مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۗ''

(احیاء العلوم از امام غزالی جلد ص: نور الابصار ص ۸۶، تنویر الازھار ص ۳۰۴ ترجمہ نور الابصار از محدث کبیر علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری، خلفاء رسول ص ۱۸۶ از خضر ملت)

جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں

آیت نمبر ۶:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

(پ۳ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۷۴)

وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لئے ان کا نیگ ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن عساکر نے حضرت عبدالوہاب بن مجاہد نے اپنے والد اور انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی۔ آپ کے پاس چار درہم تھے آپ نے ایک درہم رات کو، ایک درہم دن کو، ایک درہم خفیہ اور ایک درہم اعلانیہ خرچ فرمایا۔

''امام ابن ابی حاتم نے حضرت مسعر سے انہوں نے عون رحمۃ اللہ کے

طریق سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ایک شخص نے تلاوت کی پھر کہا: چار درہم تھے ایک انہوں (حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم) نے رات کے وقت، ایک دن کے وقت، ایک خفیہ اور ایک اعلانیہ خرچ فرمایا۔

(تفسیر در منثور جلد اول ص ۱۹۳۶ اردو مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ جیسا کہ ہم نے مناقب سیدنا صدیق اکبر میں ''حضرت صدیق اکبر قرآن کی روشنی میں'' تحریر کیا ہے۔ ان دونوں روایات میں اختلاف نہیں ہے ممکن ہے دونوں شخصیات سے یہ واقعہ معرض وجود میں آیا ہو اور دونوں کی توصیف وتعریف میں آیت کریمہ نازل ہوئی ہو اور ہم الحمد للہ دونوں کے ہی غلام بے دام ہیں۔ اس لئے کسی کو کسی قسم کی تشویش وتحیر کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

وہ آیت کریمہ جس پر صرف مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ہی عمل کیا

آیت نمبر ۷:

ارشاد ربانی ہے کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ (پ ۲۸ سورۃ المجادلہ آیت نمبر ۱۲)

اے ایمان والو! جب رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تم تنہائی میں بات کرنا چاہو تو سرگوشی سے پہلے صدقہ دیا کرو۔

ضیاء الامت حضرت پیر سیّد محمد کرم شاہ صاحب بھیروی الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے رقم فرمایا ہے کہ

''حضرت صدر الافاضل (مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی) قدس سرہ اس آیت کا شان نزول بیان فرماتے ہیں:

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جب اغنیاء نے عرض ومعروض کا سلسلہ دراز کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ فقراء کو اپنی عرض پیش کرنے کا موقع کم ملنے لگا تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صدقہ پیش کرنے کا حکم دیا گیا اور اسی حکم پر حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) نے عمل کیا۔ ایک دینار صدقہ کر کے دس مسائل دریافت کئے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱- وفا کیا ہے؟ فرمایا! توحید اور توحید کی شہادت دینا

۲- عرض کیا! فساد کیا ہے؟ فرمایا! کفر وشرک

۳- عرض کیا! حق کیا ہے؟ فرمایا! اسلام، قرآن اور ولایت جب تجھے ملے

۴- عرض کیا! حیلہ کیا ہے؟ (یعنی تدبیر) فرمایا! ترک حیلہ

۵- عرض کیا! مجھ پر کیا لازم ہے؟ فرمایا! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت

۶- عرض کیا! اللہ تعالیٰ سے کیسے دعا مانگوں؟ فرمایا! صدق ویقین کے ساتھ

۷- عرض کیا! کیا مانگوں؟ فرمایا! عافیت، ایک روایت میں عاقبت کا لفظ ہے۔

۸- عرض کیا! اپنی نجات کے لئے کیا کروں؟ فرمایا! حلال کھا اور سچ بول

۹- عرض کیا! سرور کیا ہے؟ فرمایا! جنت

۱۰- عرض کیا! راحت کیا ہے؟ فرمایا! اللہ کا دیدار

جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سوالوں سے فارغ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی اور سوائے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اور کسی کو اس پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملا۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم ص ۱۴۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز اردو بازار لاہور)

---

۱ کانت لہ اربعۃ دراھم فلنفق باللیل درھما وبالنھار درھما وسرا درھما وعلانیۃ درھما (تفسیر در منثور جلد اول ص ۳۶۳، تفسیر روح المعانی جزء نمبر ۳ ص ۴۸، تفسیر مظہری جلد اول ص ۳۹۳، تفسیر خزائن العرفان بحوالہ خلفاء رسول ص ۱۶۷-۱۶۸ از خضر ملت)

آیت نمبر ۸، ۹، ۱۰، ۱۱:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ○ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ○ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ط اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ○ (پ ۱۰ سورۃ التوبہ آیات نمبر ۱۹-۲۰-۲۱-۲۲)

تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل (ان کو پانی پلانا) اور مسجد حرام کی خدمت (اس کی تعمیر کرنا) اس کے برابر ٹھہرا لی جو اللہ اور قیامت (کے دن) پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

وہ جو ایمان لائے (اللہ پر) اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے یہاں ان کا بڑا درجہ ہے اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

ان کا رب انہیں خوشخبری سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جن میں ان کے لئے دائمی نعمتیں ہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

علامہ سیّد مومن شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ نے اسباب النزول اور عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے بغوی اور ابن جریر کے حوالے سے حسن، شعبی اور قرطبی سے بیان کیا ہے کہ

''حضرت عباس ابن عبدالمطلب، حضرت طلحہ بن شیبہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں

فخر کیا، طلحہ نے کہا! میں بیت اللہ کا متولی ہوں۔ اس کی چابی میرے پاس ہے اگر میں چاہوں تو اس میں داخل ہو جاؤں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں آب زم زم کا متولی اور اس کا منتظم ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا! میں زیادہ تو نہیں جانتا لیکن اتنا ضرور ہے کہ میں نے لوگوں سے چھ ماہ (مظہری نے چھ سال لکھا ہے) پہلے نماز پڑھی اور میں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی [۱]

(تنویر الازہار ترجمہ اردو نور الابصار ص ۲۶۷ از محدث کبیر علیہ الرحمت، خلفاء رسول ص ۱۶۳)

ان آیات کو بار بار غور سے پڑھیں کیا یہ اوصاف حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات میں بدرجہ کمال موجود نہیں؟ کیا آپ سب سے پہلے مومن نہیں اور کیا آپ نے سب سے پہلے معیت رسول میں ہجرت نہیں کی اور اپنا مال، جان، اولاد اور وطن سب کچھ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نچھاور نہیں کیا؟ تو اگر انہیں براہین قاطعہ کی روشنی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ''اعظم درجۃ'' بڑے درجہ والے اور حضرت عباس و طلحہ رضی اللہ عنہما سے افضل قرار پاتے ہیں تو پھر انہیں دلائل کے نور سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تمام اصحاب رسول سے افضل شمار ہوتے ہیں کیونکہ

---

[۱] وقال البغوی قال الحسن والشعبی ومحمد بن کعب القرظی وکذا اخرج ابن جریر عن محمد بن کعب القرظی: انھا نزلت فی علی بن ابی طالب والعباس بن عبدالمطلب وطلحۃ بن شیبۃ افتخروا: فقال طلحۃ انا صاحب البیت بیدی مفاتیحہ: وقال العباس انا صاحب السقایۃ والقائم علیھا: وقال علی ما ادری ما تقولون لقد صلیت الی القبلۃ ستۃ اشھر یعنی قبل الناس وانا صاحب الجھاد فانزل اللہ "اجعلتم سقایۃ الحاج" الخ)

(تفسیر مظہری جلد نمبر ۴ ص ۱۵۰ سطر نمبر ۱ مطبوعہ کوئٹہ، نور الابصار ص ۷۷)

تفضیلی حضرات اس آیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ کرام علیہم الرضوان حتیٰ کہ حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے بھی افضل قرار دیتے ہیں جبکہ رافضیوں کی بھی یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان تمام سے افضل ہیں مگر یہ دلیل جو کہ ان حضرات نے خود مولائے کائنات کی زبانی اپنے دعویٰ کی مؤید بنائی ہے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو ہی ثابت کرتی ہے (باقی حاشیہ اگلے صفحات پر)

خــواجــہ اول کــہ اول یار بــود

ثــانــی اثــنیــن اذھــما فی الغــاربود

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا اور آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازہ پر "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡـهِ رَاجِعُوۡنَ" پڑھتے ہوئے تشریف لائے۔

خطبہ مرتضوی برفضل صدیقی

"آج خلافت نبوت منقطع ہوگئی: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت وانس رکھتے تھے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار ومشیر تھے۔ آپ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے۔ آپ کے ایمان میں لوگوں سے زیادہ اخلاص تھا۔ آپ کا یقین لوگوں سے زیادہ مضبوط تھا۔ آپ لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے۔ آپ دین میں لوگوں سے بڑا نفع حاصل کرنے والے تھے۔ آپ لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں زیادہ احتیاط کرنے والے اور اسلام پر ان کے ساتھ زیادہ حد قائم کرنے والے تھے اور آپ کے صحابہ پر لوگوں سے زیادہ مامون اور ان سے زیادہ اچھی صحبت والے تھے۔ آپ صحابہ میں زیادہ مناقب والے اور سوابق میں ان سے افضل تھے۔ آپ کا مرتبہ ان سے زیادہ بلند اور وسیلہ ان سے زیادہ قریب ہے۔ آپ لوگوں میں ہدایت وراستی اور رحمت وفضل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہت رکھنے والے تھے۔

آپ منزلت ومرتبے میں لوگوں سے زیادہ شرف وکرامت والے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان سب سے زیادہ معتبر تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اسلام اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بمنزلہ آپ کی سمع وبصر کے تھے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے آپ کی تکذیب کی۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی نازل کردہ کتاب میں آپ کا نام صدیق رکھا اور فرمایا "وَالَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِهٖ" اَلَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وَ صَدَّقَ بِهٖ حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔

جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہوتے تو آپ ساتھ ہوتے جب مشکل وقت میں لوگ بیٹھ جاتے تو آپ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوتے اور سختیوں میں آپ کا ساتھ دینا زیادہ بزرگی والی صحبت ہے۔

آپ دو کے دوسرے اور غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ آپ پر سکینہ اتارا گیا۔ آپ

بہرحال: حضرت مولائے کائنات شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنے ہم عصر (اپنے بعد والے تمام) لوگوں سے افضل واعلیٰ اور بلند وبالا ہیں۔ یہ ہی عقیدۂ اہل سنت وجماعت ہے کیونکہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ "لا تفضلونی علی ابی بکر وعمر" مجھے ابوبکر وعمر پر فضیلت نہ دو جو ایسا کرے گا میں اس پر مفتری کی حد جاری کروں گا (شرف النبی ودیگر کتب کثیرہ) اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! آپ کے بارے دو گروہ جہنمی ہیں' ایک آپ کو حد سے بڑھانے والا (جس نے آپ کو معاذ اللہ خدا کہہ دیا) اور دوسرا آپ کو آپ کے مقام سے گھٹانے والا (جیسے کہ خارجیوں نے آپ کو معاذ اللہ کافر تک کہہ دیا)

ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے دین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپ کے بہت ہی اچھے خلیفہ تھے۔

جب لوگوں نے ارتداد کیا تو آپ اس امر کے ساتھ کھڑے ہوئے جس کے ساتھ نبی کا (کوئی) خلیفہ کھڑا نہیں ہوا۔ آپ اس وقت کھڑے ہوئے جب آپ کے ساتھی سست تھے۔ آپ اس وقت میدان میں آئے جب وہ ساکن تھے اور آپ اس وقت طاقت ور بن کے نکلے جب وہ کمزور تھے اور آپ نے مشکلات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منہاج کو لازم رکھا۔ آپ بغیر نزاع کے خلیفہ برحق تھے۔"

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ اردو ترجمہ علامہ صائم چشتی جلد اول ص ۴۶۰-۴۵۹)

آگے [illegible] طویل ہے: اس کی عربی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

عن اسید بن صفوان وکان قد ادرك النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لما قبض ابوبکر سجی علیه وار تحت المدینة بالبکاء علیه کیوم قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء علی مسترجعا وهو یقول الیوم "انقطعت خلافة النبوة" حتی وقف علی باب البیت الذی فیه ابوبکر وهو مسجی فقال:

"یرحمك الله یا ابابکر کنت الف رسول الله صلی الله علیه وسلم وانسه ومستراحه وثقته وموضع سره ومشاورته کنت اول القوم اسلاما واخلصهم ایمانا واشدهم یقینا واخوفهم لله واعظمهم غناء فی دین واحوطهم علی رسول الله صلی الله علیه وسلم واحدبهم علی الاسلام وایمنهم علی اصحابه

لہٰذا ان ارشادات کی روشنی میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ بالکل درست ہے کہ حضرت شیر خدا تاجدار ہل اتی مولا علی المرتضیٰ خلفاء ثلاثہ کے بعد ساری کائنات کے لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہیں ساری کائنات کے ولی، غوث، قطب، ابدال، اوتاد، قلندر، عابدین، زاہدین، شہدا اور صالحین اکٹھے ہو کر بھی حضرت مولائے کائنات کی گرد راہ کو نہیں

واحسنهم صحبة واكثرهم مناقب وافضلهم سوابق وارفعهم درجة واقربهم وسيلة واشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم هديا وسمتا ورحمة وفضلا واشرفهم منزلة واكرمهم عليه واوثقهم عنده فجزاك الله عن الاسلام وعن رسوله خيرا كنت عنده بمنزلة السمع والبصر صدقت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين كذبه الناس فسماك الله عزوجل فى تنزيله صديقا فقال: "والذى جاء بالصدق وصدق به" الذى جاء بالصدق محمد صلى الله عليه وسلم وصدق به ابوبكر واسيته حين بخلوا وقمت به عند المكاره حين عنه قعدوا وصحبته فى الشدة أكرم الصحبة ثانى اثنين وصاحبه فى الغار والمنزل عليه السكينة ورفيقه فى الهجرة وخلفته فى دين الله وامته احسن الخلافة حين ارتد الناس وقمت بالامر مالم يقم به خلفة بنى فنهضت حين وهن اصحابك وبرزت حين استكانوا وقويت حين ضعفوا ولزمت منهاج رسول الله صلى الله عليه وسلم ازهموا كنت خليفة حقالم تنازع

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۲۶۲ مطبوعہ فیصل آباد)

اس خطبہ مبارکہ کو بار بار غور سے پڑھیں اور پھر مندرجہ بالا آیت مبارکہ پر غور کریں کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہی دلیل (اس خطبہ میں) نہیں دی جو یہ تفضیلی یا رافضی اپنے موقف پر دیتے نظر آتے ہیں تو اگر ان دلائل و قرائن سے حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ اپنے تمام ہم عصر لوگوں سے افضل ہیں تو انہیں قرائن و دلائل سے (جو کہ خود حضرت علی سیدنا صدیق اکبر کے لئے ارشاد فرما رہے ہیں) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ہم عصر لوگوں میں سب سے افضل کیوں نہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا غلام اور سچا محب تو وہی ہے جو آپ کے ارشادات کو بھی تسلیم کرتا ہو۔

۱۲ فقیر محمد مقبول احمد سرور

پا سکتے بلکہ ہر ولی اپنی ولایت کے حصول میں ذات مولا کا محتاج ہے۔ ولایت کا منبع و مخزن ہی حضرت شیر خدا ہیں۔ (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم)

ولی ہو غوث ہو قطب جلی ہو
ہر اک کا مدعا مولا علیؑ ہیں
خدا نے جن کو تیغ لافتیٰ دی
وہی شیر خدا مولا علی ہیں

حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) ہر قوم کے ہادی ہیں

آیت نمبر ۱۲:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

اِنَّمَآ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ۝ (پ ۱۳ سورۃ الرعد آیت نمبر ۷)

تم تو ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے ہادی

علامہ سیّد مومن شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"میں منذر ہوں اور علی ہادی ہے اے علی تیرے باعث لوگ ہدایت پائیں گے۔"[1] (تنویر الازہار ص ۲۷۰)

معلوم ہوا کہ ہدایت پر وہی قوم ہے جو حضرت مولائے کائنات کی غلام ہے اور ان سے ہدایت حاصل کرتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین اور گستاخ خارجی گروہ

یاد رہے کہ ایک قوم شروع سے ہی حضرت ہادیٔ عالم علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

[1] أنا المنذر وعلى الهادى وبك يا على يهتدى المهتدون (نور الابصار ص ۷۸)

جو بے ایمان اس مرکز ہدایت سے منہ موڑ کر دعویٰ ہدایت کرے کس قدر مکار اور دھوکہ باز ہے؟

کی دشمن ہے اور وہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو (ہادی تو کیا) مسلمان بھی نہیں سمجھتی۔ ان کا نظریہ ہے کہ حضرت علی نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (جنگ جمل میں) حکم بنایا اور فریق ثانی کے حکم حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم تسلیم کیا اور حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا انہوں نے اللہ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی کو حکم (حاکم: فیصلہ کرنے والا) تسلیم کر کے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ شرک کیا۔ انہیں خوارج کہا جاتا ہے چنانچہ انہوں نے علی الاعلان کھلے عام ڈنکے کی چوٹ اپنا یہ نظریہ پھیلانا شروع کر دیا۔ ان کی علامات یہ تھیں کہ

لمبی لمبی داڑھیاں، ابھرے ہوئے رخسار، مونچھیں صاف، سر پر استرا، آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں، شلوار ٹخنوں سے بہت اوپر، پیشانی ابھری ہوئی، لمبی لمبی نمازیں اور بے مثال روزے و تلاوت قرآن یہ علامات خود اس شخص (ذوالخویصرہ) میں موجود تھیں جس کی نسل سے یہ خوارج پیدا ہوئے اور یہ وہی شخص تھا جس نے نبی کریم علیہ السلام کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے کہا تھا "اے محمد انصاف کیجئے" تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (حضرت خالد بن الولید اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) نے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تھی تو حضور نے فرمایا تھا کہ اس کی قوم میں سے لوگ ہوں گے جن کی یہ علامات (مندرجہ بالا) ہوں گی اگر میں ان کو پاؤں تو قوم ثمود کی طرح ان کو قتل کر دوں۔ [1]

[1] خوارج کی علامات:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چمڑے کے تھیلے میں بھر کر کچھ سونا بھیجا جس سے ابھی تک مٹی بھی صاف نہیں کی گئی تھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا چار آدمیوں عینیہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید بن خیل اور چوتھے علقمہ یا عامر بن طفیل کے درمیان تقسیم فرما دیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی نے کہا ان لوگوں سے تو ہم زیادہ حق دار تھے۔ جب یہ بات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے امانت دار تسلیم نہیں کرتے؟ حالانکہ آسمان والوں کے نزدیک تو میں امین ہوں۔ اس کی خبریں تو میرے پاس صبح و شام آتی ہیں! راوی کا بیان ہے کہ پھر ایک آدمی کھڑا ہو گیا۔ (باقیہ حاشیہ اگلے صفحات پر)

حضرت ابوسعید خدری کی روایت کے مطابق حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم سے ان خارجیوں نے جنگ کی اور ان کو قتل فرمایا۔ حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی تھی تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس جنگ کا زمانہ پایا اور اس جنگ کو بچشم خود دیکھا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) "غائر العينين مشرف الوجنتين ناشز الجبهة كث اللحية محلوق الرأس مشمر الازار"

جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئیں اونچی پیشانی گھنی داڑھی سر منڈا ہوا تھا اور وہ اونچا تہبند باندھے ہوئے تھا۔

وہ کہنے لگا یا رسول اللہ! خدا سے ڈریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو کیا میں تمام اہل زمین سے زیادہ خدا سے ڈرنے کا مستحق نہیں ہوں؟ سو جب وہ آدمی جانے کے لئے مڑا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کرو شاید یہ نمازی ہو؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: بہت سے ایسے نمازی بھی تو ہیں کہ جو کچھ ان کی زبان پر ہے دل میں نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں نقب لگاؤں اور ان کے پیٹ چاک کروں۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ پلٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کی جانب دیکھا اور فرمایا

انه من ضئضئ هذا قوم يتلون كتاب الله رطبا لا يجاوز حناجرهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية واظنه قال: لئن ادركتهم لا قتلنهم قتل ثمود" متفق عليه

اس کی پشت سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کی تلاوت سے زبان تر رکھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو قوم ثمود کی طرح ان کو قتل کر دوں۔

(بخاری شریف کتاب المغازی باب بعث علی ابن ابی طالب وخالد بن الولید رضی اللہ عنہما الی الیمن قبل حجۃ الوداع ۴/۱۰۸۱ الرقم: ۴۰۹۴، مسلم شریف کتاب الزکوٰۃ باب ذکر الخوارج وصفاتہم ۲/۷۴۲ الرقم: ۱۰۶۴، مسند امام احمد بن حنبل ۳/۴ الرقم: ۱۱۰۲۱، صحیح ابن خزیمہ ۴/۷۱ الرقم: ۲۳۷۳، صحیح ابن حبان ۱/۲۰۵ الرقم: ۲۵، مسند ابویعلی ۲/۳۹۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بظاہر محبین کا گروہ رافضی لوگ

دوسرا گروہ وہ ہے جو حضرت علی کی محبت کا دم بھرنے کے ساتھ ساتھ ان کو مسلمان

الرقم: ۱۰۶۳، المسند المستخرج ۳/ ۱۲۸ الرقم: ۲۳۷۵، حلیۃ الاولیاء ۵/ ۷۱، فتح الباری شرح صحیح بخاری ۸/ ۶۸ الرقم: ۴۰۹۴، حاشیہ ابن قیم ۱۳/ ۱۶، الدیباج للسیوطی ۳/ ۱۶۰ الرقم: ۱۰۶۴، الصارم المسلول لابن تیمیہ ۱/ ۱۸۸-۱۹۲

بحوالہ المنہاج السوی ص ۴۴۳ ڈاکٹر طاہر القادری مطبوعہ منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور)

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں اضافہ ہے کہ

فقام الیہ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) فقال یا رسول اللہ الا اضرب عنقہ؟ قال لا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اس (منافق) کی گردن نہ اڑادوں۔ آپ نے فرمایا: نہیں (اس سے آگے روایت حسب سابق ہے)

(مسلم شریف کتاب الزکوۃ باب ذکر الخوارج وصفاتہم ۲/ ۷۴۳ الرقم: ۱۰۶۴)

خارجیوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جنگ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مال (غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ نامی شخص نے جو کہ بنی تمیم سے تھا کہا: یارسول اللہ! انصاف کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو اگر میں (ہی) انصاف نہ کروں تو اور کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑادوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! کیونکہ اس کے ایسے ساتھی بھی ہیں کہ

"یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتھم وصیامہ مع صیامھم یمرقون من الدین کمروق السھم من الرمیۃ ینظر الی نصلہ فلا یوجد فیہ شیء"

تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزے کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے پھر اس کے پیکان پر کچھ نظر نہیں آتا (یعنی جس طرح وہ تیر باوجود شکار کے اندر سے گزرنے سے خون وغیرہ سے بالکل صاف ہوتا ہے اسی طرح وہ دین سے نکلیں گے اور ان پر دین کا کوئی اثر باقی نہ ہوا۔ دین سے بالکل خالی ہوں گے) اس کے پچھے پر بھی کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کی لکڑی پر بھی کچھ نظر نہیں آتا اور نہ اس کے پروں پر کچھ نظر آتا ہے وہ گوبر اور خون کو بھی چھوڑ کر نکل جاتا ہے۔ وہ لوگوں میں فرقہ بندی کے وقت (اسے ہوا دینے کے لئے) نکلیں گے ان کی نشانی یہ ہے کہ

"آیتھم رجل احدی یدیہ مثل ثدی المراۃ او مثل البضعۃ تدردر"

تک نہیں سمجھتا اور جب حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی تو ان لوگوں نے کہا کہ حسن بھی اپنے باپ کی طرح (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) کافر ہو گئے ہیں۔ [1]

ان میں ایک آدمی کا ہاتھ عورت کے پستان یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہلتا ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری کی گواہی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"واشھد انی کنت مع علی حین قاتلھم فالتمس فی القتلی فاتی بہ علی النعت الذی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم واشھد لسمعتہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم"۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب ان خارجی لوگوں سے جنگ کی گئی اس شخص کو ان مقتولین میں تلاش کیا گیا تو اس وصف کا ایک آدمی مل گیا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

(حوالہ جات وہی ہیں جو سابقہ حدیث کے تحت نقل ہو چکے ہیں اس میں ملاحظہ ہوں)

---

[1] جراح ابن سنان نے کہا

"اے حسن کافر شدی چنانکہ پدرت کافر شد۔۔۔ این مرد کافر شد"

(منتہی الاعمال جلد نمبر ۱ ص ۱۶۵)

"اے حسن تو بھی کافر ہو گیا جیسا کہ تیرا باپ کافر ہوا۔۔۔ یہ مرد کافر ہو گیا (معاذ اللہ)

رسید ملعونے از قبیلہ بنی اسد کہ اورا جراح ابن سنان گفتند لجام اسپ آنحضرت را گرفت خنجرے بر ران مبارکش کہ زد تا استخوان شکافت بروایت دیگر بر پہلوئے مبارکش زد و گفت "کافر شدی چنانچہ پدرتو کافر شد"۔ (جلاء العیون از ملاں باقر مجلسی ص ۲۵۳۔۔۔ ۲۵۲)

قبیلہ بنی اسد سے ایک ملعون پہنچا کہ اسے جراح ابن سنان کہتے ہیں اس نے آنحضرت (امام حسن) کے گھوڑے کی لگام کو پکڑا آپ کی مبارک رانوں پر خنجر گھونپا کہ آپ کی ہڈیاں شکستہ ہو گئیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ کے پہلوئے مبارک پر خنجر مارا اور کہا تو بھی ایسے کافر ہو گیا جیسے تیرا باپ کافر ہوا۔ حضرت امام حسن نے معاویہ سے صلح کی پس جب یہ خبر دونوں جگہ شائع ہوئی تو امام حسن کی فوج (شیعان علی) میں (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا فیصلہ کن ارشاد

امام نبیل شیخ جلیل علامہ شیخ سلیمان حسینی بلخی قندوزی حنفی سنی مفتی اعظم قسطنطنیہ فرماتے ہیں کہ ''نہج البلاغہ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خطبات عظیمہ کا مجموعہ ہے) میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) بغاوت پھیل گئی۔ فوجی (شیعان علی) آپ کے خیمے پر ٹوٹ پڑے آپ کا کل اسباب لوٹ لیا۔ آپ کے نیچے سے مصلّی تک گھسیٹ لیا روش پر سے ردا بھی اتار لی۔ (تاریخ ائمہ از غلام حسین نجفی ص ۲۵۳)

بخیمۂ آنحضرت ریختند و اسباب حضرت را غارت کردند حتی کہ مصلائے حضرت را از زیر پائش کشیدند و ردا مبارکش را از دوشش ربودند (جلاء العیون از ملاں باقر مجلسی ص ۲۵۳)

ترجمہ مندرجہ بالا ہی ہے

رجل من بنی اسد یقال له الجراح بن سنان فاخذ بلجام بغلة وبيده مغول قال والله اكبر "اشركت كما اشرك ابوك"

(الارشاد للشیخ المفید ص ۱۹۰ فی بیان حالات الحسن)

بنو اسد کا ایک آدمی جسے جراح بن سنان کہا جاتا تھا (اس) نے اونٹنی کی لگام کو پکڑا اور (امام حسن رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ باندھے اور کہا: ''اللہ اکبر تو نے بھی اسی طرح شرک کیا جس طرح تیرے باپ نے کیا تھا'' معاذ اللہ

چوں آں منافقاں ایں سخن از حضرت شنیدند بیکدیگر نظر کردند گفتند از سخنان او معلوم می شود کہ می خواہد با معاویہ صلح کند وخلافت را باو گزارد پس ہمہ برخاستند گفتند او مثل پدرش کافر شد (جلاء العیون ص ۲۵۲) جب ان منافقین (شیعان علی) نے حضرت (امام حسن سے) یہ باتیں سنیں تو انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا ان کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاویہ کے ساتھ صلح کرنا اور خلافت اسے دینا چاہتے ہیں۔ پس وہ سب لوگ اٹھے اور انہوں نے کہا کہ یہ اپنے باپ کی طرح کافر ہو گئے ہیں۔

ایک گروہ (نصیریوں) نے آپ کو خدا کہہ دیا۔

یہ گروہ محبت علی میں حد سے بڑھا اور آپ کو خدا کہہ دیا دوسرے گروہ نے آپ کے مقام کو گراتے اور آپ سے عداوت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو کافر تک کہہ دیا۔ اب دونوں کے متعلق آپ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کا

''میرے بارے دو آدمی ہلاک ہو جائیں گے۔ غلو کرنے والا محب اور بغض رکھنے والا دشمن''

(معالم العترۃ اردو ترجمہ ینابیع المودۃ ص ۷۸ مصنف علامہ سلیمان قندوزی مترجم مولوی محمد شریف ملتانی شیعہ)

مزید لکھتے ہیں کہ

''(حضرت) علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''اے علی! میری امت میں تیری مثال عیسیٰ بن مریم کی مانند ہے حضرت عیسیٰ کی امت کے تین فرقے ہو گئے تھے ایک فرقہ مومنین کا تھا جو آپ کے حواری تھے اور دوسرا فرقہ آپ سے دشمنی رکھتا تھا اور تیسرا فرقہ وہ تھا جو آپ کے حق میں غلو کرتا تھا جو اللہ کے دین سے نکل گئے تھے وہ نصاریٰ ہیں (اے علی) تیرے بارے میں میری امت کے تین فرقے ہو جائیں گے۔ ایک فرقہ تیری پیروی کرے گا اور تمہیں دوست رکھے گا اور یہ لوگ مومن ہیں ایک فرقہ تم سے دشمنی رکھے گا یہ ناکثین، مارقین اور فاسق لوگ (خارجی) ہیں۔ تیسرا فرقہ تیرے بارے میں غلو کرے گا (یہ لوگ نصیری ہیں جو حضرت علی کو خدا کہتے ہیں) یہ لوگ گمراہ ہیں اے علی تیرے پیرو (تجھ سے محبت کرنے اور تجھے دوست رکھنے اور تیرے ارشادات پر عمل پیرا ہونے والے لوگ) جنت میں داخل ہوں گے تیرے دشمن اور تیرے بارے غلو سے کام لینے والے جہنم میں داخل ہوں گے۔''

(معالم العترۃ اردو ترجمہ ینابیع المودۃ ص ۷۸ مصنف علامہ سلیمان قندوزی حنفی سنی ترجمہ مولوی شریف ملتانی شیعہ)

الحمد للہ رب العالمین!

اہل سنت و جماعت وہ مبارک و معظم گروہ ہے جس نے حضرت مولائے کائنات کے بارے نہ تو غلو سے کام لیا اور نہ ہی ان سے بغض و عداوت رکھی بلکہ ان کو اسی مقام پر

جانا جس مقام پر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جانا اور اسی طرح مانا جس طرح میرے نبی کے یاروں ہدایت کے ستاروں ایمان کے معیاروں نے مانا: اس لئے کہ فضائل مولیٰ کی تمام تر روایات بیان کرنے والے یہی اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ ان سے بہتر مقام مرتضوی کو کون جانتا اور مانتا ہے لہٰذا اہل سنت و جماعت ہی ہیں جو حضرت علی کو ہادی مانتے ہیں اور ''لِکُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ'' آیت کریمہ کے مصداق ہیں ان کے ہادی حضرت علی ہیں۔

جنہوں نے منت پوری کی اور جو پوری کرنے کے منتظر ہیں

آیت نمبر۱۳:

ارشاد ربانی ہے کہ

مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیۡهِ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ ۫ۖ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِیۡلًا ۙ

(پ۲۱ سورۂ احزاب آیت نمبر۲۳)

مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔

صاحب تفسیر الحسنات فرماتے ہیں کہ

''جو لوگ اپنا وعدہ پورا کر چکے یہ حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ، حضرت سعید بن زید، حضرت حمزہ سیّد الشہداء اور حضرت مصعب وغیرہ ہیں (رضی اللہ عنہم)

انہوں نے نذر مانی تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کا موقع ملے گا تو ثابت قدم رہیں گے حتیٰ کہ شہید ہو جائیں گے اور پیچھے نہ پلٹیں گے ان کی شان میں

ارشاد ہے ''فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ''

تو یہ لوگ جہاد پر ثابت قدم رہے حتیٰ کہ بعض ان میں سے شہید بھی ہو گئے جیسے حمزہ اور مصعب رضی اللہ عنہما اور ''مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ'' سے مراد وہ ہیں جو ابھی منتظر شہادت ہیں جیسے حضرت عثمان حضرت علی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم

اور یہ ذرہ بھر نہ بدلے بلکہ اپنے عہد پر ویسے ہی ثابت قدم رہے گویا شہید ہو جانے والے اور شہادت کا انتظار کرنے والے دونوں محبوبان حق سے ہیں۔''

(تفسیر الحسنات جلد نمبر ۵ ص ۴۸۷ از علامہ سید ابوالحسنات قادری)

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ

''ایک دفعہ کوفہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے آپ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم) سے اس آیت رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا ''اللہ تعالیٰ معاف فرمائے یہ آیت میرے چچا حمزہ اور میرے چچا زاد عبیدہ بن الحرث بن عبدالمطلب کے بارے نازل ہوئی عبیدہ نے جنگ بدر میں اور حضرت حمزہ نے جنگ احد میں شہید ہو کر اپنا حصہ پورا کر دیا ہے باقی رہا میں، تو میں اس بدبخت کے انتظار میں ہوں جو میرے سر اور داڑھی صاحبہ کو رنگ دے گا۔ اس نے میرے حبیب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد کیا ہے۔''[1]

---

[1] وسئل وهو علی المنبر بالکوفة عن قوله تعالی "رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا، فقال اللّٰهم غفرا هذه الآیت نزلت فی وفی عمی حمزة وفی ابن عمی عبیدة بن الحرث بن عبدالمطلب فاما عبیدة فقضی نحبه شهیدا یوم بدر وحمزة قضی نحبه شهیدا یوم احد فاما انا انتظرا شقاها یخضب هذه من هذه واشارا بیده الی لحیته ورأسه عهد عهدة الی حبیبی ابو القاسم صلی الله علیه وسلم

(الصواعق المحرقه ص ۱۳۴ نور الابصار ص ۱۰۷)

عذاب جلی بر منکر ولایت علی کرم اللہ وجہہ

آیت نمبر ۱۴: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ (پ ۲۹ سورۂ معارج آیت نمبر ۱)

معالبہ کیا ہے ایک سائل نے ایسے عذاب کا جو ہو کر رہے۔

علامہ شبلنجی فرماتے ہیں کہ

''امام ابو اسحاق احمد ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کریمہ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ یہ آیت کن لوگوں کے متعلق نازل ہوئی تو انہوں نے سائل سے فرمایا: تم نے مجھ سے وہ سوال پوچھا ہے جو مجھ سے اور کسی نے نہیں پوچھا فرماتے ہیں میرے ہاں باپ نے حضرت امام جعفر بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما سے انہوں اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ آپ ''غدیر خم'' میں تشریف فرما تھے لوگوں کو آواز دی اور وہ سب اکٹھے ہو گئے پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ'' جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔[1]

یہ کلام بہت مشہور ہوا اور دور دور تک پہنچ گیا۔ حارث بن نعمان فہری کو جب یہ کلام پہنچا تو وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی مرتبت میں آیا اونٹنی کو بٹھایا اور اتر کر کہنے لگا: یا محمد! آپ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کریں اور آپ کی رسالت کو تسلیم کریں ہم نے یہ قبول کیا۔

آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم پانچ نمازیں پڑھیں زکوٰۃ ادا کریں اور رمضان کے روزے رکھیں ہم نے یہ قبول کیا۔ آپ نے ہمیں بیت اللہ کا حج کرنے کا حکم فرمایا۔ ہم نے یہ بھی قبول کیا۔

پھر آپ اس پر راضی نہ ہوئے حتیٰ کہ آپ نے اپنے چچا کے بیٹے (علی کرم اللہ وجہہ) کے بازو اٹھائے اور اس کو ہم پر فضیلت دیتے ہوئے کہتے ہیں ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ''

آپ نے یہ اپنی طرف سے فرمایا ہے یا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ (حکم) اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

حارث بن نعمان الفہری واپس اپنی سواری کی طرف آیا اور کہنے لگا۔

''اے اللہ! اگر یہ سچ ہے جو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا ہے تو

''فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝''

پھر ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش فرمایا ہمیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے۔ (یہ کہنے کے بعد) ابھی وہ سواری تک نہ پہنچنے پایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کھوپڑی پر پتھر مارا جو اس کی دبر سے نکل گیا اور اس بدبخت کو ہلاک کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(نور الابصار از علامہ سید مومن شبلنجی ص ۸ ے تنویر الازہار ص ۲۷۱، ۲۷۰ خلفاء رسول ص ۱۶۴، ۱۶۵)

انہیں روکو! ان سے ولایت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق سوال کرو

آیت نمبر ۱۵:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ (پ ۲۳ سورۃ الصفت آیت نمبر ۲۴)

انہیں کھڑا کرو یہ سوال کئے جائیں گے۔

---

[1] شہنشاہِ خطابت افتخارِ ملت حضرت صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کنت ترجمہ کرتے وقت یہ حدیث سامنے رکھیں کہ ''کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ'' میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے ایسے ہی ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ'' میں جس کا مولا تھا علی اس کا مولا ہے۔ اس حدیث کی مکمل وضاحت احادیث کے باب میں انشاء اللہ کی جائے گی۔ ۱۲ محمد مقبول احمد سرور

دیلمی نے حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جناب رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انہیں کھڑا کرو ان سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ولایت (محبت ومودت) کے متعلق پوچھا جائے گا۔ [1]

---

[1] اخرج الدیلمی عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: وقفوھم انھم مسؤلون عن ولایۃ علی (الصواعق المحرقہ ص۱۴۹ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

یاد رہے کہ حدیث مبارکہ میں سے یہ مفہوم ہرگز اخذ نہیں ہوتا کہ خلافت مولا کا سوال کیا جائے گا کہ تم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ بلافصل تسلیم کرتے اور کلمہ میں علی ولی اللہ پڑھتے تھے کہ نہیں؟ بلکہ مطلب یہ ہے کہ میں نے تمہیں باذن اللہ یہ ارشاد فرمایا تھا کہ

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ (پ۲۵ سورۃ الشوریٰ آیت نمبر۲۳)

فرمادیجئے (اے محبوب) میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر قریبیوں کی مودّت تو کیا تم نے میرے بعد ان (علی واہل بیت علیہم السلام) سے محبت ومودّت رکھی تھی؟ کیونکہ کتب احادیث میں یہ حدیث مبارکہ کثرت وتواتر کے ساتھ موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! بروز محشر میں تم سے سوال کروں گا کہ آیا تم نے میرے بعد میرے اہل بیت سے محبت رکھی تھی؟ بلکہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ میں تم سے سب سے پہلے اہل بیت کی محبت کے بارے پوچھوں گا کیونکہ آیت کریمہ میں اجر رسالت وتبلیغ دین ہی مودّت اہل بیت کو ٹھہرایا گیا ہے اور حضرت علی کو "مولا" فرمانا بھی محبوب کے معنیٰ میں ہے نہ کہ خلیفہ کے معنیٰ میں جس پر حدیث غدیر کے یہ الفاظ "اللّٰھم وال من والاہ" یا اللہ تو بھی اس سے محبت رکھ جو علی سے محبت رکھے تو یہ الفاظ "وال اور والاہ اور مولیٰ" کا مصدر ولایت ہے یا ولاء ہے جس کا معنیٰ محبت ہے تو ارشاد یہ ہے کہ "مسؤلون عن ولایۃ علی" جس کا معنیٰ ہے حضرت علی سے محبت کے بارے سوال کیا جائے گا کیونکہ ایمان واعمال کی قبولیت کا دارومدار محبت مرتضیٰ پر ہے ان کی محبت کے بغیر سب کچھ بیکار ہے۔

بغیر حب علی مدعا نہیں ملتا
عبادتوں کا بھی ہرگز صلہ نہیں ملتا
خدا کے بندو سنو غور سے خدا کی قسم
جسے علی نہیں ملتا اسے خدا نہیں ملتا۔

وہاں حب علی واہل بیت کے متعلق سوال کیا جائے گا اور خلافت بلافصل یا کلمہ علی ولی اللہ کا سوال اس لئے نہیں کیا جائے گا کہ اگر ایسا ہوا تو خود اولاد علی کے ائمہ اہل بیت اس سوال کا جواب (باقی حاشیہ اگلے صفحات پر)

اللہ، جبریل، مومنین مولیٰ ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ○ (پ۲۸ سورۃ التحریم آیت نمبر۴)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) دینے سے عاجز آجائیں گے کیونکہ انہوں نے نہ تو حضرت علی کو خلیفہ بلافصل تسلیم کیا اور نہ ہی علی ولی اللہ والا کلمہ پڑھا کسی معتبر اور ثقہ روایت سے ایسا ثبوت موجود نہیں بلکہ اس کے برعکس شیعہ کتب میں (ابتداء سے لے کر تا قیام قیامت پڑھا جانے والا) اہل سنت کا کلمہ موجود ہے ملاحظہ ہو اہل تشیع کی بلند پایہ کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" میں حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام کا فرمان وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"جب تم میں سے کسی کو موت حاضر ہو تو ابلیس اس کے ساتھ اپنے شیاطین کی طرف سے وکالت کرتا ہے اور حکم کرتا ہے کفر کا اور دین میں شک کرنے کا یہاں تک کہ جان نکل جائے پس جب تمہیں موت حاضر ہو تو تلقین کرو تم کہ وہ مردے کلمہ شہادت "ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ" پڑھیں حتیٰ کہ مرجائیں۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص۹۷ باب فی غسل المیت)

"اذان میں دونوں تکبیروں کے بعد شہادت توحید اور شہادت رسالت ہے کیونکہ اصل ایمان یہی ہے کہ وحدانیت خدا اور رسالت مصطفیٰ کی شہادت اس کے بعد حی علی الفلاح وغیرہ کہے۔"

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول باب وصف الصلوٰۃ ص۱۹۶-۱۹۵)

جواذان میں تیسری شہادت دے لعنتی ہے:

جو اذان میں تیسری شہادت (اشہد ان علیا ولی اللہ) کہے اس پر لعنت صحیح اذان وہی ہے جو ان کلمات سے خالی ہو اس میں زیادتی یا کمی کرنا جائز نہیں جو اذان میں آل محمد کی زیادتی کرے اس پر لعنت"۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص۱۸۸ باب فی الاذان والاقامت)

شب معراج حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جو اذان فرمائی اس میں یہی کلمات تھے جو (آج تک سنی ہی کہتے ہیں آپ نے اس میں اشہد ان علیا ولی اللہ نہ فرمایا'

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص۱۸۳ باب فی الاذان والاقامت)

"لقنوا امواتکم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اپنی اموات کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کیا کرو۔ (من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص۷۸ باب فی غسل المیت)

ولایت علی کرم اللہ وجہہ سے مراد محبت علی ہے کیونکہ آپ مولی المسلمین ہیں یعنی تمام مسلمانوں کے محبوب ہیں۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ" سے ظاہر ہے اگر ولایت کا معنیٰ خلافت ہو تو پھر ان دیگر آیات میں ترجمہ کیا ہو گا۔ مثلاً

ملک الموت میت کو موت کے وقت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کرتے ہیں۔ (ایضاً ص ۸۲)

"جنازے کی پہلی تکبیر کے بعد اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله کہے" (من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۰۱ باب فی الصلوٰۃ علی المیت)

شب معراج سنیوں والا کلمہ:

معراج کی شب ایک فرشتہ نے اذان دی جو اشهد ان عليا ولى الله سے خالی تھی (یعنی اس میں یہ کلمات نہیں تھے وہ اہل سنت والی اذان تھی) (تفسیر القمی جلد دوم ص ۱۱)

"اول چیزے کہ از بندہ بعد از مردن سوال می کنند لا اله الا الله محمد رسول الله" مرنے کے بعد سب سے پہلے میت سے جو چیز پوچھی جاتی ہے وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سوال ہے۔ (حیات القلوب جلد سوم ص ۱۱۳۸ از ملاں باقر مجلسی)

شب ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ میں ملاں باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ

وعلم سبزرا برکوہ قاف نصب کرد و برآں علم بسفیدی دو سطر نوشتہ بود لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کوہ قاف پر اہل سنت کا کلمہ:

ولادت کی رات جبرئیل نے ایک سبز جھنڈا کوہ قاف پر نصب کیا جس پر سفیدی سے دو سطروں میں لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(حیات القلوب جلد دوم ص ۵۹ از ملاں باقر مجلسی)

مقام غور ہے کہ سیاہ جھنڈا ابھی نہیں اور علی ولی اللہ بھی غائب جھنڈا بھی سنیوں والا اور کلمہ بھی سنیوں والا مزید ملاحظہ ہو:

تو بے شک ان کا مولا اللہ ہے اور جبریل ہے اور صالح المومنین اور اس کے بعد ملائکہ مدد پر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کس کا خلیفہ ہے؟

کیا اس مقام پر مولا کا معنیٰ خلیفہ ہی کیا جائے گا؟ اور اگر مولا کا معنیٰ صرف خلیفہ ہی

"وچوں نہ ماہ گزشت حق تعالیٰ بملائکہ ہر آسمان وحی نمود کہ فرود روید بسوی زمین دہ ہزار ملائکہ نازل شدند و بدست ہر ملک قندیلے از نور بود روشنی میداد بے روغن و بر ہر قندیلی نوشتہ بود لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" (حیات القلوب جلد دوم ص ۵۸ از ملاں باقر مجلسی)

اور جب نو ماہ گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان کے ملائکہ کی طرف وحی فرمائی کہ زمین پر جاؤ دس ہزار ملائکہ نازل ہوئے ہر فرشتے کے ہاتھ میں ایک قندیل تھی نور کی جو بغیر روغن کے روشنی دیتی تھی اور ہر قندیل پر لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

"امام حسن اس کی طرف بڑھے اور ایک ہاتھ سے اس کی ناک دوسری سے اس کی داڑھی پکڑ کر کہا: اے ابوسفیان! لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دو میں فوراً تمہاری شفاعت اپنے جد بزرگوار سے کرتا ہوں۔" (تاریخ ائمہ ص ۱۲۷ از غلام حسین نجفی)

قلم نے بھی یہی کلمہ لکھا:

ملاں باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ

"قلم هزار سال مدهوش گردید از شنیدن کلام الهی چون قلم بهوش آمد گفت پروردگارا چه چیز بنویسم فرمود که بنویسی لا اله الا الله محمد رسول الله چون قلم نام محمد راشنید بسجده افتاد" (جلاء العیون ص ۱۱۳ از ملاں باقر مجلسی)

قلم ہزار سال (کلام الٰہی سننے کی وجہ سے) مدہوش ہو گیا جب قلم کو ہوش آیا تو اس نے کہا پروردگار کیا چیز لکھوں؟ فرمایا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ جب قلم نے نام محمد سنا تو سجدہ ریز ہو گیا۔

عرش پر سنیوں والا کلمہ:

"آدم نظر کرد بسوی بالا دید برعرش نوشته بود لا اله الا الله محمد رسول الله" (جلاء العیون ص ۱۶)

آدم علیہ السلام نے اوپر دیکھا کہ عرش پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ الخ

ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کس کا خلیفہ ہے؟ وہ فرمارہا ہے کہ "فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ" اللہ مولا ہے۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے کہ

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ۝

(پ۲۶ سورۂ محمد آیت نمبر ۱۱)

یہ اس لئے کہ مسلمانوں کا مولیٰ اللہ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

کیا اس مقام پر بھی مولیٰ کا معنیٰ خلیفہ اور ولایت کا معنیٰ خلافت ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو کیا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا خلیفہ ہے؟

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے کہ

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۝

(پ۳ سورۃ البقرہ آخری آیت)

اے رب ہمارے ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار نہ ہو اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر مہر کر تو ہمارا مولیٰ ہے تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

کیا اس مقام پر مولیٰ کا معنیٰ خلیفہ ہے؟ کیا ان آیات بینات کی تفسیر میں قرون اولیٰ سے لے کر قرن حاضر تک کے کسی شیعہ یا سنی مفسر نے مولیٰ کا معنیٰ یا اس کی تفسیر میں خلیفہ تحریر کیا ہے؟ اگر کوئی مجتہد، عالم، مناظر مجھے اس کی نشاندہی فرمادیں تو میری نسلوں پر بھی ان کا احسان ہوگا اور میں بمع اپنی ساری نسل کے تاقیامت اس حضرت کا ممنون احسان رہوں گا۔

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

مولیٰ کا معنیٰ خلیفہ کرنا ممکن ہی نہیں:

میرا کھلم کھلا چیلنج ہے کہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا عالم مولیٰ کا معنیٰ کسی کتاب سے

خلیفہ ثابت نہ کرسکا ہے نہ ہی کرسکتا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے مندرجہ بالا آیات میں بھی معنیٰ خلیفہ ہی کرنا پڑے گا اور ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ ذات باری تعالیٰ کو کسی شخصیت کا خلیفہ تسلیم کیا جائے۔

فلہٰذا یہ بات متحقق ہوگئی کہ مولیٰ کا یا والی کا معنیٰ، مددگار، محب، محبوب، قریب، آقا وغیرہ تو ہوسکتا ہے مگر خلیفہ نہیں ہوسکتا پس آیت کریمہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ الخ سے حضرت مولائے کائنات کی خلافت کا استدلال اسی طرح باطل ہے جس طرح مسئولون عن ولایۃ علی میں ہے۔

معلوم ہوا خلافت مولائے کائنات جو کہ بالفصل ہے اور تینوں خلفاء راشدین کی خلافت کے بعد واقع ہوئی ہے اس پر یہ آیت دلیل نہیں ہے۔ اس پر دیگر بہت سے دلائل قاہرہ موجود ہیں اور حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بلافصل نہیں ہیں بلکہ آپ چوتھے خلیفہ راشد (فی الحقیقت وفی الواقعہ) ہیں۔

تو روایت مندرجہ بالا کا مفہوم واضح ہوگیا کہ بروز محشر لوگوں کو روک کر خلافت علی بلا فصل کا نہیں پوچھا جائے گا بلکہ ان کی مودت والفت ان سے رشتہ محبت کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ کیا تم نے میرے بعد ان سے محبت رکھی تھی؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ: اُذن واعیہ ہیں

آیت نمبر ۱۶:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ۝ (پ۲۹ سورۃ الحاقہ آیت نمبر ۱۲)

اور اسے محفوظ رکھے وہ کان کہ سن کر محفوظ رکھتا ہو

حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: اے علی! ''میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ تجھے اذن واعیہ فرمادے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی فرمادیا''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

''میں جو کلام بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا ہوں اسے یاد کر لیتا ہوں اور بھولتا نہیں ہوں۔''

(تنویر الازہار ترجمہ نورالابصار ص ۲۷۰ مطبوعہ فیصل آباد)

جامع ترمذی میں یہ روایت امیر المومنین حضرت سیدنا مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور مناقب ابن مردودیہ تفسیر ثعلبی اور واحدی میں بروایت حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ نبی کریم رؤف و رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

''اے علی! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں تم کو اپنے نزدیک رکھوں اور دور نہ کروں اور تمہیں تعلیم و تفہیم کروں کیونکہ تم سمجھتے ہو، دریافت کرتے ہو اور پا لیتے ہو' جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس طرح فرمایا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(کوکب دری از علامہ صالح کشفی ترمذی ص ۱۳۹)

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کرتا اور اگر نہ پوچھتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود مجھے تعلیم فرمادیا کرتے چنانچہ آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا

''اگر میرے لئے مسند بچھا دی جائے اور میں اس پر بیٹھ جاؤں تو میں توریت والوں کو توریت سے، انجیل والوں کو انجیل سے اور قرآن والوں کو قرآن سے ان کی کتابوں سے فیصلہ کر سکتا ہوں۔ جو آیت جنگل میدان پہاڑ، رات، دن جس وقت جہاں پر نازل ہوئی ہے میں اس کے متعلق جانتا

ہوں کہ کس کے بارے اور کس چیز کے متعلق نازل ہوئی ہے۔''

(ینابیع المودۃ اردو ص ۱۹۴ از علامہ سلیمان قندوزی)

المناقب میں اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ جب حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کوفہ میں تشریف لائے تو آپ چالیس دن صبح کی نماز میں سبح اسم ربك الاعلى کی تلاوت فرماتے رہے کسی شخص نے آپ کی اس بات پر اعتراض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا،

''میں (قرآن کی) ناسخ و منسوخ، محکم اور متشابہ آیات کو جانتا ہوں اور کوئی ایسا حرف نازل نہیں ہوا جس کی حقیقت کو میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے نازل ہوا کس دن نازل ہوا اور کس مقام پر نازل ہوا۔

کیا تم اس آیت کو نہیں پڑھتے کہ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝ یہ بات پہلے صحائف میں سے ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحف میں موجود ہے اللہ کی قسم یہ صحیفے میرے پاس موجود ہیں میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ علیہما السلام سے بطور وراثت کے حاصل کئے ہیں۔

اللہ کی قسم! میں وہ شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بارے یہ آیت نازل فرمائی ''وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝'' اگر ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو آپ ہمیں وحی سے آگاہ فرماتے تھے۔ میں اس بات کو محفوظ رکھتا تھا اور لوگ اس کو فوت کر جاتے تھے۔ جب ہم لوگ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سے) باہر نکلتے تھے تو یہ لوگ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی کیا کہا تھا؟

(ینابیع المودۃ اردو ص ۱۹۵-۱۹۴ از علامہ سلیمان قندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ)

یعنی کہ حضرت مولائے کائنات شیر خدا کرم اللہ وجہہ کو وہ حافظہ جناب باری تعالیٰ نے ودیعت فرمادیا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سن لیتے پھر اسے کبھی نہ

بھولتے اور آپ حضور علیہ السلام کی گود مبارک میں تربیت پانے والے تھے تو نبی اکرم علیہ السلام کی حیات طیبہ کا ایک ایک گوشہ آپ کی نظروں کے سامنے تھا اور ہر لمحہ آپ کو یاد تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ سے پہلے تینوں خلفاء راشدین کے ادوار خلافت میں مسند قضاء پر آپ ہی کی ذات گرامی مسلسل فائز رہی اور فیصلے آپ ہی فرماتے رہے حتیٰ کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد مرتبہ فرمایا کہ اللّٰھم انی اعوذبك من معضلة ليس كما ابا الحسن اور فرمایا: لو لا علي لهلك عمر یا اللہ میں اس مشکل سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کے حل کے لئے ابوالحسن (حضرت علی) موجود نہ ہوں اور اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ (الصواعق المحرقہ والریاض النضرہ وغیرہ)

اور پھر حضرت مولائے کائنات کے علاوہ کسی شخصیت نے برسر منبر یہ دعویٰ نہ فرمایا کہ مجھ سے جو چاہو پوچھو میں بتاؤں گا۔ فرش کی ہی نہیں عرش کی پوچھو، توریت، زبور، انجیل، قرآن سے پوچھو میں بتاؤں گا" سلوني عما دون العرش اور سلوني قبل ان تفقدوني " کے دعوے صرف اور صرف اسی مولیٰ کے ہیں جو تعيها اذن واعية کا مصداق ہے۔

میرے آقا علیہ السلام نے اسی لئے تو ارشاد فرمایا ہے کہ أنا مدينة العلم وعلي بابها میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہے اور جامع الترمذی کی روایت کے مطابق أنا دار الحكمة وعلي بابها فرمایا گیا اور علم و حکمت کے لئے حسن حفظ یعنی حافظہ کا قوی ہونا لازمی و ضروری ہے۔ اگر حافظہ قوی نہ ہوگا تو کچھ یاد ہی نہ رہے گا اور ایسا علم و حکمت بے کار جو یاد نہ ہو تو اس علم و حکمت کو محفوظ رکھنے کے لئے مولائے کائنات کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ اس لئے کہ وَ تَعِیَهَآ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ○ انہی کی ذات ستودہ صفات ہے۔

باغ بہشت کا وہ گل تازہ علی ہے
نبی ہے شہر علم تو دروازہ علی ہے

سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے

آیت نمبر ۱۷:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ

(پ ۲۷ سورۃ الطور آیت نمبر ۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی اتباع کی ہم انہیں ان کی اولاد کے ساتھ ملا دیں گے۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے فرمایا کہ جنت میں چار آدمی سب سے پہلے داخل ہوں گے میں، تو، حسن اور حسین (علیہم السلام) اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے پیچھے ہوگی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے پیچھے ہوں گی اور ہمارے شیعہ (متبعین) ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کا اس کے درجہ میں رفع کرے گا اگرچہ عمل میں وہ ان سے کم تر ہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔[2]

الدیلمی نے بیان کیا ہے۔

"اے علی! اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری اولاد تیرے بچوں تیرے اہل اور تیرے

---

[1] واخرج الطبراني انه صلى الله عليه وسلم قال لعلي: اول اربعة يدخلون الجنة أنا وانت والحسن والحسين وذريتنا خلف ظهورنا وازواجنا خلف ذريتنا وشيعتنا عن ايماننا وشمائلنا

(الصواعق المحرقہ ص ۱۶۱ مطبوعہ مجیدیہ ملتان)

[2] وعن ابن عباس ان الله يرفع ذرية المومن معه فى درجته وان كانوا دونه فى العمل ثم قرء "والذين امنوا واتبعتهم ذريتهم بايمان الحقنابهم ذريتهم الآيت

(الصواعق المحرقہ ص ۱۶۱ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

شیعوں (تبعین) کو بخش دیا پس خوش ہو جاؤ کیونکہ تو حوض کوثر سے پیٹ بھرنے والا ہے۔‘‘ [۱]

اسی طرح یہ روایت بھی ہے کہ

’’تم اور تمہارے شیعہ (تبعین) حوض کوثر پر سیراب، سفید روصورت میں آئیں گے اور تمہارے دشمن پیاسے اور سر اونچا کئے ہوں گے۔‘‘ [۲]

یادر ہے کہ ان احادیث مبارکہ میں شیعہ سے مراد پیروکار اور شیعانِ علی سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پیروکار اور ان کا وہ گروہ ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقام و مرتبہ کو بھی دل و جان سے تسلیم کرتا ہے اور اگر ایسا شیعہ ہے کہ جو صحابہ کرام کا بغض رکھتا ہے تو وہ شیعانِ علی سے نہیں بلکہ وہ رافضی ہے اس لئے شیعیت اور رافضیت میں تمیز نہایت ضروری ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار میں لفظ شیعیت استعمال نہیں فرمایا بلکہ لفظ رافضیت استعمال فرمایا ہے ملاحظہ ہو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ان کان رفضا حب آل محمد

فلیشهد الثقلان انی رافض

(الصواعق المحرقہ ص ۱۳۳ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان شریف)

اگر آل محمد کی محبت رفض ہے تو جن اور انسان گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہی ہوں۔

ایک اور شعر میں آپ فرماتے ہیں کہ

ان کان حب الولی رفضا

فانی ارفض العباد (الصواعق المحرقہ ص ۱۳۳)

۱ واخرج الدیلمی یا علی ان الله قد غفر لك ولذريتك ولولدك ولاهلك ولشيعتك فابشر فانك الانزع البطين (الصواعق المحرقہ ص ۱۰۱)

۲ انت وشيعتك تردون على الحوض رواء مرويين مبيضة وجوهكم وان عدوك يردون على الحوض ظلماء مقمحين (الصواعق المحرقہ ص ۱۶۱)

اگر ولی (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کی محبت رفض ہے تو بے شک میں سب سے بڑا رافضی ہوں۔

ایک روایت میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنت میں داخل ہوں گے تو وہ اس روایت کے منافی نہیں بندۂ ناچیز کے ناقص ذہن وخیال کے مطابق دونوں روایات درست ہیں اور دونوں میں تطبیق کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک (پنجتن پاک علیہم السلام) کے بعد سب سے پہلے جنت میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل ہوں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے یہ نفوس قدسیہ اور اصحاب رسول رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے سب سے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ بھی احتمال ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام نے (یہ جو) ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے تبعین ہمارے دائیں بائیں ہوں گے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عامۃ المسلمین تبعین تو حضور کے ساتھ ساتھ جنت میں داخل ہوں اور ان سب کے سردار افضل الخلق بعد الانبیاء رضی اللہ عنہ ان میں شامل نہ ہوں لہٰذا پہلے آپ رضی اللہ عنہ ان پہلے داخل ہونے والوں کے ساتھ ہی ہوں گے اور ان سب (اصحاب رسول و آل رسول) کے دشمنوں کا وہی حال ہوگا جو حدیث مندرجہ بالا میں بیان فرمایا گیا ہے اور آیت کریمہ سے اگر کم عمل والی ذریت کا اپنے آباؤ اجداد سے ملنا (عام مسلمانوں کے لئے) ثابت ہے تو پھر کامل عمل والے اصحاب رسول کا رسول سے ملنا کیوں ثابت نہیں فلہٰذا وہ بطریق اولیٰ ثابت و واضح ہے۔

ان کا باپ صالح تھا الآیت

عام ولی اللہ کی اولاد کے سلسلہ میں قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جب ایک دیوار کو (جو کہ گرنے کے قریب تھی) سیدھا فرما دیا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ

السلام نے ان سے کہا کہ ان قریہ والوں نے (ہماری بھوک کا لحاظ نہ کیا اور طلب کرنے پر بھی) ہمیں کھانا نہ دیا حالانکہ ہم مسافر تھے اور ہمارا حق تھا کہ ہماری مہمانی کی جاتی اور آپ ان کی دیوار سیدھی (مرمت کرکے) فرما رہے ہیں تو حضرت خضر علیہ السلام نے جواباً فرمایا کہ

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا (پ۱۶ سورۂ کہف آیت نمبر ۸۲)

اور وہ دیوار شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان (یتیموں) کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا (اللہ کا ولی تھا)

تو ایک عام ولی اللہ (جو کہ امت محمدیہ میں سے بھی نہیں) اس کی نسبت کی وجہ سے اس کے بیٹوں سے یہ حسن سلوک کیا جا رہا ہے اور جو شخصیت امت محمدیہ سے بھی ہو اہل بیت مصطفیٰ سے بھی ہو اور منبع ولایت بھی ہو اس کا مقام اور اس کی اولاد کا مرتبہ کیا ہوگا؟

آج کل بہت سے بدبخت و کج عقیدہ لوگ منہ بھر کر کہتے ہیں کہ قیامت کے روز کوئی رشتہ داری کام نہیں آئے گی جب کہ اللہ کریم فرما رہا ہے کہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی اتباع کی ہم انہیں ان کی اولاد کے ساتھ ملا دیں گے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو کہتے ہیں کہ قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت نفع نہیں دے گی جبکہ میری قرابت دنیا و آخرت میں متصل رہے گی اور اے لوگو! میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں۔''[1]

[1] ما بال يقولون : ان رحم رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تنفع يوم القيمة بلى ان رحمى موصولة فى الدنيا والأخرة وانى ايها الناس فرط لكم على الحوض

(الشرف المؤبد لآل محمد ص ۱۴۲ از علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی)

مزید ارشاد فرمایا کہ

قیامت کے دن تمام سبب ونسب اور دامادی کے رشتے منقطع ہو جائیں گے مگر میرے سبب ونسب اور دامادی کا رشتہ منقطع نہیں ہوگا۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی اولاد پاک کا حسبی نسبی تعلق اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کا دامادی رشتہ قیامت کو بھی ختم نہ ہوگا اور ان کو اس رشتہ سے نفع ضرور پہنچے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ

''میرے سبب ونسب کے سوا قیامت کے روز تمام سبب ونسب منقطع ہو جائیں گے اور ہر عورت کی اولاد کا عصبہ سوائے اولاد فاطمہ کے بیٹے کے اپنے باپ سے ہوگا کیونکہ میں ان کا باپ اور عصبہ ہوں۔''

(برق سوزاں اردو ترجمہ الصواعق المحرقہ ص ۵۲۷ مطبوعہ فیصل آباد)

قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں

''رسول کریم اس بات سے راضی ہو گئے کہ آپ کے اہل بیت سے کوئی آدمی آگ میں داخل نہ ہو۔''

حاکم نے صحیح روایت بیان کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اہل بیت میں سے جو شخص توحید اور میرے متعلق یہ اقرار کرے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا ہے اسے وہ عذاب نہیں دے گا۔''

مزید ارشاد فرمایا کہ

''میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص آگ

[1] كل سبب و نسب وصهر ينقطع يوم القيمة الا سببى و نسبى و صهرى .

(ایضاً ص ۳۸/۵۵)

میں داخل نہ ہو تو اللہ نے میری دعا قبول فرمالی۔''

(برق سوزاں ترجمہ اردو الصواعق المحرقہ ص ۴۳۷)

بہت سارے مفسرین کرام نے یہ آیت کریمہ

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ (پ۳۰ سورۃ والضحیٰ آیت نمبر ۵)

اور بے شک قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے

کے تحت مندرجہ بالا احادیث کو نقل فرما کر اس کی تفسیر کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ اہل بیت کا کوئی فرد جہنم میں نہیں جائے گا۔

تو کیا ان دلائل و براہین کو پڑھ لینے کے بعد بھی کوئی یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کوئی نفع نہ دے گی۔ ایسا شخص ازلی بد بخت بد عقیدہ بے ایمان نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر ہر صالح مسلمان کی اولاد کو اپنے آباؤ اجداد کی صالحیت سے نفع مل سکتا ہے اور وہ قیامت کو اپنے آباء صالحین سے ملحق ہوگی تو آل علی و اولاد نبی بھی اپنے آباء کرام سے ضرور ملادی جائے گی۔

جنتیوں اور جہنمیوں کی پہچان بروز محشر

آیت نمبر ۱۸:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ

(پ۸ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۴۷)

اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو سب کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے۔

ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اعراف پل صراط پر ایک بلند جگہ ہے جہاں حضرت عباس، حضرت حمزہ

حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت جعفر طیار کھڑے ہو کر اپنے محبوں کو سفید رو اور بغض رکھنے والوں کو سیاہ رو ہونے کی وجہ سے پہچان لیں گے۔'' (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

آیت کریمہ کی تفسیر اور اس (مندرجہ بالا تفسیر) کی تشریح اس آیت مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (پ۴ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۰۷-۱۰۶)

جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ اور وہ جن کے منہ سفید ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

دونوں آیات اور حدیث مبارکہ کو ملانے سے نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت علی المرتضیٰ اور دوسرے حضرات (جن کا ذکر حدیث پاک میں ہے) رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبغضین کے منہ کالے ہوں گے اور وہ عذاب چکھائے جائیں گے اور ان کے محبین کے چہرے سفید (چمکدار) ہوں گے اور وہ اللہ کی رحمت (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے۔ معلوم ہوا کہ اُن حضرات کی محبت ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔

ل قوله تعالى: "وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ" اخرج الثعلبي في تفسير هذه الآية عن ابن عباس رضي الله عنهما انه قال: الاعراف موضع عال من الصراط عليه العباس وحمزة وعلي بن ابي طالب وجعفر ذوالجناحين يعرفون محبيهم ببياض الوجوه ومبغضهم بسواد الوجوه (الصواعق المحرقہ ص ۱۶۹ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

تمام اصحاب رسول محبین علی مرتضیٰ ہیں

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی بھی مبغض علی نہیں ہے کیونکہ ان کی علامات میں سے ایک علامت ان کے چہروں کی چمک خود ذات باری تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔

ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ

(پ ۲۶ سورۃ الفتح آیت نمبر ۲۹ آخری آیت)

(حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (صحابہ کرام علیہم الرضوان) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت (سجدوں کے نشانات کی چمک سے) ان کے چہروں میں ہے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں۔

اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم کی مندرجہ بالا بیان کردہ علامات میں سے ایک علامت ان کے چہروں کی چمک بھی ہے جو بالخصوص توریت وانجیل میں (بھی) بیان کی گئی ہے۔

تو قیامت کے روز چہرے محبین علی کے سفید اور چمکدار ہوں گے لہٰذا ان صحابہ کرام کے چہروں کی چمک ثابت کرتی ہے کہ یہ سب محبان علی مرتضیٰ ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی مبغض علی نہیں تھا۔

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر وعمر عثمان وعلی
ہم مسلک ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں[1]

اور بقول تاجدار بریلی علیہ الرحمت

ترے چاروں ہمدم ہیں یک جان ویک دل
ابوبکر فاروق ، عثمان علی ہے

اہل ذکر سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں

آیت نمبر ۱۹:

ارشاد ربانی ہے کہ

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(پ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۷)

پوچھو اہل ذکر (وعلم) سے اگر تم خود (حقیقت حال) کو نہیں جانتے۔

مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا "نَحْنُ اَهْلُ الذِّكْرِ" ہم اہل ذکر ہیں ہم سے پوچھو ہم تمہیں حقائق سے باخبر کریں گے۔ (امام ابن جریر نے حضرت جابر جعفی سے ایسے ہی بیان کیا)

(تفسیر قرطبی بحوالہ تفسیر ضیاء القرآن جلد اول ص ۱۵۵ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

معلوم ہوا کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم منبع علم وحکمت ہیں۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ

---

[1] مولانا ظفر علی خان نے "ہم مرتبہ ہیں یاران نبی" کہا ہے حالانکہ یہ بات عقیدہ اہل سنت کے برعکس ہے کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق سب سے افضل مرتبہ حضرت سیدنا صدیق اکبر کا ہے پھر حضرت عمر، حضرت عثمان اور پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا مرتبہ ہے۔ (رضوان اللہ علیہم) ایسے ہی قرآن وسنت سے ثابت ہے اس کی تفصیل کے لئے ناچیز کی تالیف "مناقب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ" کا مطالعہ فرمائیے۔ اس میں قرآن وحدیث اقوال صحابہ واہل بیت سے یہ مسئلہ واضح کیا گیا ہے۔ ۱۲ محمد مقبول احمد سرور

"جس شخص نے آدم علیہ السلام کو ان کے علم کے اعتبار سے نوح علیہ السلام کو ان کے فہم کے اعتبار سے ابراہیم علیہ السلام کو ان کے حلم کے اعتبار سے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو ان کے زہد کے اعتبار سے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے بطش کے اعتبار سے دیکھنے کا ارادہ کیا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیکھے۔" [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"جس نے ارادہ کیا ہو کہ حلم ابراہیم کا نظارہ کرے حکم نوح کا مشاہدہ کرے اور جمال یوسف کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ وہ علی ابن ابی طالب کو دیکھا کرے۔" [2] (علیہم السلام وکرم اللہ وجہہ)

تو جو شخصیت اس قدر فضائل وکمالات کی حامل ہو اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ اعلان کرے کہ "نَحْنُ اَهْلَ الذِّكْرِ" ہم ہیں اہل علم و ذکر ہم سے پوچھو جو پوچھو گے ہم بتائیں گے۔

علم مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

"علم کے دس حصوں سے نو حصے علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیا گیا ہے اور ۱ عن ابی الحمراء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من اراد ان ينظر الى آدم في علمه والى نوح في فهمه والى ابراهيم في حلمه والى يحيىٰ بن زكريا في زهده والى موسىٰ بن عمران في بطشه فلينظر الى علي بن ابي طالب" اخرجه القزويني الحاكمي

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ جلد ثانی ص ۱۹۶ مطبوعہ فیصل آباد)

۲ من اراد ان ينظر الى ابراهيم في حلمه والى نوح في حكمه والى يوسف في جماله فلينظر الى علي ابن ابي طالب: خرجه الملأ في سيرته (الریاض النضرۃ جلد ثانی ص ۱۹۶)

خدا کی قسم علم کے باقی ماندہ دسویں حصہ میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔"

(شرف سادات اردو ترجمۃ الشرف المؤبد لآل محمد ص ۱۵۸)

عالم کتاب (قرآن کریم) مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

آیت نمبر ۲۰:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ۝ (پ ۱۳ سورۂ رعد آیت نمبر ۴۳)

اور کافر کہتے ہیں تم رسول نہیں تم فرماؤ اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے۔

محدث حنبلی (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس کہ کتاب کا علم ہے وہ شخص حدیث "أنا مدينة العلم وعلي بابها" کے بموجب علی ابن ابی طالب ہیں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا جس شخص کے پاس کتاب کا علم ہے کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

(کوکب دری ص ۱۶۰ از علامہ صالح کشفی ترمذی حنفی)

ثعلبی اور ابن مغازی نے اپنی اپنی مسندوں میں عبداللہ بن عطا سے روایت کیا ہے کہ امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں مسجد میں موجود تھا۔ میں نے عبداللہ بن سلام کے فرزند کو دیکھا اور کہا کہ یہ اس شخص کا فرزند ہے جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے۔ امام نے فرمایا (یہ نہیں ہے بلکہ) اس سے حضرت علی بن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ الکریم) کی

ذات مقصود ہے۔

ثعلبی اور ابونعیم نے اپنی اپنی مسندوں میں حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص کے پاس کل کتاب کا علم ہے وہ حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔

فضیل بن یسار امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت ''مَــنْ عِـنْـدَهٗ عِـلْـمُ الْكِتَـابِ '' حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ آپ ہی اس امت کے عالم ہیں۔

ایک دوسری روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے مراد ہمیں لیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم سے افضل و اولیٰ اور ہم سب سے بہتر ہیں۔

(ینابیع المودۃ اردو ص ۱۶۸ از شیخ سلیمان قندوزی حنفی)

عطیہ عوفی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت ''قَـالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ '' کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد میرے بھائی سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے وزیر (آصف بن برخیا) ہیں۔ میں نے حضرت سے اللہ تعالیٰ کی اس آیت کے متعلق سوال کیا ''قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آیت میرے بھائی علی ابن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ) کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(ینابیع المودۃ اردو ص ۱۶۹ از علامہ سلیمان قندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ)

حضرت علی اور سورۂ فاتحہ کی تفسیر (کرم اللہ وجہہ الکریم)

اس سے قبل ہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علم کے بیان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد نقل کیا۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ

''حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے (ایک مرتبہ) مجھے فرمایا: اے ابن

عباس! عشاء کی نماز ختم کر کے جبانہ کی طرف آ جانا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نماز پڑھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو چاندنی رات میں آپ نے مجھے فرمایا: ''الحمد کے الف کی کیا تفسیر ہے؟''

میں نے عرض کی مجھے معلوم نہیں آپ نے پوری ایک ساعت (ایک گھنٹہ) الحمد کے الف کی تفسیر فرمائی اور مجھے فرمایا ''الحمد کے لام کی تفسیر کیا ہے؟''

میں نے عرض کی میں نہیں جانتا: آپ نے پورا گھنٹہ الحمد کے لام کی تفسیر کی اور فرمایا ''الحمد کے حاء کی تفسیر کیا ہے؟''

میں نے کہا! مجھے علم نہیں: آپ نے پوری ایک ساعت حا کی تفسیر کی اور فرمایا! ''الحمد کے میم کی کیا تفسیر ہے؟''

میں نے کہا میں نہیں جانتا! آپ نے پوری ایک ساعت میم کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ''الحمد کے دال کی کیا تفسیر ہے؟''

میں نے کہا میں نہیں جانتا تو آپ نے طلوع فجر تک الحمد کی دال کی تفسیر کرنے کے بعد فرمایا: اے ابن عباس اب اپنے گھر جا کر اپنے فرض کی تیاری کرو! میں وہاں سے اٹھا تو مجھے سب کچھ یاد تھا چنانچہ میں اس پر غور کرنے لگا تو مجھے معلوم ہوا کہ قرآن کے بارے میرا علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے سمندر کے مقابلے میں چھوٹا سا حوض۔[1]

---

[1] وعن ابن عباس قال: قال لی علی: یا ابن عباس اذا صلیت العشاء الآخرة فالحق الی الجبانة قال: فصلیت ولحقته وکانت لیلة مقمرة قال فقال لی: ما تفسیر الالف من الحمد؟ فقلت لا اعلم فتکلم فی تفسیرها ساعة تامة ثم قال: ما تفسیر اللام من الحمد؟ قلت: لا اعلم فتکلم فیها ساعة تامة ثم قال: ما تفسیر الحاء من الحمد؟ قال قلت لا اعلم فتکلم فیها ساعة تامة ثم قال ما تفسیر المیم من الحمد؟ قال: قلت لا اعلم قال فتکلم فی تفسیرها ساعة تامة قال فما تفسیر الدال من الحمد؟ قال قلت لا ادری فتکلم فیها الی ان بزغ عمود الفجر قال: وقال لی قم یا ابن عباس الی منزلك فتاهب لفرضك فقمت وقدوعیت ما قال ثم تفکرت اذا علمی بالقرآن فی علم علی کالقرارة فی البحر (الشرف المؤبد لآل محمد ص ۸۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ہے اور میرا علم علی کے علم سے ہے میرا اور سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا علم حضرت علی کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے سات سمندروں کے مقابل ایک قطرہ ہو۔''[۱]

حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا آپ فرمارہے تھے ''مجھ سے پوچھو: خدا کی قسم تم جو بھی پوچھو گے میں تمہیں بتاؤں گا۔

مجھ سے کتاب اللہ کے بارے سوال کرو: خدا کی قسم ایسی کوئی آیت نہیں جس کے بارے مجھے معلوم نہ ہو۔ رات کو نازل ہوئی ہے یا دن کو، میدان میں نازل ہوئی ہے یا پہاڑ پر، اگر میں چاہوں تو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹوں کو بھر دوں۔[۲]

ان تمام دلائل و براہین سے واضح ہوا کہ حضرت مولائے کائنات علیہ السلام منبع علم قرآن میں اور علوم انبیاء کے وارث ہیں پھر شہر علم نبوت کا دروازہ ہیں۔ اس لئے آیت کریمہ مندرجہ بالا میں (اگرچہ عام طور پر مفسرین نے ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' کے

---

[۱] وقال ابن عباس: علم رسول اللہ من علم اللہ وعلم علی من علم رسول اللہ وعلمی من علم علی وما علمی وعلم اصحاب محمد فی علم علی الا کقطرۃ فی سبعۃ ابحر

(الشرف المؤبد آل محمد للنبہانی ص ۸۱ مطبوعہ فیصل آباد)

[۲] قال ابو الطفیل: شہدت علیا یخطب وھو یقول "سلونی فو اللہ لا تسألونی عن شیء الا اخبرتکم بہ سلونی عن کتاب اللہ فو اللہ ما من آیۃ الا وانا اعلم أبلیل نزلت ام بنہار ام فی سہل ام فی جبل ولو شئت او قرت سبعین بعیرا من تفسیر فاتحۃ الکتاب

(الشرف المؤبد آل محمد ص ۸۲ مطبوعہ فیصل آباد)

تحت تمام علماء کو مراد لیا ہے لیکن جن علماء نے حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کو اس آیت کی تفسیر میں زینت بنایا ہے وہ بھی درست ہے آپ ہی کے متعلق فرمایا گیا کہ ''قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝'' جس کے پاس علم الکتاب ہے وہ علی مرتضیٰ ہی ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نفس رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

آیت نمبر ۲۱:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝

(پ ۳ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۶۱)

پھر اے محبوب جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کرے بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا ان سے فرما دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

علامہ ابن کثیر دمشقی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

''اس آیت میں اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم ہوا ہے ابن مردویہ میں ہے کہ عاقب اور طیب (نصاریٰ کے وفد کے سردار) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے انہیں ملاعنہ کے لئے کہا اور صبح کو حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین (علیہم السلام) کو لئے ہوئے آپ تشریف لائے اور انہیں کہلا بھیجا انہوں نے قبول نہ کیا اور خراج دینا منظور کرلیا آپ نے فرمایا: اس کی قسم جس نے

مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر یہ دونوں ''نہیں'' کہتے (یعنی مباہلے کے لئے آ جاتے) تو ان پر بھی وادی آگ برساتی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''نَدْعُ اَبْنَاءَنَا'' والی آیت انہی کے بارے نازل ہوئی ہے۔ ''اَنْفُسَنَا'' سے مراد خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ''اَبْنَاءَ نَا'' سے مراد حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام ''نِسَاءَ نَا'' سے مراد حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا ہیں۔[1]

امام استاذ الحاکم نیشاپوری لکھتے ہیں کہ

''چنانچہ فریقین اس بات پر رضامند ہو گئے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ہاتھ پکڑا امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ آگے لگایا اور فرمایا

''میں اپنے اہل و عیال کو لے آیا ہوں تم اپنے اہل و عیال کو لے آؤ میں اپنی بیٹی بیٹوں کو لے آیا ہوں تم اپنی بیٹی، بیٹوں کو لے آؤ میں اپنی جان یعنی علی المرتضیٰ کو لے آیا ہوں تم اپنی جانوں کو لے آؤ۔''

عیسائی آپ کے اس عمل سے ڈر گئے انہوں نے کہا ہم صلح کرنا چاہتے ہیں۔

(شرف النبی اردو ص ۲۵۰-۲۰۹)

آیت کریمہ میں ''انفسنا'' سے جو مفسرین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مراد لیا

---

[1] عن جابر، قال: قدم على النبى صلى الله عليه وسلم العاقب والطيب فدعاهما الى الملاعنة فواعداه على ان يلاعناه الغداة قال: فغدا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخذ بيد على وفاطمه والحسن والحسين ثم ارسل اليهما فأبيا ان يجيبا واقراله بالخراج قال: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى بعثنى بالحق لو قالا: "لا" لا مطر عليهم الوادى نارا" قال جابر وفيهم نزلت "تعالوا ندع ابناء نا وابناء كم ونساء نا ونساء كم وانفسنا وانفسكم" قال جابر: "وانفسنا وانفسكم" رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى ابن ابى طالب "ابناءنا" الحسن والحسين "ونساء نا" فاطمه (عليهم السلام)

(تفسیر ابن کثیر از حافظ عماد الدین المعروف ابن کثیر دمشقی جلد ثانی ص ۹۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ہے جیسا کہ مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ

''بعض نے فرمایا کہ اس سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں۔''

(تفسیر نعیمی جلد سوم ص ۴۷۵)

تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہو گئے۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ) اور وہ اس وجہ سے کہ حضور کی مثل ہیں۔ تمام اصحاب رسول اور تمام انبیاء کرام سے بھی افضل ہو گئے جیسا کہ روافض کا عقیدہ ہے[1] بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نبی نہ ہونے کی وجہ سے کبھی بھی حضور علیہ السلام

---

[1] بعض اجل علماء مفسرین شیعہ حضرات نے یہ لکھا ہے کہ حضرت علی کو نفس رسول کہا اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام انبیاء سابقین سے افضل ہیں تو ایسا ہونا بہر کیف باطل و محال ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

كان رجل فى الرى يقال محمود بن الحسن الحمصى وكان معلم الاثنى عشرة وكان يزعم ان عليا رضى الله عنه افضل من جميع الانبياء سوى محمد عليه السلام قال: والذى يدل عليه قوله تعالىٰ "وانفسنا وانفسكم" وليس المراد بقوله "وانفسنا" نفس محمد صلى الله عليه وسلم لان الانسان لا يدعوا نفسه بلى المراد به غيره واجمعوا ان ذلك الغير كان على ابن ابى طالب رضى الله عنه فدلت الآية على ان نفس على هى نفس محمد صلى الله عليه وسلم

(تفسیر کبیر للامام الرازی جلد سوم ص ۲۴۸)

رے میں ایک شخص محمود بن حسن الحمصی تھا اور وہ اثنا عشری (شیعہ) کا معلم تھا اس کا گمان تھا کہ حضرت علی تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے سوائے حضور نبی اکرم (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے افضل ہیں۔ اس نے (اپنے اس اس دعویٰ پر دلیل دیتے ہوئے) کہا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ''وانفسنا وانفسکم'' تم اپنی جانیں لے آؤ میں اپنی جان لے آتا ہوں اس سے مراد نفس محمد علیہ السلام نہیں ہے اس لئے کہ انسان اپنے نفس کو بلاتا نہیں ہاں اس سے مراد اس کا غیر ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ وہ غیر (نفس) حضرت علی تھے پس یہ آیت دلیل ہے کہ نفس علی (ہی) نفس رسول ہے۔''

(باقی حاشیہ اگلے صفحات پر)

کے مساوی نہیں ہو سکتے اس لئے کہ ارشاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) مزید دلائل دیتے ہوئے محمود الحمصی نے کہا کہ:

فالمراد ان هذه النفس مثل تلك النفس وذلك يقتضي الاستواء في جميع الوجوه ترك العمل بهذا العموم في حق النبوة وفي حق الفضل لقيام الدلائل على ان محمدا صلى الله عليه وسلم كان نبيا وما كان علي كذلك ولا نعقاد الاجماع على ان محمدا صلى الله عليه وسلم كان افضل من علي رضي الله عنه فبقي فيما وراه معمولا به ثم الاجماع دل على ان محمدا عليه السلام كان افضل من سائر الانبياء عليهم السلام فيلزم ان يكون علي افضل من سائر الانبياء فهذا وجه الاستدلال بظاهر هذه الآية ثم قال ويؤيد الاستدلال بهذه الآية الحديث المقبول عند الموافق والمخالف وهو قوله عليه السلام من اراد ان يرى آدم في علمه ونوحا في طاعته وابراهيم في خلته وموسى في هيبته وعيسى في صفوته فلينظر الى علي بن ابي طالب رضي الله عنه فالحديث دل على انه اجتمع فيه ما كان مفترقا فيهم وذلك يدل على ان عليا رضي الله عنه افضل من جميع الانبياء سوى محمد صلى الله عليه وسلم واما سائر الشيعة فقد كانوا قديما وحديثا يستدلون بهذه الآية على ان عليا رضي الله عنه مثل نفس محمد عليه السلام الافيما خصه الدليل وكان نفس محمد افضل من الصحابة رضوان الله عليهم فوجب ان يكون نفس علي افضل ايضاً من سائر الصحابة هذا تقرير كلام الشيعة

(تفسیر کبیر از امام رازی جلد سوم ص ۲۴۸ مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

پس مراد اس نفس سے مثال ہے اس نفس (محمد علیہ السلام) کی اور یہ متقاضی ہے جمیع وجوہ میں برابری کی علاوہ اس کے کہ اس عموم سے نبوت کو خاص کیا جائے (کیونکہ حضرت علی نبی نہیں ہیں) اس لئے کہ افضلیت مصطفیٰ پر دلائل موجود ہیں کہ وہ نبی تھے اور حضرت علی ایسے نہ تھے اور اس پر اجماع ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت علی سے افضل ہیں اور باقی سب کچھ معمول بہ ہے پھر اجماع اس پر دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں پس اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت علی بھی تمام انبیاء سے افضل ہوں پس اس آیت سے بظاہر یہ ہی معلوم

اما ترضى ان تكون مني بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبوة بعدي (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۴)

ہوتا ہے پھر اس (الحمصی) نے کہا کہ اس آیت کے اس استدلال کی مؤید یہ حدیث بھی ہے کہ جو موافقین ومخالفین کے نزدیک مقبول ہے اور وہ نبی علیہ السلام کا یہ قول ہے کہ "جو شخص علم آدم، طاعت نوح، خلت ابراہیم، ہیبت موسیٰ، صفوت عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیکھنے کا ارادہ کرلے اسے چاہئے کہ وہ علی ابن ابی طالب کو دیکھے۔

پس یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ حضرت علی میں وہ تمام صفات جمع تھیں جو (علیحدہ علیحدہ) ان انبیاء میں متفرق تھیں یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ بہرحال تمام قدیم شیعہ محدثین اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ علی مثل نفس محمد علیہ السلام ہیں۔ سوائے اس کے کہ ان کے لئے ایک خاص دلیل (نبوت) موجود ہے اور نفس محمد صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے افضل ہے پس حضرت علی کا تمام صحابہ سے بھی افضل ہونا واجب (قرار) ہوا یہ ہے کلام شیعہ کی تقریر کا خلاصہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب ارشاد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

والجواب: انه كما انعقد الاجماع بين المسلمين على ان محمدا صلى الله عليه وسلم افضل من علي فكذلك انعقد الاجماع بينهم قبل ظهور هذا الانسان على ان النبي صلى الله عليه وسلم افضل ممن ليس بنبي واجمعوا على ان عليا رضي الله عنه ما كان نبيا فلزم القطع بان ظاهر الآية كما انه مخصوص في حق محمد صلى الله عليه وسلم فكذلك مخصوص في حق سائر الانبياء عليهم السلام

(تفسیر کبیر از امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جلد سوم ص ۲۴۸ مطبوعہ لاہور)

اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے اس بات پر اجماع منعقد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں ایسے ہی مسلمانوں کے درمیان یہ اجماع بھی منعقد ہے کہ حضور علیہ السلام اس انسان کے ظہور سے پہلے ہر اس شخص سے افضل ہیں جو نبی نہیں ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نبی نہیں ہیں تو ظاہر آیت سے قطع لازم ہوا کہ جیسے یہ بات حضور کے حق میں مخصوص ہے ایسے ہی تمام انبیاء کے حق میں بھی مخصوص ہے۔

اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم مجھ سے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام سے ہارون علیہ السلام بس میرے بعد نبوت نہ ہوگی۔ (حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے) معلوم ہوا کہ حضرت علی نفس رسول تو ہیں مگر رسول کے برابر نہیں کیونکہ وہ نبی نہیں۔

دوسری حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ

علی منی وانامن علی ولا یودی عنی الا انا وعلی

(جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۳)

علی مجھ سے ہیں میں علی سے ہوں میری طرف سے (قرضہ وغیرہ) میں اور علی ادا کریں گے۔

معلوم ہوا حضرت علی باقی معاملات میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نفس رسول ہونے کی نسبت ضرور رکھتے ہیں مگر نبی نہیں ہیں۔ اس لئے مساوی بھی نہیں ہیں۔

جب وہ نفس رسول ہونے کے باوجود حضور علیہ السلام کے برابر (بوجہ درجہ نبوت مصطفیٰ علیہ السلام) نہیں ہیں تو دیگر انبیاء کے برابر بھی اسی وجہ سے نہیں ہیں۔ رہی بات اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تو حضور علیہ السلام کی متعدد احادیث مبارکہ موجود ہیں جن میں حضرات صحابہ کو بھی ایسے اعزازات سے نوازا گیا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نے فرمایا:

انت منی بمنزلة السمع والبصر والقلب والفواد والروح فی الجسد (تفسیر امام حسن عسکری)

تم مجھ سے ایسے ہی ہو جیسے کان، آنکھ دل اور روح جسم میں ہے۔

اسی طرح حضرت سلمان فارسی کو فرمایا "سلمان منا اهل البیت" "سلمان ہم اور ہمارے اہل بیت سے ہیں تو کیا ان حضرات کو بھی حضور کے یا تمام انبیاء کے مساوی تسلیم کیا جائے گا۔ (معاذ اللہ)

ہر ایک شخصیت کا اپنا ایک مقام ہے۔ جس سے روگردانی کرنا "گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی" کے مترادف ہے۔ تو جیسے یہ حضرات ان فضائل ومحامد کے باوجود انبیاء کرام علیہم السلام یا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی نہیں ہو سکتے ایسے ہی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی "انفسنا" میں داخل ہونے کے باوجود کسی نبی یا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل یا برابر نہیں ہو سکتے بلکہ حضرت مولائے کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹوں میں داخل ہیں کیونکہ عرف عام میں داماد کو بیٹا کہا جاتا ہے اور اس پر یہ کنایہ بھی موجود ہے کہ فرمایا گیا "نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ" "تم اپنے بیٹوں کو بلالو ہم اپنے بیٹوں کو بلا لیتے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادگان تو وصال فرما چکے تھے تو پھر حضور کا کون سا بیٹا بلایا گیا اور کون وہ شہزادہ رسول تھا جو کہ ابناءکم کا مصداق تھا۔

ظاہر ہے یہی داماد رسول حضرت علی مرتضیٰ تھے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہزادوں کی مانند تھے۔ یہ نفس رسول اسی لئے ہوئے کہ بمنزل شہزادگان رسول ہوئے بعض اوقات قرابت دار اور دینی بھائیوں کو بھی "انفس" کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد ربانی ہے کہ "وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ" (پ ۱ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۸۴) اور اپنوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا اور پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" (پ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۱۱) اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ارشاد خداوندی ہے کہ "رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا" (پ ۸ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۳) اے ہمارے رب ہم نے اپنا آپ برا کیا ان آیات میں انفس کا لفظ بھائیوں، بیٹوں اور عام مسلمانوں کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے کیونکہ ان میں فاعل ومفعول ایک ہی ہے چونکہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نسباً بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قربت رکھتے ہیں اور دیناً بھی اس لئے انہیں "انفسنا" میں داخل فرما دیا گیا۔

اگر مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم "انفسنا" میں شامل ہونے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی مثل ہوں تو لازم آتا ہے کہ آپ میں نبوت اور خاتمیت بھی پائی جائے

اور ایسا تصور کرنا بھی کفر وارتداد اور انکار ختم نبوت ہے۔

اگر واقعۃً حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبی کریم کی مثل ہوں تو آپ کا نکاح حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا سے جائز نہ ہو جبکہ یہ نکاح فرش زمیں پر ہی نہیں بلکہ عرش بریں پر بھی ہوا لہٰذا آپ کا کسی طرح بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل یا آپ کے مساوی ہونا ناممکن ہے۔

اگر ''انفسنا'' ہونے کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم امامت کے مستحق ہیں تو حضور علیہ السلام ان کو اپنی موجودگی میں امام بناتے جبکہ واقعہ اس کے برعکس ہے۔ حضور نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا لہٰذا رافضیوں کو تو حضرت صدیق اکبر کو نفس رسول ماننا چاہئے کیونکہ ان کے نزدیک امامت نفس رسول کا استحقاق ہے۔

تفسیر کشاف میں ہے کہ

''اس سے بڑھ کر چادر والوں (آل عباء) کی فضیلت پر کوئی قوی دلیل نہیں اور وہ حضرت علی فاطمہ اور حسنین (کریمین علیہم السلام) ہیں کیونکہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بلایا اور (امام) حسین کو گود میں لیا (امام) حسن کا ہاتھ پکڑا آپ کے پیچھے حضرت فاطمہ چلیں اور علی آپ دونوں کے پیچھے چلے معلوم ہو گیا کہ آیت سے مراد حضرت علی حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما اور ان کی اولاد و ذریت ہے جنہیں وہ اپنے بیٹے کہتے ہیں اور آپ کی طرف دنیا و آخرت میں صحیح اور نافع صورت میں منسوب ہوتے ہیں۔[1]

مطلب بن عبداللہ ابی حیطب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] قال فی الکشاف لا دلیل اقوی من ھذا علی فضل اصحاب الکساء وھم علی وفاطمہ والحسنان لانھا لما نزلت دعاھم صلی اللہ علیہ وسلم فاحتضن الحسین واخذ بید الحسن ومشت فاطمہ خلفہ وعلی خلفھا فعلم أنھم المراد من الآیۃ وان اولاد فاطمۃ وذریتھم یسمون انباءہ وینسبون الیہ نسبۃ صحیحۃ نافعۃ فی الدنیا والآخرۃ

(الصواعق المحرقہ ص ۱۵۵ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

کی خدمت عالی مرتبت میں جب بنو ثقیف کا ایک وفد حاضر ہوا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

''میں تمہارے پاس ایک ایسا شخص بھیجوں گا جو مجھ سے ہے یا فرمایا میرے نفس کی مثل ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا وہ شخص یہ ہے۔[1]

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت شیر خدا تاجدار ہل اتیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہی نفس رسول ہیں اور آیت کریمہ مندرجہ بالا میں ''انفسنا'' سے مراد حضرت علی مرتضیٰ ہی ہیں یا آپ مثل نفس رسول ہیں اور رسول اللہ علیہ وسلم نے ان کی اولاد طاہرہ کو اپنی اولاد طاہرہ قرار دیا ہے اور یہی آل عبا و اہل کساء ہیں۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

خم غدیر پر ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اعلان

آیت نمبر ۲۲:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○ (پ ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۶۷)

---

[1] عن المطلب بن عبداللہ ابی حیطب قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوفد ثقیف حین جاءوہ "لتسلمن اولا بعثن علیکم رجلا منی او قال مثل نفسی فلیضربن اعناقکم ولیسبین ذراریکم ولیاخذن اموالکم" قال عمر فواللہ ما تمنیت الأمارۃ الا یومئذ فجعلت انصب صدری رجاء ان یقول ھو ھذا قال: فالتفت الی علی فأخذہ بیدہ وقال ھو ھذا خرجہ عبدالرزاق فی جامعہ وابوعمر وابن السمان

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد ثانی ص ۱۱۹، ۱۲۰ مطبوعہ فیصل آباد)

اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچا دیجئے جو اتارا گیا آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو نہیں پہنچایا آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں (کے شر) سے یقیناً اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافروں کو

آیت کریمہ میں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں۔

۱- وہ کون سی چیز تھی جس کے پہنچانے پر اتنی تاکید کی گئی کہ فرمایا گیا ''اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے نہیں پہنچایا اللہ کا پیغام''؟

۲- کیا وہ ایسا امر تھا کہ جس کے پہنچانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان پاک کا بھی خطرہ لاحق تھا کہ فرمایا گیا ''اور اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں (کے شر) سے؟

۳- کیا وہ اتنا اہم امر تھا کہ اس کے منکر کافر ٹھہریں کہ فرمایا گیا ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافروں کو؟

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا کہ وہ اہم چیز جو پہنچانے کا حکم دیا گیا وہ ولایت علی کا اعلان تھا جو یوم غدیر پر فرمایا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ ''امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے متعلق غدیر خم کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی''۔[۱]

(تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۸۱۷ اردو ترجمہ حضرت پیر کرم شاہ الازہری)

---

[۱] حدیث مبارک کی سینکڑوں کتب میں موجود ہے کہ خم غدیر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولایت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا بایں الفاظ اعلان فرمایا کہ ''من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ'' جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علی مولیٰ ہے کتب صحاح میں سے جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۵ پر یہ حدیث موجود ہے تو اس اعلان کے موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی یہی حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر درمنثور میں تحریر کرتے ہیں۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت حضرت علی کی ولایت کے اعلان کے بارے نازل ہوئی ہے۔

وہ امر جس کو نہ پہنچایا جاتا تو ''وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ'' کا ظہور ہوتا وہ بھی اسی ولایت علی کا اعلان تھا۔ امام سیوطی فرماتے ہیں کہ

''امام ابوالشیخ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت کے ساتھ مبعوث کیا میں تنگ پڑ گیا۔ مجھے علوم ہو گیا کہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تنبیہ کی کہ میں تبلیغ کروں ورنہ وہ مجھے عذاب دے گا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا''۔[۱]

(تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۸۱۶-۸۱۷ اردو ترجمہ حضرت پیر کرم شاہ الازہری مطبوعہ لاہور)

ولایت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو تسلیم نہ کرنا واقعۃً کفر و نفاق ہے احادیث مبارکہ میں دوٹوک فرمایا گیا ہے کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے محبت رکھیں گے تو مومن رکھیں گے اور بغض رکھیں گے تو منافق رکھیں گے یہ بھی جامع الترمذی جلد دوم ص ۲۱۵ پر موجود ہے کہ ''لا یحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق'' اور ظاہر ہے کہ منافق کافر سے بھی زیادہ خطرناک ہیں اور پھر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''کنا نعرف المنافقین ببغضھم علیا'' ہم منافقین کو بغض علی سے پہچانتے تھے (جامع الترمذی جلد دوم ص ۲۱۳) معلوم ہوا کہ ولایت علی کے مخالفین منافقین تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ اعلان فرمایا تو انہوں نے اپنی منافقت کا کھلے عام اظہار کیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کھلے عام ولایت علی کا اقرار کیا کرتے تھے بلکہ امام سیوطی علیہ الرحمت نے حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت

---

[۱] یہ بات واضح ہے کہ لوگوں نے اس اعلان کی مخالفت کی چنانچہ حارث بن نعمان الفہری کا واقعہ علامہ سید مومن شبلنجی نے نور الابصار میں تحریر کیا ہے کہ اس نے ڈائریکٹ رسول اللہ پر اس اعلان کرنے پر گستاخانہ جملوں کی لپیٹ میں لینے کی ناپاک جسارت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی کھوپڑی پتھر سے پھوڑ دی اور وہ مر گیا اس روایت کو ہم نے سابقہ اوراق میں سال سائل بعذاب واقع ٥ (باب آیات کی آیت نمبر ۱۴) کے تحت علامہ شبلنجی کے حوالے سے نقل کیا ہے تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں (اور ملاحظہ کریں نور الابصار ص ۷۸)

نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں (اس آیت کریمہ کو) یوں پڑھتے کہ

''یایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك ان علیا مولی المومنین''

کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ مومنوں کے مولیٰ ہیں۔

(تفسیر در منثور جلد دوم ص ۸۱۷ ترجمہ اردو از حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری بھیروی)

الصواعق المحرقہ و دیگر کتب میں مذکور ہے کہ اعلان ولایت علی پر سب سے پہلے مراد مصطفیٰ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ ''اے علی مبارک ہو: اصبحت مولای ومولی کل مومن'' آج کے بعد آپ میرے اور ہر مومن کے مولا ٹھہرے، اسی موقع پر یہ آیت بھی نازل ہوئی ہے۔

(ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد نمبر ۱۲ ص ۵۰، تاریخ بغداد جلد نمبر ۸ ص ۲۹۰)

علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایسا ہوا کہ دو اعرابی جھگڑتے ہوئے آئے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: اے ابوالحسن! ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں تو ان میں سے ایک بولا: کیا یہ ہمارا فیصلہ کریں گے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی طرف جھپٹے اور اس کو گریبان سے پکڑ لیا اور فرمایا افسوس کہ تو انہیں نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں؟

''ھذا مولای ومولی کل مومن ومن لم یکن مولاہ فلیس بمومن''[1]

---

[1] وعن عمر وقد جاء اعرابیان یختصمان فقال لعلی اقض بینهما یا ابا الحسن فقضی علی بینهما فقال احدهما: هذا یقضی بیننا؟ فوثب الیه عمر واخذ بتلبیبه وقال: ویحك ماتدری من هذا؟ هذا مولای ومولی کل مومن ومن لم یکن مولاه فلیس بمؤمن

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد ثانی ص ۱۲۸ مطبوعہ فیصل آباد) (ذخائر عقبیٰ ص ۶۸)

یہ میرے اور ہر مومن کے مولا ہیں اور جن کے یہ مولا نہیں (جو ان کو مولیٰ نہیں مانتا) وہ مومن نہیں ہے۔

یہی روایت امام ابن حجر مکی نے الصواعق المحرقہ ص ۱۷۹ پر نقل فرمائی ہے اور یہی فیصلہ خداوندی ہے کہ

وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَهُمْ ۝ (پ ۲۶ سورۃ محمد آیت نمبر ۱۱)

اور بے شک کافروں کا کوئی مولا نہیں ہے۔

جسے علی کی ولایت کا اعتراف نہیں
وہ لاکھ سجدے کرے کوئی گناہ معاف نہیں
بدن پہ حج کا احرام دل میں بغض علی
یہ کعبہ پاک کے پھیرے تو ہیں طواف نہیں

یاد رہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے وہ جلیل القدر محدث ہیں جن کو عالم بیداری میں بہتر یا چہتر مرتبہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے جیسا کہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمت نے نقل فرمایا۔

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی وہ بلند پایہ محقق ہیں کہ روافض کے خلاف ان کی بلند پایہ تصنیف اہل سنت کے ہاں ''الصواعق المحرقہ'' کے نام سے لاجواب کتاب تصور کی جاتی ہے۔

علامہ محب طبری وہ شخصیت ہیں کہ شیعہ و سنی دونوں مکاتب فکر کے نزدیک ایک مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا یہ استدلالات ائمہ اہل سنت کے ہیں نہ کہ کسی شیعہ یا رافضی محقق کے آیت کریمہ مندرجہ بالا کی تفسیر میں حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ نے

---

[1] جاء اعرابیا یختصمان فأذن لعلی فی القضاء بینهما فقضی فقال احدهما: هذا یقضی بیننا فوثب الیه عمر واخذ بتلبیبه وقال ویحك ما تدری من هذا؟ هذا مولاك ومولیٰ کل مومن ومن یکن مولاه فلیس بمومن (الصواعق المحرقہ ص ۱۷۹ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

تحریر فرمایا ہے کہ

"حضرت ابن عباس، براء ابن عازب اور محمد بن علیؓ کا قول ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا "جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے اے اللہ تو اس شخص کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور اس شخص کو دشمن رکھ جو علی کے ساتھ دشمنی رکھے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولا علی کرم اللہ وجہہ سے ملے مبارکباد پیش کی اور فرمایا: "اے ابن ابی طالب آپ میرے اور تمام مومنین و مومنات کے مولا ہوئے۔"[1] (کبیر بحوالہ آل رسول ص ۳۳۴)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت و جماعت کے امام اجل ہیں اور ہم سنیوں حنفیوں بریلویوں کے حلقہ تفسیر میں ان کی تفسیر کبیر ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے لیکن بایں ہمہ

ع پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں

حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کو ٹتے پیٹتے اور تقیہ و تبرا بازی کرتے نہیں مگر حضرت مولائے کائنات شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت وولایت کی تمام روایات کتب تفاسیر و احادیث اہل سنت ہی سے دستیاب ہوتی ہیں۔

جتنی روایات فضائل مرتضوی و اہل بیت نبوی کی میسر ہیں سب کے رواۃ بکثرت خاندان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے متعلق ہیں۔ اکثر احادیث کی راویہ ام المومنین جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور خود حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں۔

---

[1] نزلت الآیة فی فضل علی بن ابی طالب علیه السلام ولما نزلت هذه الآیة اخذ بیده وقال: "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اللّٰهم وال من والاه وعاد من عاداه" فلقیه عمر رضی الله عنه فقال: "هنیئالك یابن ابی طالب اصبحت مولای ومولی كل مومن ومومنة" وهو قول ابن عباس والبراء ابن عازب ومحمد بن علی (تفسیر کبیر جلد نمبر ۴ ص ۴۰۱ مکتبہ علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور)

احادیث مبارکہ "قیامت کے روز پل صراط سے وہی گزرے گا جسے پروانہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جاری کریں گے۔" اور "علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے" کے راوی خود حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آیت تطہیر سے مراد حضرت فاطمہ، علی، حسن اور حسین اور ان کے جد بزرگوار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ تفسیر وحدیث کس نے روایت کی ہے؟ جنابہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اہل بیت کرام کے تمام فضائل و محامد بیان کرنے والے اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی تو ہیں اور اہل سنت پر یہ (بطور الزام) طرہ امتیاز رکھا جاتا ہے کہ یہ صحابہ کے ماننے والے ہیں تو پھر ہمارے مقتداء نے شان اہل بیت کو اجاگر کیا ہے کہ کسی اور نے؟

مؤمن اور فاسق برابر نہیں ہیں (آیت) مولا علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی

آیت نمبر ۲۳:

ارشاد ربانی ہے کہ

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ۝

(پ ۲۱ سورۃ سجدہ آیت نمبر ۱۸)

تو کیا جو ایمان لایا ہے، وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو بے حکم (فاسق) ہے یہ برابر نہیں۔

عظیم مفسر قرآن حضرت علامہ سیّد ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"حضرت اسد اللہ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کسی بات میں جھگڑ پڑا باتیں بڑھ گئیں۔ ولید بگڑ کر کہنے لگا کہ

"صاحبزادے! خاموش رہو تم ابھی بچے ہو میں بوڑھا گرگ باراں دیدہ زبان آور ہوں میری سنان زبان تم سے تیز تر ہے اور میں تم سے زیادہ بہادر ہوں میرا جثہ تم سے طاقتور ہے۔"

حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"تم خاموش رہو کہ تم فاسق ہو مومن اور فاسق مساوی نہیں ہو سکتے۔"

گویا آپ نے فرمایا کہ جن باتوں پر تو نازاں ہے انسان کے لئے وہ قابل مدح نہیں۔ انسان کا شرف ایمان وتقویٰ میں ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت شیر خدا کی تائید میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

(تفسیر الحسنات جلد پنجم ص ۲۱۴ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی پاکستان)

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے ابن حاتم اور سدی راوی ہیں کہ

"انها نزلت فی علی کرم الله وجهه والولید بن عقبه ولم یذکر ما جری"

یہ آیت کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ولید بن عقبہ کے معاملہ میں نازل ہوئی اور جو کچھ واقعہ ہوا اس کا (راوی نے) ذکر نہیں کیا۔

(تفسیر الحسنات جلد پنجم ص ۲۲۰ از علامہ ابو الحسنات قادری)

ایک اور روایت میں ہے کہ

انها نزلت فی علی کرم الله وجهه ورجل من قریش ولم یسم

(تفسیر الحسنات ایضاً)

یہ آیت کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ایک قریشی کے معاملہ میں نازل ہوئی اس قریشی کا نام نہیں بتایا اور تفسیر کشاف میں ہے کہ

"حضرت شیر خدا اور ولید کے مابین بدر والے دن جھگڑا ہو گیا تو ولید بولا تم خاموش رہو کہ ابھی بچے ہو اور میں تم سے بڑھ کر جوان ہوں اور کوڑے

مارنے میں طاقتور ہوں اور زبان میں چرب لسان ہوں اور نیزہ (مارنے) میں بھی تم سے بہتر ہوں اور دل کے لحاظ سے بھی تمہارے مقابلہ میں قوی ہوں اور جماعت میں بھی زیادہ ہوں۔

حضرت شیر خدا نے فرمایا خاموش رہ کہ تو فاسق ہے تو اس کی تصدیق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ۝" کیا جو مومن ہے وہ مثل اس کے ہے جو فاسق ہے وہ دونوں برابر نہیں ہیں۔"[1]

(تفسیر الحسنات جلد پنجم ص ۲۲۰-۲۲۱)

نصرت واعانت الٰہی بزور قوت ید اللٰہی

آیت نمبر ۲۴:

ارشاد ربانی ہے کہ

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝

(پ ۲۱ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۵)

اور اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی کی کفایت فرمادی اور اللہ زبردست عزت والا ہے۔

علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"اور ایک قول یہ ہے کہ وہ اعانت (وکفایت جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی فرمائی) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھ سے عمرو بن عبدود کا قتل تھا"

(تفسیر الحسنات جلد پنجم ص ۲۹۶)

[1] انه شجر بین علی رضی الله عنه والولید بن عقبة یوم بدر كلام فقال له الولید: "اسكت: فانك صبی انا اشب منك شابا واجلد منك جلدا واذرب منك لسانا واحد منك سنانا واشجع منك جنانا واملأ منك حشوا وفی اهل بیته"

فقال له علی كرم الله وجهه

"اسكت: فانك فاسق" فنزلت: افمن كان مومنا كمن كان فاسقالا یستون

(تفسیر کشاف از علامہ زمخشری ماتحت آیت مندرجہ بالا بحوالہ تفسیر الحسنات)

حافظ ابن مردویہ نے اپنی مناقب میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس آیت کریمہ کو اس طرح پڑھا کرتے تھے ''وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ بِعَلِيٍّ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ‎o'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو علی کے واسطے اور ذریعے سے عمرو ابن ود کے ساتھ جنگ وقتال کرنے سے بچالیا بلکہ ان کو اس کے مقابلے سے چھوڑا دیا اور اللہ تعالیٰ قوی وغالب ہے۔ (کوکب دری فی فضائل علی ص ۱۶۴ اردو از امام سید محمد صالح کشفی ترندی حنفی)

یاد رہے کہ یہ وہی مقابلہ ہے جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا تھا کہ ''لضربة علي يوم الاحزاب خير من عبادة الثقلين '' کہ علی کی ایک ضرب یوم احزاب کے موقع پر (جو ابن ود کو لگائی تھی) ثقلین (جنوں اور انسانوں کی) تمام عبادات سے بہتر ہے۔

اس حدیث پاک کو بے شمار محدثین نے نقل کیا ہے بالخصوص شیخ محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اسے اپنی شہرہ آفاق کتاب مدارج النبوت شریف میں درج کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ۔

''القصہ: دونوں لشکروں کے درمیان خوب مقاتلہ ومحاربہ واقع ہوا خصوصاً حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اس غزوے میں ایسا مقابلہ ومقاتلہ کیا جو عقل وفہم کی حدود سے ماوراء ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے ''لمبارزة علي بن ابي طالب يوم الخندق افضل من اعمال امتي الى يوم القيامة'' یعنی حضرت علی مرتضیٰ کا یوم خندق مقابلہ کرنا قیامت تک کی میری امت کے اعمال سے افضل ہے۔

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۹۰ اردو مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی)

اس حدیث مبارک کا مفصل تذکرہ ہم انشاء اللہ العزیز احادیث کے اور غزوات کے باب میں کریں گے۔

یاد رہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی امام اہل سنت تاجدار بریلی شاہ احمد

رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے ممدوح اور اہل سنت وجماعت کے بے مثال محدث ہیں اور ان کی شخصیت کو وہابی دیوبندی بھی سلام کرتے ہیں۔ ۱؎

۱؎ فخر الوہابیہ مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق رقم طراز ہیں کہ ''ان سے ''مجھ عاجز (میر ابراہیم سیالکوٹی) کو علم وفضل اور خدمت علم حدیث اور صاحب کمالات ظاہری وباطنی ہونے کی وجہ سے حسن عقیدت ہے۔ آپ کی کئی ایک تصانیف میرے پاس موجود ہیں جن سے میں بہت علمی فوائد حاصل کرتا رہتا ہوں۔'' (تاریخ اہل حدیث ص ۳۹۸)

وہابیہ نجدیہ کے مشہور رائٹر حکیم عبدالرحیم اشرف ایڈیٹر ''المنبر'' لائل پور لکھتے ہیں کہ

''اللہ عزوجل کی حکمت نے تین عظیم المرتبت شخصیتوں کو پیدا فرمایا جو اس ظلمت کدہ میں اسلام کے مسخ شدہ چہرہ کو اپنی اصلی نورانیت کے جلا میں پھر سے ظاہر کریں۔ ان حضرات نے قرآن وسنت کے خشک سوتوں کو از سر نو جاری کر دیا، اسلام کے عقائد کو ان کی اس شکل میں پیش کیا جو داعی اسلام فداہ روحی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش کیے گئے تھے۔ علماء سوء کو بے نقاب کیا گیا۔ ان کی اجارہ داری کو چیلنج کیا اور واشگاف کیا گیا کہ ان کے اقوال اس قابل تو ضرور ہیں کہ انہیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے لیکن اس لائق ہرگز نہیں کہ انہیں اسلام کی تفسیر وتعبیر کے طور پر حجت شرعی بنایا جائے یہ عظیم تجدیدی کارنامے جن تین پاکباز نفوس نے انجام دیئے ان کے اسمائے گرامیہ یہ ہیں۔

اول: حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں دنیائے اسلام مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کرتی ہے۔

دوم: شیخ عبدالحق محدث دہلوی جنہوں نے اس ملک میں حدیث نبوی کے علوم کو عام کیا۔

سوم: الشیخ احمد بن عبدالرحیم جنہیں عالم اسلام شاہ ولی اللہ کے نام سے پکارتا ہے۔

(الاعتصام ص ۵-۱۹ مارچ ۱۹۵۴ء)

وہابیہ کی اہل حدیث کانفرنس دہلی کے خطبہ استقبالیہ میں ہے کہ دسویں صدی ہجری میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نشر واشاعت قرآن وحدیث پر کافی توجہ فرمائی (اہل حدیث امرتسر ص ۴-۲۱ اپریل ۱۹۴۴ء) مولوی محمد دہلوی وہابی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ''سیدی خاتم المحققین والمحدثین'' لکھا ہے حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو۔ (اخبار محمدی دہلی ص ۷ جولائی ۱۹۳۲ء)

بیماران دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں کہ

''بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالت غیبت میں روزمرہ ان کو دربار نبوی میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی۔ ایسے حضرات صاحب حضوری کہلاتے ہیں۔ انہی میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرف تھے۔ (الافاضات الیومیہ جلد نمبر ۷ ص ۶ سطر نمبر ۱)

امانت، امین کے حوالے کرو: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عشق رسول

آیت نمبر ۲۵:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا ۙ وَ اِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝ (پ ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۵۸)

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے۔ بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

اس آیت کریمہ کی شان نزول یہ ہے کہ

''فتح مکہ کے دن حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ شان سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو عثمان بن طلحہ حجبی جو قبیلہ بنی عبدالدار سے تھے اور کعبہ کے چابی بردار تھے۔ انہوں نے کعبہ کے دروازہ میں قفل لگا دیا اور خود چھت پر چڑھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چابی طلب فرمائی۔ عثمان نے انکار کر دیا اور کہا اگر میں آپ کو اللہ کا رسول سمجھتا تو ضرور چابی دے دیتا''۔

حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ان کی گردن پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے چابی چھین لی اور فرمایا:

''عثمان ہوش کرو: تمہاری کیا طاقت ہے کہ ہمارے آقا (حضور سرور کائنات) صلی اللہ علیہ وسلم کو چابی نہ دو۔''

اور چابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے دروازے کو کھولا داخل کعبہ ہوئے اور

وہاں سے بت نکلوا کر پاک کیا اور دو نفل ادا فرمائے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف سے باہر تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور! حاجیوں کو پانی میں پلاتا ہوں۔ بیت اللہ شریف کی چابی بھی مجھ کو عطا فرمائی جائے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر الحسنات جلد اول ص ۱۰۷۱ اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی المرتضیٰ کو حکم فرمایا کہ چابی عثمان کو واپس دے آؤ، حضرت علی مرتضیٰ عثمان بن طلحہ کے گھر پہنچے اور معذرت سے انہیں چابی واپس کر دی۔

عثمان بن طلحہ نے کہا: پہلے تو آپ بہت غصہ سے تھے۔ اب غصہ فرو ہونے کی وجہ کیا ہے؟ حضرت مولائے کائنات نے یہ آیت پڑھ کر سنا دی اور حضرت عثمان بن طلحہ کو بشارت دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اب کنجی ہمیشہ تمہاری نسل میں رہے گی۔ اس پر عثمان بن طلحہ حجبی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

(تفسیر الحسنات جلد اول ص ۱۰۷۱ از علامہ ابوالحسنات قادری مطبوعہ لاہور)

نبی رحمت علیہ السلام کا اخلاق کریمانہ اور شان عثمان غنی وشجاعت حیدری

آیت نمبر ۲۶:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرماتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ ۚ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ ۠ فَاعْفُ عَنْھُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَھُمْ وَ شَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ۝ (پ ۴ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۵۹)

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور
اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہوجاتے تو
تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت فرماؤ اور کاموں میں ان سے مشورہ
لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک توکل والے اللہ
کو پیارے ہیں۔

غزوۂ احد کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ دربار اقدس میں حاضر
ہوئیں اور اپنے شوہر پر ناراضگی کا اظہار کیا کہ عفان کے فرزند نے یہ کیا کیا وہ آئندہ کسی
کلیدی ذمہ داری کے قابل نہیں رہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مولائے
کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے ہتھیار دھو رہے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے ان کی
بیوی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آج عثمان نے ہم کو رسوا کر دیا۔ حضور سیّد عالم نے
دونوں کو منع فرمایا اور فرمایا بس آگے کچھ نہ کہنا حضرت عثمان غنی اور ان کے ساتھی مدینہ
منورہ پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان اور ان کے رفقاء کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور
فرمایا: لقد ذهبتم فيها عريضة بھائی تم اس دن ہم سے بہت دور چلے گئے تھے۔ اللہ
تعالیٰ نے اس خلق کریمانہ کی تعریف فرمائی اور اس اخلاق کو رحمت قرار دیا۔
(تفسیر کبیر بحوالہ تفسیر الحسنات جلد اول ص ۶۱۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر تبسم فرمانا محبت
عثمان کا بہترین ثبوت ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور زوجہ عثمان کو مکالمہ سے منع فرمانا
اخلاق کریمہ کی لازوال و بے مثال نظیر ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضور کے ساتھ
ہتھیار دھونا آپ کی شجاعت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت احد میں اللہ تعالیٰ نے حضرت شیر خدا کے ذریعہ فرمائی جبکہ
کفار و مشرکین کے جتھے حضور کے اردگرد جمع ہو چکے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہر
طرف سے آنے والے تیروں کی مدافعت فرما رہے تھے ایک لحہ و ایک آن بھی آپ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے تھے حتیٰ کہ اسلحہ دھونے میں بھی حضور کے ساتھ ہی
تھے۔ افسوس ان ناہنجاروں پر ہوتا ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود
حضرت مولائے کائنات کو حضرت عثمان غنی کے متعلق مکالمہ سے منع فرمادیا تو یہ لوگ کیسے
شیعان علی ہیں جو شب و روز حضرت سیدنا عثمان غنی کو نشانہ سب و شتم بناتے ہیں؟

اور پھر حیرت ان علماء سوء کے بغض و حسد کی انتہا پر ہوتی ہے کہ جو رسول اللہ علیہ
السلام کے اس محافظ کی داد شجاعت دینے کی بجائے ان کا نام بھی عزت سے لینا گوارا
نہیں کرتے۔ وہ ذکر صدیق و فاروق و عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین تو چھ چھ سات
سات خطبات پر مشتمل کرتے رہیں گے مگر مولائے کائنات کے فضائل کا ایک خطبہ دینا
ان کو گوارا نہیں ہوتا۔

ایک طبقہ رافضیوں کا ہے جو دشمن اصحاب رسول ہے دوسرا طبقہ خارجیوں کا ہے جو
مبغضین علی المرتضیٰ کا ہے۔ اہل سنت و جماعت ان دونوں کو گمراہ سمجھتے ہیں اور اصحاب
رسول و آل رسول دونوں کے غلام ہیں۔

اسلام ما محبت خلفاء راشدین
ایمان ما محبت آل محمد است

آیت کریمہ مندرجہ بالا کے مطابق اور اس کی بیان کردہ شان نزول کے موافق
اہل سنت رفض و خروج سے مبرا ایسی عقیدہ رکھتے ہیں کہ

اصحاب رسول کی شان میں نازیبا گفتگو مت کرو حضرت علی کے تابعدار بنو اور جس
طرح آپ رسول اللہ علیہ السلام کے منع فرمانے سے رک گئے اور ساری عمر پھر حضرت
عثمان سے محبت و الفت فرماتے رہے تم بھی ان کی پیروی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
سے محبت و الفت رکھو۔ حضرت مولائے کائنات نے غزوۂ احد و دیگر غزوات میں جس
شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ صحابہ اس کی داد دیتے رہے۔ خود رسول اللہ علیہ السلام داد شجاعت
سے انہیں نوازتے رہے اگر تم صحابہ کے سچے غلام ہو تو انہیں کی طرح حضرت علی کو محبوب

و مرغوب سمجھو ورنہ دعویٰ بلا دلیل باطل اور منافقت کو ظاہر کرتا ہے۔

جنگ احد، محافظت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور شجاعت مرتضیٰ علیہ السلام

آیت نمبر۲۷:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ۝ (پ۴ سورہ آل عمران آیت نمبر۱۴۵)

اور جو دنیا کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور قریب ہے ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔

جنگ احد میں تیر اندازوں کا دستہ مال غنیمت کے لئے مشغول ہوا۔ اس خیال سے کہ مشرکین کو مار مار کر کمزور بنا دیا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے مشرکین کے علمبردار طلحہ بن طلحہ کو جہنم رسید کیا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ہندہ اور اس کی ساتھیوں کو بے تحاشہ بھاگتے دیکھا۔

مسلمان جو اس درے پر متعین تھے فتح دیکھ کر مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے ان میں سے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے گیارہ ساتھی جمے رہے۔

خالد بن ولید، عکرمہ جو اس وقت تک لشکر کفار کے ساتھ تھے نے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے گیارہ ساتھیوں (جن میں سرفہرست حضرت علی حضور علیہ السلام کی حفاظت فرما رہے تھے) نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی اور فرمانبرداری میں ثابت قدم رہے۔ ان لوگوں کے لئے آخرت کا بدلہ ہے جو لوگ دین پر قائم رہیں گے ان کو دین بھی ملے گا اور دنیا بھی اللہ تعالیٰ احسان ماننے والوں کو بدلہ دے

گا۔ (تفسیر الحسنات جلد اول ص۵۹۲ مطبوعہ لاہور)

مدارج النبوت جنگ احد کے واقعات میں موجود ہے کہ کفار ہر طرف سے تیر برسا رہے تھے۔ ہلچل مچ گئی تھی اور حضور کے ارد گرد یہ گیارہ افراد موجود تھے۔ حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں کہ

"اگرچہ مسلمانوں کے قدم ڈگمگا گئے تھے اور وہ ثابت قدم نہ رہے تھے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ ثابت وقائم تھے اور آپ کے گرد چودہ آدمیوں کے سوا کوئی نہ رہا تھا جن میں سات انصاری تھے اور سات مہاجرین میں سے تھے"۔ (مدارج النبوت جلد دوم ص۲۰۵ اردو مطبوعہ کراچی)

شیخ مزید فرماتے ہیں کہ

منقول ہے کہ جب مسلمانوں کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جوش میں آئے اور آپ کی پیشانی ہمایوں سے پسینہ متقاطر ہوا اس حالت میں آپ نے (حضرت) علی ابن ابی طالب کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ کے پہلوئے مبارک پر کھڑے ہیں فرمایا:

کیا ہے تم کیوں اپنے بھائیوں کے ساتھ نہیں مل گئے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا "لا کفر بعد الایمان" "ایمان کے بعد کفر نہیں" "ان لی بلک اسوۃ" بے شک میرے لئے آپ ہی کی اقتداء ہے۔ مطلب یہ کہ مجھے تو آپ سے سروکار ہے۔ ان ساتھیوں اور بھائیوں سے نہیں جو غنیمت کے درپے ہو گئے اور ہزیمت کھا گئے۔ ان سے مجھے کیا سروکار۔ اسی لمحہ کافروں کی ایک جماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب حملہ آور ہوئی۔ فرمایا!

"اے علی! میری اس ٹولی سے حفاظت کرنا اور نصرت وخدمت کا حق بجالانا کہ یہی وقت نصرت ہے۔"

تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اس جماعت کی طرف متوجہ ہوئے

اور ان کے گھیرے کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد سے توڑ کر انہیں متفرق کر دیا اور بہت سوں کو واصل جہنم کیا۔

(مدارج النبوت جلد دوم اردو ص ۲۱۱-۲۱۰ از شیخ محقق دہلوی مطبوعہ کراچی)

حضرت شیخ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ

''ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب علی مرتضیٰ نے کمال بہادری دکھائی اور حضور کی نصرت کی تو جبریل علیہ السلام نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) نے آپ کے ساتھ کمال بہادری و جواں مردی دکھائی ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ''انه منی وانا منه'' بلاشبہ یہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ یہ کمال اتحاد، اخلاص اور یگانگت کا اظہار ہے۔ حدیث میں ہے جب حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ ارشاد فرمایا تو جبریل (علیہ السلام) نے عرض کیا ''وانا منکما'' اور میں تم دونوں کا ہوں۔

بیان کرتے ہیں کہ غیب سے ایک آواز لوگوں نے سنی جو کہہ رہا تھا

''لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار''

کوئی جوانمرد نہیں بجز علی کے اور کوئی تلوار نہیں بجز ذوالفقار کے۔''

(مدارج النبوت اردو ترجمہ جلد ثانی ص ۲۱۱ مطبوعہ کراچی)

ناد علیا مظہر العجائب:

شیخ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ

''بندۂ مسکین عبد اللہ المسمیٰ بہ یزید الصدق والیقین (یعنی شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) بظاہر[1] ''ناد علیا مظهر العجائب تجده عونالك فی

[1] یاد رہے کہ قرآن کریم میں ان صحابہ کرامؓ کی برأت بیان کر دی گئی ہے اور احادیث مبارکہ صحاح میں ان کو ''کرارون'' فرما کر غیر فرارون قرار دیا گیا فلہٰذا ان کے متعلق زبان طعن کھولنا خدا رسول کے فرامین کی صریح مخالفت ہے اور ایسا کرنے والا منافقین وفاسقین کی فہرست میں داخل ہو جاتا ہے گو اہل سنت و جماعت حنفی نہیں رہتا۔

النوائب'' کا قصہ اسی معاملہ اور معرکہ سے متعلق ہے جو کہ احد میں واقع ہوا لیکن حدیث کی کتابوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔'' (واللہ اعلم)

(مدارج النبوت اردو جلد دوم ص ۲۱۲ مطبوعہ کراچی)

ایک شبہ کا ازالہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول لا کفر بعد الایمان کا ترجمہ کرتے وقت فاضل مترجم نے سہو فرمایا ہے اگر چہ آپ بہت بڑے عالم وفاضل ماہر فارسیات وعربیات اور حاذق حکیم بھی تھے (رحمۃ اللہ علیہ) لیکن سہو تو ہر انسان سے ممکن ہے وہ ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ ''حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا ایمان کے بعد کفر نہیں'' مگر فقیر عرض کرتا ہے کہ

ایمان کا ایک معنیٰ ''مان لینا'' اور کفر کا ایک معنیٰ ''انکار کرنا'' بھی ہوتا ہے اور یہاں یہی معانی مراد ہیں یعنی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ''کیا مان لینے کے بعد انکار ہو سکتا ہے'' یعنی اے آقا آپ نے ان (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو فرمایا تھا کہ تم نے یہاں سے کسی صورت ہٹنا نہیں جب تک کہ میں تمہیں واپس نہ بلالوں یعنی کہ اگر چہ تمہیں فتح کا یقین بھی ہو جائے تم نے یہیں پر ڈٹے رہنا ہے مگر وہ وہاں سے ہٹ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نہ مانا اور وہ وہاں سے ہٹ گئے جیسا کہ شیخ محقق کی اس عبارت سے عیاں ہے کہ

''مطلب یہ کہ مجھے تو آپ سے سروکار ہے ان ساتھیوں اور بھائیوں سے نہیں جو غنیمت کے در پے ہو گئے اور ہزیمت کھا گئے ان سے مجھے کیا سروکار؟''

اور پھر جب یہی صحابہ کرام علیہم الرضوان دوبارہ حملہ آور ہو کر فاتح قرار پا گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا ''تم فرارون نہیں بلکہ کرارون ہو'' (بخاری) لہٰذا

[1] آج کل شیخ محقق کے بزعم خویش ٹھیکیداروں نے ناد علی کو خالصۃً شیعوں کے کھاتہ میں ڈال رکھا ہے۔''

محمد مقبول احمد سرور

اس انکار کی بھی نفی ہوگئی۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''من ترک الصلوٰۃ متعمدًا فقد کفر'' جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا حالانکہ نماز چھوڑنے والے کے متعلق کفر کا فتویٰ کسی مکتب فکر کے کسی عالم دین نے آج تک نہیں دیا۔ نہ ہی دے سکتا ہے جب تک وہ نماز کا اسلامی اہم رکن ہونے کا منکر نہ ہو اور اگر وہ نمازیں چھوڑنے کے بعد کبھی پکا نمازی بن گیا تو پھر اس حدیث کا مصداق نہ رہا بے نمازی کافر نہیں ہوتا۔ جب تک نماز کا انکار نہ کرے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نہ تو جہاد کا انکار کیا اور نہ جہاد چھوڑا بلکہ اس موقع کے بعد دوبارہ جہاد کر کے فاتح احد قرار پائے اس لئے ان پر ایسا لفظ اطلاق کرنا کہ (معاذ اللہ) وہ کافر ہوگئے یا ایمان کے بعد انہوں نے کفر کیا (العیاذ باللہ) ایسا کبھی بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات اقدس سے ممکن نہیں ہے وہ تو اس قرآن کے اعلم ہیں جو شان صحابہ کے خطبوں سے بھرا پڑا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ ''کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی'' (الآیت) اللہ تعالیٰ نے ان سب سے وعدہ حسنیٰ (جنت کا وعدہ) فرمایا ہے تو کافر کے ساتھ جنت کا وعدہ کیسے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت علی کے اس جملہ میں کفر اعتقادی ہرگز ہرگز مراد نہیں ہے۔

تکمیل دین، یوم غدیر، اعلان ولایت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

آیت نمبر ۲۸:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پ۶ سورۃ المائدۃ آیت نمبر ۳)

آج میں نے مکمل کردیا ہے تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کردی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کرلیا ہے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین۔

خضر ملت علامہ سید خضر حسین خضر چشتی سیالوی علامہ احمد بن علی (ابوبکر) خطیب بغدادی کے حوالے سے اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اٹھارہ ذوالحجہ کو روزہ رکھے گا اسے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا اور اٹھارہ ذوالحجہ کو یوم غدیر خم ہے جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا ''الست ولی المومنین'' کیا میں تمام مومنوں کا ولی نہیں ہوں ''قالوا بلی یا رسول اللہ'' سب (صحابہ کرام علیہم الرضوان) نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ آپ ہمارے ولی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ'' جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (بھی) مولا ہے۔ حضرت عمر الفاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا ''بخ بخ لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولای و مولی کل مسلم'' اے ابن ابی طالب آپ کو مبارک ہو کہ آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے مولا ہوئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الآیت

(تاریخ بغداد جلد نمبر ۸ ص ۲۹۰ مطبوعہ مصر سن اشاعت ۱۹۳۱ - بحوالہ آل رسول ص ۳۳۵)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ ابن مردویہ و ابن عساکر بروایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ یوں بیان کیا ہے کہ

''جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کھڑا کیا اور ان کی ولایت کا اعلان فرمایا تو اس وقت حضرت جبرئیل امین یہ آیت لے کر اترے۔ ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ''[1]

(تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۸۰۷ اردو مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی پاکستان)

[1] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: لما نصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا یوم غدیر خم فنادی له بالولا یه فهبط جبرئیل علیه السلام بهذه الآیت "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ط

(تفسیر درمنثور جلد ثانی ص ۲۹۵ مطبوعہ بیروت)

پیشوائے صادقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

آیت نمبر ۲۹:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۰

(پ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۹)

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن عساکر نے حضرت ابوجعفر (امام باقر رضی اللہ عنہ) سے بیان کیا ہے کہ ''مع الصادقین'' میں کنایہ ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

(تفسیر در منثور جلد سوم ص ۸۷۴-۸۷۳ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی پاکستان)

اس آیت مبارکہ میں صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور حضرت امیر المومنین حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم صادقین کے پیشوا اور امام ہیں اور بعض مفسرین نے حضرت علی اور ان کے اصحاب کی معیت اختیار کرنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(آل رسول ص ۳۳۷ از خضر ملت)

فقیر عرض کرتا ہے کہ صادقین کے اول پیشوا حضرت سیدنا صدیق اکبر ہیں اکثر مفسرین نے آیت کریمہ

لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ۰ (پ ۲۸ سورۃ الحشر آیت نمبر ۸)

ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے

گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ اور رسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں۔

میں صادقون سے مراد سیّد الصادقین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کو لیا ہے (تفسیر کبیر میں یہ الفاظ ہیں کہ صادقین کے سردار و امام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں)[۲] لہٰذا وہ اول صادق ہیں اور ان کے بعد ان صادقین کے سردار اور پیشوا حضرت مولائے کائنات شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ فالہٰذا صحیح العقیدہ مسلمان وہی ہے جو دونوں (سادات صادقین حضرت صدیق و حضرت علی رضی اللہ عنہما) کے ساتھ ہے۔ دراصل حضرت علی کے ساتھی ہی حضرت ابوبکر کے ساتھی ہیں کیونکہ ان سب نے بمعہ حضرت علی کے حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کی ہے جس پر شیعہ و سنی کتب کی شہادتیں موجود ہیں اور حضرت ابوبکر کے غلام ہی حضرت علی کے ساتھی ہیں کیونکہ حضرت علی کے فضائل کثیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی بیان فرمائے ہیں جو فضائل مرتضوی کے احادیث والے باب میں انشاء اللہ بیان کیے جائیں گے۔

علامہ سیّد محمود آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں رقم فرماتے ہیں کہ

''ابن مردویہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ابن عساکر حضرت ابوجعفر سے روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد (کونوا مع الصادقین سے مراد) ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہو جاؤ۔''[۳]

---

[۱] ''مع الصادقین'' فیہ کنایۃ ای مع علی ابن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ الکریم)

(تفسیر در منثور جلد نمبر ۳ ص ۲۹۰ مطبوعہ بیروت بحوالہ آل رسول ص ۳۳۶)

[۲] ولاشک ان رأس الصدیقین ورئیسھم ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

(تفسیر کبیر جلد اول ص ۲۲۱ مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور)

[۳] واخرج ابن مردویہ عن ابن عباس وابن عساکر عن ابی جعفر ان المراد کونوا مع علی کرم اللہ وجہہ

تفسیر روح المعانی بحوالہ تفسیر الحسنات جلد سوم ص ۷۵ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

ہم نے ان کے سینوں سے کینہ کھینچ لیا الآیت

آیت نمبر ۳۰:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ○

(پ۱۴ سورۃ الحجر آیت نمبر ۴۷)

اور کھینچ لئے ہم نے جو کچھ ان کے سینوں میں کینے تھے آپس میں بھائی بھائی تختوں پر روبرو

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت صدیق وفاروق اور اسد اللہ رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوئی اور بعض نسخوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے۔[1] (تفسیر الحسنات جلد سوم ص ۳۶۰)

تفسیر آیت کے مطابق جب ان کے سینوں سے کینہ کھینچ لیا گیا ہے تو ان کے متبعین کے دلوں میں پھر کینہ باقی کیوں؟ خارجی گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کینہ کیوں رکھتے ہیں اور رافضی حضرات خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بغض وعناد کیوں کرتے ہیں؟

دراصل صحیح عقیدہ جو کہ اس رفض وخروج سے یکسر پاک ہے وہ اہل سنت وجماعت کا ہی ہے جو حضرات خلفاء ثلاثہ سیدنا صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ان کے مقام پر اور مولائے کائنات شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے مقام پر اپنا مقتدا و پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور زبانی جمع خرچ ہی نہیں کرتے بلکہ دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں ان کے دل اور سینے ان سب کی محبت سے معمور ہیں اور وہ ان میں

[1] لقد اخرج ابن ابی حاتم وابن عساکر قال قلت لابی جعفر ان فلانا حدثنی عن علی بن الحسین رضی اللہ عنہما ان هذه الآیة نزلت فی ابی بکر وعمر وعلی رضی اللہ عنہم ورایت فی بعض الشیخ زیادة وعثمان رضی اللہ عنہ (تفسیر الحسنات جلد سوم ص ۳۶۰)

سے کسی ایک کا بغض وکینہ اپنے سینوں میں نہیں رکھتے اور وہ بھی آیت کریمہ کے مصداق ہیں کہ

اور کھینچ لئے ہم نے جو کچھ ان کے سینوں میں کینے تھے آپس میں بھائی بھائی تختوں پر روبرو اور جب قیامت کا میدان ہوگا تو ان اکابرین کو تختوں پر روبرو پائیں گے تو ان کی متابعت میں یہ بھی ان کے قدموں میں ہوں گے اور بروز محشر ان شاء اللہ العزیز ان کا حشر انہی مبارک ومقدس ہستیوں کے ساتھ ہوگا کیونکہ حدیث پاک ہے کہ "المرء مع من احب" انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

حق کے مصدق حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم

آیت نمبر ۳۱:

ارشاد ربانی ہے کہ

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

(پ ۲۳ سورۃ الزمر آیت نمبر ۳۳)

اور وہ ہستی جو اس سچ کو لے کر آئی اور جنہوں نے اس سچائی کی تصدیق کی یہی لوگ ہیں جو پرہیزگار ہیں۔

آیت کریمہ کی تفسیر میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ

"ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ "وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ" سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور "وَصَدَّقَ بِهٖ" سے مراد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔[1]

(تفسیر درمنثور جلد نمبر ۵ ص ۹۱۲ اردو مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

یعنی سچائی (دین اسلام) لے کر آنے والے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ہیں اور اس

[1] اخرج ابن مردویه عن ابی هریرة رضی اللہ عنه: والذی جاء بالصدق قال: رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وصدق به قال: علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنه (تفسیر درمنثور جلد نمبر ۵ ص ۳۲۸)

سچائی کی تصدیق فرمانے والے حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

(آل رسول ص ۳۴۸)

اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا

آیت نمبر ۳۲:

ارشاد ربانی ہے کہ

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ط فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ط اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○

(پ۲۳ سورۃ الزمر آیت نمبر ۲۲)

بھلا وہ (سعادت مند) کشادہ فرما دیا ہو اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لئے تو وہ اپنے رب کی طرف سے دیئے ہوئے نور پر ہے پس ہلاکت ہے ان سخت دلوں کے لئے جو ذکر خدا سے متاثر نہیں ہوتے۔ یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''یہ آیت کریمہ حضرت علی، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ابولہب اور اس کی اولاد کے بارے نازل ہوئی۔ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کے سینوں کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کشادہ فرما دیا اور ابولہب، اس کی اولاد کے دل سخت ہو گئے۔''[1]

[1] نزلت فی علی وحمزة وابی لهب واولاده، فعلی وحمزة شرح الله صدرهما للاسلام فابو لهب واولاده قست قلوبهم ذكره الواحدی وابو الفرج

(الریاض النضرہ جلد ثانی ص ۲۰۷ مطبوعہ فیصل آباد)

اللہ کی رحمت مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں

آیت نمبر ۳۳:

رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے کہ

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ط هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ○ (پ۱۱ سورۃ یونس آیت نمبر ۵۸)

فرما دیجئے اللہ کی رحمت اور اس کے فضل (کے مل جانے) سے چاہئے کہ وہ (اس پر) خوشی کریں یہ بہتر ہے اس سے جو وہ دولت جمع کریں۔

مفسر قرآن حضرت علامہ سید ابو الحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

''فضل سے مراد ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور رحمت سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔''

خطیب اور ابن عساکر رضی اللہ عنہما نے اپنی تفسیر میں اسے روایت کیا ہے۔[1]

اس تفسیر سے جشن ولادت حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم منانے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کیونکہ رحمت خدا پر جشن (خوشی) منانے کا حکم آیت کریمہ میں بصیغہ امر موجود ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سالہا سال قبل فقیر نے جب جشن میلاد مرتضیٰ دھوم دھام سے منایا تو بہت سے فتووں کی زد میں آیا اور وہ فتویٰ فروش مُلاں اب خود اس (شیعت) کے مرتکب ہو رہے ہیں اور بہت تزک و احتشام سے جشن ولادت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم مناتے ہیں۔

[1] اخرج الخطیب وابن عساکر رضی اللہ عنہما فی تفسیرہ: ''الفضل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم والرحمة بعلی کرم اللہ وجهه الکریم

(خطیب وابن عساکر بحوالہ تفسیر الحسنات جلد سوم ص ۴۰۲ مطبوعہ لاہور کراچی)

(تفسیر الحسنات جلد سوم ص ۴۰۲ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی پاکستان)

حضرت مولائے کائنات کا کعبۃ اللہ میں پیدا ہونا اس دور میں چونکہ اختلافی مسئلہ ہے۔ اس پر اس جگہ تبصرہ نہیں کیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کے باب میں اس پر گفتگو ہو چکی ہے اور ہم نے اپنا موقف واضح کر دیا ہے مگر جو لوگ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا مستحسن سمجھتے ہیں اور مندرجہ بالا آیت سے اس پر استدلال قائم کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت ہیں لہٰذا آپ کی آمد (ولادت) پر جشن میلاد مصطفیٰ ضرور منانا چاہئے۔ ان بزرگوں کو تو کم از کم جشن میلاد مرتضیٰ کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے۔

اگر اس لئے منع کرتے ہیں کہ یہ جشن شیعہ مناتے ہیں تو ہم ان کی مشابہت کی وجہ سے نہیں مناتے تو پھر بہت سے شیعہ نماز پڑھتے زکوٰۃ دیتے حج کرتے روزے رکھتے اور شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ مناتے ہیں پھر ان کی مشابہت کی وجہ سے کیا ہمیں بھی ان اعمال صالحہ سے رک جانا چاہئے؟ کیا فرماتے ہیں علماء دین؟

صلح حدیبیہ کے معاہدہ کے کاتب حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

آیت نمبر ۳۴:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ○

(پ ۱۳ سورۃ الرعد آیت نمبر ۳۰)

ایسے ہی بھیجا ہم نے تمہیں اس امت میں جس سے پہلے گزر چکیں امتیں تا کہ تم ان کو پڑھ کر سناؤ جو ہم نے وحی کی تمہاری طرف اور وہ کفر کر رہے ہیں رحمٰن سے فرما دیجئے وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی

اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

اس آیت کریمہ کی شان نزول میں حضرت قتادہ اور مقاتل رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

''یہ آیت صلح حدیبیہ میں نازل ہوئی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ سہیل ابن عمرو جب صلح کے لئے آیا اور صلح نامہ لکھنا طے پایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ لکھو: آپ نے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھا کفار نے اس پر جھگڑا کیا اور بولے ہمارے دستور کے مطابق لکھوائیں ہم رحمٰن کو نہیں جانتے وہ مسیلمہ تھا اور ''باسمك اللّٰهم'' لکھواؤ جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ وہ کفار تو رحمٰن کے منکر ہیں آپ جو ہم وحی کریں اسے سناتے رہیں۔

(تفسیر الحسنات جلد سوم ص ۳۶۵ مطبوعہ لاہور کراچی)

صلح حدیبیہ کے موقع پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما پر بے مثال اعتماد فرمانا دونوں شخصیات کے فضل ومجد کا لاجواب اظہار ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس موقع پر اپنا سفیر بنایا اور سفیر اسے ہی بنایا جاتا ہے جس پر کامل اعتماد ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو معاہدے کا کاتب بنایا اور کاتب بھی وہی ہوتا ہے جس کے اخلاص پر پورا یقین ہو ورنہ کسی کو نہ کاتب اور نہ ہی سفیر بنایا جاتا ہے۔ چودہ یا پندرہ سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی موجودگی میں گویا کہ سید عالم نے ان کے مخلص ومعتمد ہونے کا اعلان فرما دیا۔

ان الآية في مشركين مكة لما راو اكتاب الصلح يوم الخديبية وقد كتب فيه علي كرم الله وجهه "بسم الله الرحمٰن الرحيم" فقال سهيل بن عمرو ما نعرف الرحمن الا مسيلمة

....(تفسیر الحسنات جلد سوم ص ۳۶۵ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی)

یاد رہے کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس سفارت کا ذکر شیعہ کتب میں بڑی شد ومد سے موجود ہے۔ ملاحظہ ہو جلاء العیون، حیات القلوب باب صلح حدیبیہ وبیعت رضوان

فاتح خیبر حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم

آیت نمبر ۳۵:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَافِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ○

(پ ۲۶ سورۃ الفتح آیت نمبر ۱۸)

یقیناً راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے جب وہ بیعت کر رہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس درخت کے نیچے پس جان لیا اس نے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پس اتارا اس نے اطمینان کو ان پر بطور انعام انہیں یہ قریبی فتح بخشی۔

اخطب خوارزم اس آیت کے ضمن میں رقم طراز ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

''مذکورہ بالا آیت اہل حدیبیہ کے بارے نازل ہوئی اس روز ان کی تعداد چودہ سو تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا ''انتم والیوم خیار اهل الارض'' آج تم تمام اہل زمین سے بہتر ہو۔

راوی فرماتے ہیں کہ ہم سب نے درخت کے نیچے اس بات پر بیعت کی کہ ہم جان کی بازی لگا دیں گے لیکن منہ نہ موڑیں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''واولی الناس بهذه الآية علی بن ابی طالب'' اس آیت کے سب سے بڑھ کر حق دار حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ''اور بطور انعام فتح قریب سے نوازا اور وہ فتح خیبر تھی جو مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دست حق پر فتح ہوا۔[1]

(مناقب خوارزمی ص ۱۹۵ بحوالہ آل رسول ص ۳۴۵-۳۴۴ از حضرت خضر ملت)

مسکین، یتیم اور اسیر اور دروازۂ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

آیت نمبر ۳۶:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ○

(پ ۲۹ سورۃ الدھر آیت نمبر ۸)

اور جو کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے نازل ہوئی۔

(تفسیر در منثور جلد ششم ص ۸۲۳ اردو مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی پاکستان)

مجاہد وغیرہ سے منقول ہے کہ اس آیت کا نزول مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں ہوا کہ انہوں نے ایک یہودی کے ہاں مزدوری سے کچھ جو حاصل کئے اور ان میں سے ایک تہائی حصہ پکائے تو ایک مسکین نے سوال کیا تو آپ نے اسے دے دیئے پھر

[1] فتح خیبر کی احادیث سے صحاح ستہ کے علاوہ سینکڑوں کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اس کی تفصیل تو اپنے مقام پر ہی بیان ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ کئی روز تک قلعہ خیبر پر حملہ کیا جاتا رہا مگر وہ فتح نہ ہوا حضور علیہ السلام نے فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلاؤ۔ ان کو آشوب چشم لاحق تھا۔ جب وہ حاضر بارگاہ رسالت ہوئے تو ان کو علم عطا فرما کر قلعہ خیبر کی طرف روانہ فرمایا تو آپ نے خیبر کا قلعہ اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اس طرح خیبر کی فتح ہوئی اس فتح کی بشارت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ''اور بطور انعام انہیں فتح سے نوازا'' چونکہ یہ حضرت حیدر کرار کرم اللہ وجہہ کے دست اقدس پر فتح ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے سب سے بڑھ کر حق دار (فضیلت) حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

پکائے اور تیار ہی ہوئے تھے کہ ایک یتیم نے آ سوال کیا تو آپ نے اسے دے دیئے پھر باقی ایک تہائی پکوائے اور جونہی وہ کھانے کے لئے تیار ہی ہوئے تھے کہ ایک اسیر (قیدی) نے آ سوال کیا تو یہ اسے عطا کر دیئے اور آپ اور آپ کے اہل خانہ اس روز بغیر کھانے کے ہی رہے۔ (تفسیر الحسنات جلد ہفتم ص ۱۱۱۷)

اس آیت کریمہ کی شان نزول میں ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری بھیروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

"بعض مفسرین نے ایک واقعہ کو ان آیات کی شان نزول بتایا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔"

ایک دفعہ حضرات حسنین کریمین بیمار ہو گئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر صحابہ عیادت کے لئے گئے کسی نے یہ تجویز پیش کی اے علی! آپ نذر کیوں نہیں مانتے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان بچوں کو صحت دی تو آپ نذر کو پورا کریں گے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے تین روزے رکھنے کی نذر مانی اسی طرح حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی کنیز فضہ نے بھی تین تین روزے رکھنے کی منت مانی اللہ تعالیٰ نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو صحت و شفا بخشی اب نذر کے ایفا کا وقت آ گیا کاشانہ حیدر میں روزہ کے افطار کے لئے کوئی چیز نہ تھی چنانچہ آپ شمعون یہودی کے پاس تشریف لے گئے اور تین صاع جو بطور قرض یا بعوض اجرت لے آئے صبح کو سب نے روزہ رکھا حضرت سیدہ نے ایک صاع جو پیسے اور اس کی پانچ روٹیاں پکائیں۔ شام کی نماز کے بعد حضرت علی واپس تشریف لائے تو سب اہل خانہ کھانا تناول کرنے کے لئے بیٹھے اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی اور کہا میں مسکین ہوں بھوکا ہوں۔ آپ نے سب روٹیاں اٹھا کر اسے دے دیں اور خود سادہ پانی پی کر سو گئے۔ دوسرے روز افطار کے بعد کھانا کھانے بیٹھے تو دروازے پر پھر دستک ہوئی آواز آئی یتیم ہوں بھوکا ہوں پھر پانچوں روٹیاں اٹھا کر اسے دے دی گئیں۔ تیسرے روز پھر روزہ رکھا گیا جب کھانا کھانے بیٹھے

تو ایک سائل نے آواز دی اسیر ہوں بھوکا ہوں چنانچہ سارا کھانا اس کو دے دیا گیا۔ تین دن اور تین رات کے مسلسل فاقے سے بچوں کی کمزوری کی یہ حالت ہو گئی کہ چوزوں کی طرح کانپ رہے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ انہیں لے کر بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کو لے کر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ فرط نقاہت سے حضرت سیدہ بھی ایک کونے میں سمٹی پڑی ہیں۔ حضور سخت پریشان ہوئے اس وقت (حضرت) جبرئیل (علیہ السلام) سورۃ الدہر کی یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم ص ۴۴۴ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ یہ روایت (حدیث) من گھڑت اور ضعیف ہے۔ اسی طرح محدث ابن جوزی نے بھی اسے موضوعات میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ حکیم ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کو صرف احمق اور جاہل آدمی ہی قبول کر سکتا ہے۔

حضرت ضیاء الامت اس روایت کو نقل کر کے بڑا پیارا فیصلہ فرماتے ہیں کہ

"سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اہل بیت کو جن کمالات خصال حمیدہ اور اعمال رشیدہ سے مشرف فرمایا ہے پھر انہیں جن مراتب عالیہ اور مقامات پر سرفراز کیا ہے۔ انہیں اس قسم کی خلاف عقل روایات کے سہارے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ان آیات کے اولین مصداق خاندان نبوت کے یہی حضرات ہیں جن لوگوں نے ان نفوس قدسیہ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا ان پر مخفی نہیں کہ خاندان نبوت نے ساری زندگی اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضرورتوں کو فوقیت دی۔ خود تکلیف برداشت کی لیکن دوسروں کو خوش و خرم رکھا اگر یہ واقعہ نہ بھی ہو تب بھی ان آیات کے اولین مصداق یہی حضرات ہیں۔" (تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم ص ۴۴۵)

بعض مفسرین نے کہا کہ یہ سورت مکی ہے اور مکہ میں یہودیوں سے قرضہ لینے یا مزدوری کے عوض جو لینے کا تصور مفقود ہے اس لئے کہ یہودی مکہ میں نہ تھے مدینہ میں تھے۔

اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ متعدد مرتبہ پوری سورت مکی ہوتی ہے مگر اس میں کچھ آیات مدنی ہوتی ہیں۔ ممکن ہے یہاں بھی کچھ ایسی ہی صورت حال ہو رہی یہ بات کہ یہ واقعہ مکی نہیں کیونکہ وہاں یہودی تھے ہی نہیں تو مطلقاً یہودیوں کا مکہ میں نہ ہونا ممکن نہیں البتہ یہ واقعہ ہے ہی مدنی کیونکہ سیّدہ کا نکاح اور اولاد مدینہ منورہ میں ہوئی ہے۔ فلہٰذا بجائے اس واقعہ کے انکار کے اقرار زیادہ انسب واولیٰ ہے جیسا کہ اہل بیت کے جود وسخا کے دیگر واقعات سے پتا چلتا ہے کہ ان سے اس واقعہ کا صدور عین ممکن ہے اور پھر بڑے بڑے جلیل القدر مفسرین کا اس واقعہ کو نقل کرنا اس کی صحت پر نا قابل تردید ثبوت ہے اگر واقعہ درست نہ ہوتا تو اکا دکا مفسرین اسے نقل کرتے لیکن اس کو نقل کرنے والے مفسرین کی کثیر تعداد ہے جن میں امام سیوطی، عارف باللہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور علامہ ابوالحسنات جیسے مفسرین (قدیم وجدید) شامل ہیں۔ اس روایت کو مخدوش اور متروک کہنے والوں کا معیار ذرا بلند ہے۔ اس لئے اس پر یہ روایت پوری نہ اترتی ہوگی مگر فضائل کی روایات ضعیف بھی ہوں تو قابل قبول ہوتی ہیں۔

مرج البحرین ''دو دریا'' علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما

آیت نمبر ۳۷:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝

(پ ۲۷ سورۃ الرحمٰن آیت نمبر ۲۲-۲۱-۲۰-۱۹)

اس نے رواں کیا ہے دونوں دریاؤں کو جو آپس میں مل رہے ہیں۔ ان کے

درمیان آڑ ہے آپس میں گڈ مڈ نہیں ہوتے پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے نکلتے ہیں ان سے موتی اور مرجان

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی مختلف تفاسیر میں ایک تفسیر یوں بھی بیان فرماتے ہیں کہ

''امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ''مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝'' ''البحرین'' سے مراد حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں ''بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝'' برزخ سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ''يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝'' کے بارے فرمایا ''اللؤلؤ اور المرجان'' سے مراد حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں صاحبزادگان ہیں۔''

(تفسیر درمنثور اردو جلد ششم ص ۳۳۵ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی)

ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ''مرج البحرین یلتقین'' کے تحت یہ قول بیان کیا ہے کہ بحرین سے مراد حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما ہیں اور يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝ سے مراد حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ (دونوں شہزادے)[1]

(تفسیر درمنثور اردو جلد ششم ص ۳۳۵ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

یاد رہے کہ حسن کا معنیٰ خوبصورت بڑا موتی ہے اور حسین کا معنیٰ خوبصورت چھوٹا موتی ہے کیونکہ یہ حسن کی تصغیر ہے فعیل کے وزن پر اور امام حسن علیہ السلام کو بڑا خوبصورت موتی اہل سنت وجماعت ہی تسلیم کرتے ہیں بوجہ صلح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شیعہ ان سے ناراض ہیں۔ (معاذ اللہ)

[1] قلندر فیصل آباد مجدد الشعراء حضرت صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر گویا کہ ان آیات بینات کی تفسیر ہے کہ

قدی شبر شبیر دی شان مولا موتیے لال مرجان فرما کے تے۔

دو دواں دریاواں دے ہین ایہہ دو موتی دسیا عالم [illegible] جہاں چمکا کے تے

منافقت کی پہچان بغض علی (کرم اللہ وجہہ) سے

آیت نمبر ۳۸:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ (پ ۲۶ سورۃ محمد آیت نمبر ۳۰)

اور آپ ضرور انہیں (منافقین کو) پہچان لیا کریں گے ان کے انداز گفتگو سے

امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ

''امام ابن مردویہ اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ کے بارے میں فرمایا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں حضرت علی ابن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ) کے ساتھ بغض رکھنے کے سبب ضرور پہچان لیں گے۔ (تفسیر در منثور اردو جلد ششم ص ۹۹ مطبوعہ لاہور)

مزید فرماتے ہیں کہ

''امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں منافقین کو صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بغض رکھنے کے سبب پہچانتے تھے۔'' (تفسیر در منثور جلد ششم ص ۹۹ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی)

مبغضین علی کی بروز محشر خستہ حالی کا نقشہ

آیت نمبر ۳۹:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

(پ ۳۰ سورۃ المطففین آیت نمبر ۳۴-۳۵-۳۶)

پس آج (قیامت کے دن) مومن کفار پر ہنس رہے ہیں کیوں کچھ بدلہ ملا کافروں کو (اپنے کرتوتوں کا) جو وہ کیا کرتے تھے۔

حافظ ابوالموید، موفق بن احمد بن محمد بکری حنفی المعروف (اخطب خوارزم) ''متوفی ۶۸ھ ہجری'' اس آیت کے ضمن میں ارقام فرماتے ہیں کہ مولا علی علیہ السلام مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی وقار کی طرف آرہے تھے ''فسخر به المنافقون وتضاحكوا وتغامزوا'' (کہ رستے میں) منافقین نے حضرت علی المرتضیٰ اور آپ کے ساتھیوں کا مذاق اڑایا اور ان پر ہنسے اور آنکھوں سے ایک دوسرے کی طرف اشارے کیے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی جس میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کو مومنین اپنے عروسی پلنگوں پر بیٹھ کر کفار کی خستہ حالی پر ہنسیں گے۔ (المناقب للخوارزمی ص ۱۹۴ بحوالہ آل رسول ص ۳۴۳ از خفر ملت)

جو لوگ آج بھی ذکر علی سے جلتے ہیں اس آیت کو پڑھ کر اپنی حیثیت اور بروز حشر اپنا انجام پہچانیں۔

حضرت علی محبّ خدا و مصطفیٰ بھی اور محبوب بھی

آیت نمبر ۴۰:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

(پ ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۵۴)

اے ایمان والو [illegible] م میں [illegible] ے (تو اس کی بدنصیبی) کہ

عنقریب لے آئے گا اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان سے
اور وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو نرم ہوں گے ایمان داروں کے لئے بہت
سخت ہوں گے کافروں پر جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں اور نہ ڈریں گے کسی
ملامت کرنے والے کی ملامت سے یہ (محض) اللہ تعالیٰ کا فضل ہے نوازتا
ہے اسے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی کشادہ رحمت والا سب کچھ جاننے
والا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ضمن میں ارقام فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو خیبر کے دن جھنڈا عطا فرمایا اور فرمایا تھا کہ ''کل میں یہ جھنڈا اس کو عطا کروں گا جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) محبوب رکھتے ہیں اور وہ شخص بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں یہی وہ صفت ہے جسے آیت کے اندر بیان کیا گیا ہے۔ (یعنی اللہ رسول کا محب اور محبوب ہونا) ؎۱

امام رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت کے بعد متصل یہ آیت ہے: انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ اور یہ آیت حضرت علی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ پس اس کو اسی کے حق میں نزول تسلیم کرنا زیادہ اولیٰ ہے جس کے حق میں ماقبل آیت نازل ہوئی ہے۔ ؎۲

؎۱ وقال القوم انها نزلت فى على عليه السلام ويدل عليه الوجهان: الاول انه عليه السلام لما رفع الرأية الى على عليه السلام يوم خيبر قال: ولادفعن الراية غدا الى رجل يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله وهذا هو الصفة المذكورة فى الآية

(کبیر بحوالہ آل رسول ص ۳۳۶ - ۳۳۷)

؎۲ والوجه الثانى انه تعالى ذكر بعد هذه الآية قوله "انما وليكم الله ورسوله الخ" وهذه الآية فى حق على فكان الاولىٰ جعل ما قبلها ايضا فى حقه

(تفسیر کبیر جلد نمبر ۴ ص ۳۷۸ مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور)

بموقعہ جنگ بدر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مخاصمہ

آیت نمبر ۴۱:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِىْ رَبِّهِمْ ز فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ط يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ○

(پ ۱۷ سورۃ الحج آیت نمبر ۱۹)

یہ دو جھگڑالو ہیں اپنے رب کے معاملہ میں جو جھگڑتے ہیں تو جو کافر ہوئے ان کے لئے بیونتے گئے کپڑے آگ کے ڈالا جائے گا ان کے سروں پر گرم پانی کھولتا ہوا۔

علامہ سیّد ابوالحسنات قادری علیہ الرحمت تحریر فرماتے ہیں کہ

''ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت تین آدمیوں کے متعلق نازل ہوئی جو بدر والے دن مشرکوں کے مقابلہ کو نکلے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
ان کے مقابلہ میں مشرکین کی طرف سے عتبہ اور شیبہ ابنائے ربیعہ اور ولید بن عتبہ آئے اور ان کے مابین جو مخاصمہ ہوا اس کا ذکر فرمایا گیا۔

(تفسیر الحسنات جلد چہارم ص ۳۴۱ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی پاکستان)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۴۱) کا عدد پورا ہوا

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس (حبر الامت اور سب سے پہلے مفسر قرآن) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

''ما نزل فى احد من كتاب الله تعالى ما نزل فى على (عليه السلام)''

کتاب اللہ (قرآن مجید) میں جتنی آیات حضرت علی (علیہ السلام) کے حق

میں نازل ہوئیں اتنی کسی اور (صحابی) کے حق میں نازل نہیں ہوئیں۔

مزید فرماتے ہیں "نزل فی علی ثلاثمأته ایة " حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئیں۔

علامہ صبان بحوالہ طبرانی رقم طراز ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا

"کانت لعلی ثمان عشرۃ منقبا ما کانت لاحد من ھذہ الامۃ"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اٹھارہ مناقب (ایسے ہیں) جو اس امت میں کسی اور کے لئے نہیں۔

(اسعاف الراغبین بحوالہ آل رسول ص۳۳۲ از خضر ملت)

مزید ارشاد فرمایا

"لیس ایة من کتاب اللہ تعالٰی "یایھا الذین امنوا" الا علی اولھا امیرھا وشریفھا "(نور الابصار ص ۷۸ از علامہ سید مومن شبلنجی)

قرآن کریم میں جتنی مرتبہ بھی خطاب "اے ایمان والو" ہوا اس کے اول مخاطب اور امیر و شریف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں سچ فرمایا نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ علی قرآن کے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔

(الصواعق المحرقہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم احادیث کی روشنی میں

حدیث شریف نمبر ۱:

علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مومن کے ولی ہیں

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کو اس (لشکر) کا امیر مقرر فرمایا آپ لشکر کے ساتھ تشریف لے گئے اور ایک لونڈی سے جماع کیا

لوگوں نے اسے برا جانا چار صحابہ کرام نے معاہدہ کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے وقت آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا واقعہ عرض کریں گے۔

مسلمانوں کا طریقہ یہ تھا کہ سفر سے واپسی پر سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے سلام عرض کرتے اور پھر گھروں کو جاتے۔ جب یہ لشکر واپس آیا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا۔ ان چار آدمیوں میں سے ایک نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ حضرت علی نے ایسا کیا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا (رخ انور پھیر لیا) پھر دوسرا اٹھا اس نے بھی یہی کہا۔ آپ نے اس سے بھی (اعراض فرماتے ہوئے) رخ انور پھیر لیا پھر تیسرے نے (بھی) اٹھ کر یہی عرض کیا۔ آپ نے اس سے بھی چہرہ اقدس پھیر لیا پھر چوتھے نے اٹھ کر یہی بات کی تو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کے چہرۂ انور سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا! تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ (ایسے ہی) تین مرتبہ فرمایا: پھر فرمایا! "علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔"[1]

---

[1] عن عمران بن حصین قال: بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیشا واستعمل علیھم علی بن ابی طالب فمضی فی السریة فاصاب جاریة وانکروا علیه وتعاقد اربعة من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقالوا اذا لقینا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اخبرناہ بما صنع علی وکان المسلمون اذا رجعوا من سفر بدء وا برسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فسلموا علیه ثم انصرفوا الی رحالھم فلما قدمت السریة سلموا علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقام احد الاربعة فقال: یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الم تر الی علی بن ابی طالب صنع کذا وکذا فاعرض عنه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثم قال الثانی فقال مثل مقالته فاعرض عنه ثم قام الیه الثالث فقال مثل مقالته فاعرض عنه ثم قام الرابع فقال مثل ما قالوا فاقبل الیه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم والغضب یعرف فی وجھه فقال: ما تریدون من علی. ما تریدون من علی، ما تریدون من علی ان علیا منی وانا منه وھو ولی کل مؤمن بعدی

(جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۲، ۲۱۳)

یاد رہے کہ ''ولی'' کے بہت سے معانی ہیں مگر خلیفہ اس لفظ کا معنیٰ ہرگز نہیں ہے اور یہ حدیث مبارکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بہت عظیم منقبت ہے مگر ان کی خلافت بلافصل پر دلیل نہیں ہے ورنہ قرآن وحدیث میں جس مقام پر بھی لفظ ولی، ولایت، والی، مولیٰ، اولیاء آیا ہے وہاں ترجمہ خلیفہ کرنا پڑے گا اور یہ عقلاً ونقلاً باطل ومحال ہے۔ اس کی پوری وضاحت ہم گزشتہ اوراق میں لفظ مولیٰ کی بحث میں کر چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں ولی بمعنیٰ محبوب ہے جس کا تعین ایک اور حدیث مبارکہ سے ہوتا ہے۔

''وَھو ھذا''

حدیث مبارک نمبر۲:

حضرت اسحاق بن براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر بھیجے ایک کا امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مقرر فرمایا جبکہ دوسرے لشکر کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقرر فرمائے اور فرمایا جنگ کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ دونوں لشکروں کے امیر ہوں گے۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس سے ایک لونڈی حاصل کی۔

اس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی چغلی میں ایک خط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی مرتبت میں لکھا اور مجھے (وہ خط) دے کر بھیجا میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خط پڑھا تو (غصہ سے) آپ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔

پھر فرمایا ''تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ ورسول اس سے محبت رکھتے ہیں'' راوی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں تو محض قاصد ہوں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

خاموش ہو گئے۔[1]

اس حدیث مبارکہ کے الفاظ ''ما تری فی رجل یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ'' (یعنی کہ تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت رکھتے ہیں) نے ولی کا معنیٰ محب اور محبوب متعین کر دیا ہے لہٰذا خلیفہ اس کا معنیٰ نہیں ہے۔

گویا یہ حدیث مبارکہ حدیث نمبر۱ کی تفصیل وتوضیح ہے جس میں ولی کا معنیٰ محب اور محبوب متعین ہے۔

اور پھر حدیث مبارکہ کے الفاظ ''ان علیا منی وانا منہ'' سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ بلافصل نہیں ہیں کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حامل نبوت ہیں اور نبوت حضور پر ختم ہو چکی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور سے ہیں (اگر کچھ ہوتے تو نبی ہوتے اور نبوت ختم ہو چکی ہے) رہی یہ بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب کیا ہے تو وہ بھی ایک اور حدیث پاک سے مترشح ہوتا ہے اور وہ حدیث پاک یہ ہے۔

حدیث شریف نمبر۳:

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] عن ابی اسحق عن البراء قال: بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم جیشین وامر علی احدھما علی بن ابی طالب وعلی الآخر خالد بن الولید وقال اذا کان القتال فعلی قال فافتتح علی حصنا فاخذ منہ جاریۃ فکتب معی خالد کتابا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشی بہ قال فقدمت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ الکتاب فتغیر لونہ ثم قال: "ما تری فی رجل یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ"

قال قلت اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ وانما انا رسول فسکت۔

(جامع الترمذی جلد ثانی ص۲۱۴)

"علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور میری طرف سے میرے اور علی
کے سوا کوئی دوسرا ادا نہیں کرسکتا۔" ۱؎

مطلب صاف واضح ہے کہ میرے اور علی کے درمیان یہ یگانگت کا رشتہ یوں ہے
کہ اپنے قرض وغیرہ کو یا میں خود ادا کروں گا یا میری طرف سے علی ادا کریں گے تو اس
سے بھی خلافت بلافصل کا کوئی اثبات نہیں ہوتا ہاں وارث ہونے کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ
جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء ہی اس کی طرف سے ادا کرنے کے مجاز
ہوتے ہیں۔ اسی لئے دیگر احادیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ
وجہہ الکریم کو اپنا وصی اور وارث قرار دیا ہے۔

کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ داماد ہونے کی حیثیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے وارث ہیں (اس لئے کہ) بیٹے وارث ہوا کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کے
صاحبزادگان وفات پا چکے تھے اور ان کی جگہ حضرت علی بوجہ شرف دامادی کے حضور علیہ
السلام کے بیٹے بھی تھے۔ اس لئے فرمایا کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں میری
طرف سے علی ادا کریں گے۔

آیت مباہلہ میں اگر "ابناء نا و ابناء کم" سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد لئے
جائیں (جیسا کہ ہم نے گزشتہ اوراق میں اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ بعض
مفسرین نے یوں بھی تحریر کیا ہے) تو اس حدیث کا مطلب واضح ہو جاتا ہے۔

اگر آیت مباہلہ میں "انفسنا" سے مراد نفس رسول حضرت علی کو لیا جائے تو بھی
اس حدیث کہ (علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں میری طرف سے میں اور علی ادا
کریں گے) کا مفہوم بالکل ظاہر و باہر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان احادیث کو حضرت علی کرم اللہ
وجہہ الکریم کی خلافت بلافصل پر بطور استدلال پیش کرنا باطل و مردود ہے۔ وصایت

۱؎ عن حبشی بن جنادۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "علی منی وانا من علی ولا یؤدی عنی الا انا وعلی" (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۳، ابن ماجہ ص ۱۲)

وراثت کے لئے ان کا استدلال بالکل درست ہے۔

ایک اور حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کے اہل بیت پر آپ کے خلیفہ تھے۔ (ایک
خاص موقع پر) جیسے خاص موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں حضرت ہارون
علیہ السلام ان کے خلیفہ ہوئے تھے۔ وہ ان کے بھائی تھے۔ وزیر تھے، حضرت علی امام
الانبیاء علیہ السلام کے بھائی اور وزیر تھے اور وہ حدیث یہ ہے۔

حدیث شریف نمبر ۴:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا۔

"تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ
علیہ السلام سے تھی۔" ۱؎

ایک اور حدیث پاک میں اس سے زیادہ وضاحت بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو

حدیث شریف نمبر ۵:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا:

"تمہیں مجھ سے وہی تعلق ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ
علیہ السلام سے تھا البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" ۲؎

اس کی وضاحت میں ایک اور حدیث مبارکہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا

۱؎ عن سعد بن ابی وقاص ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی: "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی" (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۴)

۲؎ عن عبداللہ بن عقیل عن جابر بن عبداللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی: انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لانبی بعدی" (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۴)

ہوں کہ

حدیث شریف نمبر ۶:

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مدینہ منورہ میں خلیفہ بنا کر پیچھے چھوڑ گئے۔

لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی سے اکتا گئے ہیں اوران کی صحبت کو ناپسند کرتے ہیں۔ اس لئے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے ہو لئے حتیٰ کہ راستے میں ملاقات ہوگئی تو آپ نے عرض کیا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے مجھے بچوں اورعورتوں کے ساتھ مدینہ میں چھوڑ دیا ہے۔ حتیٰ کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے اپنے ساتھ رکھنا پسند نہیں فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یا علی! ہم نے تمہیں اپنے اہل وعیال کی نگرانی کے لئے پیچھے چھوڑا ہے کیا تم خوش نہیں ہو کہ تم مجھ سے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام سوائے اس کے کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔''[1]

اس حدیث پاک میں مسئلہ بالکل واضح ہوگیا کہ

جس طرح[2] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو

---

[1] اخبرنا بشر بن هلال البصری قال حدثنا جعفر وهو ابن سليمان قال حدثنا حرب بن شداد عن وسار عن سعيد بن المسيب عن سعد بن ابی وقاص قال: "لما غزاء رسول الله صلى الله عليه وسلم غزوة تبوك خلف عليا كرم الله وجهه في المدينة قالوا فيه مله وكره صحبته فتبع على رضى الله عنه النبى صلى الله عليه وسلم حتى لحقه في الطريق قال: يا رسول الله خلفتني بالمدينة مع الذراري والنساء حتى قالوا مله وكره صحبته فقال النبى صلى الله عليه وسلم: يا على! انما خلفتك على اهلى اما ترضى ان تكون منى بمنزلة هارون من موسىٰ غير انه لا نبی بعدی (الخصائص النسائی ص ۴۰ مطبوعہ فیصل آباد)

[2] جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تھا کہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اپنی ظاہری زندگی میں اپنی قوم پر نگرانی کے لئے پیچھے چھوڑ کر اپنا خلیفہ بنایا تھا ایسے ہی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال (اہل بیت عظام) کی نگرانی کے لئے پیچھے چھوڑا تھا اور اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا جیسا کہ الفاظ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ○ وَ یَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ○ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ○ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ○ هٰرُوْنَ اَخِی ○ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِیْ ○ وَاَشْرِكْهُ فِیْٓ اَمْرِیْ ○ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ○ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ○ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ○ قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی ○ (پ۱۶ سورہ طٰہٰ آیات نمبر ۲۵ تا ۳۶)

اے میرے رب میرے لئے میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرا کام آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے وہ کون؟ میرا بھائی ہارون اس سے میری کمر مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر ہم بکثرت تیری پاکی بولیں اور بکثرت تیری یاد کریں۔ بے شک تو ہمیں دیکھ رہا ہے فرمایا اے موسیٰ تیری مانگ تجھے عطا ہوئی۔

ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بارگاہ ایزدی میں عرض کیا تھا۔ ملاحظہ ہو امام محب طبری حضرت سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا۔

''میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں وہ بات کہتا ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لئے کہی تھی۔''

اللّٰهم اجعل لی وزيرا من اهلی اخی عليا اشدد به ازری واشركه في امری كی نسبحك كثيرا ونذكرك كثيرًا انك كنت بنا بصيرًا

(الریاض النضرہ جلد دوم ص ۱۱۸ مطبوعہ چشتی کتب خانہ ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد)

اے اللہ تعالیٰ میرا وزیر بنا میرے خاندان سے علی کو جو میرا بھائی ہے اور مضبوط فرمادے اس سے میری کمر اور شریک کردے اسے میری اس مہم میں تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری تسبیح اور بہت زیادہ تیرا ذکر کریں۔ بے شک تو ہمارے (ظاہر و باطن کو) خوب دیکھنے والا ہے۔

یاد رہے کہ اس حدیث پاک کی راویہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا خلیفہ راشد بلافصل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں اور یہ روایت آپ کے علاوہ کسی راوی نے بیان نہیں کی ہے۔ اگر وہ چھپانا چاہتیں اور نہ بیان کرنا چاہتیں یا ان کے خاندان یا شوہر یا بچوں میں بغض علی ہوتا تو انہیں اس کے چھپانے میں کوئی چیز مانع نہ تھی لیکن یہ خاندان صدیق اکبر تھا جو محبین اہل بیت کا خاندان تھا۔ اس لئے بڑے ذوق وشوق سے فضیلت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بیان فرمایا اسی طرح بنت حضرت ابوبکر صدیق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی کھل کر فضائل اہل بیت کو جابجا بیان فرمایا ہے۔

"لما غزا رسول الله صلى الله عليه وسلم غزوة تبوك خلف علیا کرم الله وجهه في المدينة"

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مدینہ منورہ میں پیچھے چھوڑ گئے۔ (وقتی طور پر اپنے اہل بیت کی نگرانی کے لئے خلیفہ مقرر فرما گئے)

اور پھر آخری جملوں میں یہ وضاحت فرما دی کہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ میری وفات کے بعد علی مرتضیٰ میرے خلیفہ ہوں گے بلکہ وہ ایسے ہوں گے جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہیں اور ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی مرتبہ نبوت پر سرفراز کر دیئے گئے تھے۔ اس لئے فرمایا کہ خبردار میرے بعد کوئی نبی نہیں کہ حضرت علی کو نبی ہی نہ سمجھا جانے لگے (جیسا کہ بعض گمراہوں کا عقیدہ ہے کہ وحی تو حضرت علی کی طرف لے جانی تھی مگر حضرت جبرئیل علیہ السلام بھول کر حضرت نبی کریم علیہ السلام کی طرف لے گئے) معاذ اللہ تو ارشاد فرمایا کہ

"اما ترضى ان تكون منى بمنزلة هارون من موسىٰ غير انه لا نبى بعدى"

کیا آپ (اے علی) اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپ مجھ سے ایسے ہی ہوں جیسے ہارون موسیٰ علیہ السلام سے سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یعنی جس طرح ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان کی زندگی میں خلیفہ بنے تھے۔ آپ بھی میری زندگی میں میرے خلیفہ بنے ہو کیا آپ اس منزلت پر راضی نہیں ہو؟ ہاں میرے بعد نبوت یقیناً ختم ہو چکی ہے۔

معلوم ہوا کہ ان احادیث سے حضرت علی کی خلافت بلافصل بعد از وفات نبوی مراد لینا سراسر حماقت و جہالت ہے اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور علیہ السلام کے خلیفہ

ہوئے بھی تو آپ کی وفات سے پہلے غزوۂ تبوک کے موقع پر ہوئے تھے اور یہ نیابت حضور علیہ السلام کی واپسی پر اپنے اختتام کو پہنچ گئی تھی اور خلافت بلافصل بعد از وفات نبوی کا اس خلافت سے کوئی تعلق قطعاً نہیں ہے۔

لفظ مولیٰ کی تحقیق

جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم وکرم اللہ وجہہ الکریم)

حدیث شریف نمبر ۷:

حضرت ابوسریحہ یا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما (سے راوی کو شک ہے کہ ان دونوں میں سے ایک) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس کا میں مولیٰ ہوں (حضرت) علی بھی اس کے مولیٰ ہیں''۔[1]

مولیٰ کا معنیٰ کیا ہے؟ آیئے اس کی تحقیق کرتے ہیں: ملاحظہ ہوں مولیٰ کے معانی

(۱) المالك: حکمران (۲) السید: سردار (۳) المنعم: انعام کرنے والا (۴) المنعم علیه: انعام یافتہ (۵) المعتق: آزاد کرنے والا (۶) الناصر: مددگار (۷) المحب: محبت کرنے والا (۸) التابع: اتباع کرنے والا (۹) الجار: پڑوسی (۱۰) ابن العم: چچا زاد بھائی (۱۱) الحلیف: وہ دوست جو اپنے دوست کے ساتھ وفا کرنے والا اور ہر آڑے وقت میں ساتھ دینے کی قسم اٹھائے (۱۲) العقید: سپہ سالار،

[1] مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ: ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۱۲، ابن ماجہ شریف ص ۱۲، مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۶، نور الابصار ص ۷۸، الشرف المؤبد ص ۱۱۱

رئیس قوم، ضامن (۱۳) الصھر: داماد (۱۴) العبد: غلام

(سنن ابن ماجہ صفحہ نمبر ۱۲ کا حاشیہ، مشکوٰۃ شریف ص ۵۵٦، مطبوعہ دہلی کا حاشیہ، مرقات شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان جلد نمبر ۱۱ ص ۳۴۱، بحوالہ خلفائے رسول ص ۱۷۰ از حضرت خضر ملت)

معناه الناصر لانه مشترك بين معان كالمعتق والعتيق والمتصرف في الامر والناصر والمحبوب وهو حقيقة في كل منها (الصواعق المحرقہ ص ۴۳ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

یعنی اس کے معنیٰ مددگار کے ہیں کیونکہ لفظ ولی معتق "آزاد کرنے والا"، عتیق "آزاد"، متصرف فی الامر "خود مختار"، بااختیار، ناصر و مددگار، محبوب "پیارا" کے معانی میں مشترک ہے اور حقیقت میں یہ سب اس کے معانی ہیں۔ (آل رسول ص ۱۷۰)

علامہ نووی نے اس سلسلہ میں مولیٰ کے سولہ معانی نقل کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

رب، مالک، سید، منعم، معتق، ناصر، محب، تابع، جار، ابن العم، حلیف، عقید، صھیر، عبد، منعم علیہ، معتق (ملاحظہ ہو تہذیب الاسماء واللغات ۲ ق ۲:۱۹٦)

لغت کی معروف کتاب المنجد میں ہے کہ

المولیٰ: مالک، آقا، غلام، سردار، آزاد کرنے والا، انعام دینے والا، وہ جس کو انعام دیا جائے، محبت کرنے والا ساتھی، حلیف، پڑوسی، مہمان، شریک، بیٹا، چچا کا بیٹا، بھانجہ، چچا، داماد، رشتہ دار، ولی، تابع (المنجد ص ۱۱۰۷ مطبوعہ دہلی)

مولوی وحید الزماں اہل حدیث لکھتے ہیں کہ

مولیٰ: کے بہت معنیٰ آئے ہیں رب اور مالک اور سردار اور منعم اور آزاد کرنے والا اور مدد کرنے والا اور محب اور تابع اور ہمسایہ اور چچا کا بیٹا اور حلیف اور عقید اور داماد یا خسر اور غلام اور آزاد کیا ہوا۔ اور جس پر احسان کیا جائے اور یہ لفظ بہت حدیثوں میں وارد ہے تو ہر ایک مقام میں مناسب معنیٰ پر محمول کیا جائے گا۔

(لغات الحدیث جلد چہارم ص ۵۳۹ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور از مولوی وحید الزماں اہل حدیث)

مولیٰ کے مندرجہ بالا تمام معانی ہیں۔ کسی لغت والے نے یا کسی مترجم عالم دین نے مولیٰ کا معنیٰ خلیفہ نہیں کیا اور اگر پوری چودہ صدیوں میں یا اس کے بعد موجودہ صدی میں کسی نے مولیٰ کا معنیٰ خلیفہ کیا ہو تو فقیر اس ہستی کا ممنون احسان ہوگا جو فقیر کو اس سے مطلع فرمائے بصورت دیگر مولیٰ کا معنیٰ خلیفہ کرنے والے کو پندرہ صدیوں کا سب سے بڑا مکار، دھوکہ باز، کاذب و خائن نہیں کہیں تو کیا کہیں۔

مولیٰ کا معنیٰ محبوب ہے

مولوی وحید الزمان اہل حدیث کی توضیح

مولوی وحید الزمان باوجود اہل حدیث ہونے کے "حدیث من کنت مولاہ" کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ

"مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ" جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے۔ (یعنی جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ علی سے بھی محبت رکھے) امام شافعی نے کہا اسلام کی محبت مراد ہے جیسے ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ)

اصبحت مولى كل مومن ومومنة (حضرت امیر المومنین عمر نے حضرت علی سے کہا) تم تو ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت کے مولیٰ بن گئے (حضرت عمر نے علی کو مبارک باد دی جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ حدیث فرمائی مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ کہتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) سے کہا: تم میرے مولیٰ نہیں ہو میرے مولیٰ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس وقت آپ نے یہ حدیث فرمائی یعنی مجھ میں اور علی میں کوئی جدائی نہیں جو کوئی مجھ سے محبت رکھے وہ علی سے بھی محبت رکھے مگر اسامہ کا قصہ اگر صحیح ہو تو محبت کے معنیٰ یہاں نہیں بنتے بلکہ سردار اور اولیٰ بالتصرف کے بنتے ہیں اور شیعہ نے جو معنیٰ لئے ہیں

ان کی تائید ہوتی ہے۔[1]

(لغات الحدیث جلد چہارم ص ۵۳۹ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور از مولوی وحید الزمان اہل حدیث)

فقیر عرض کرتا ہے کہ شیعہ کی تائید کرنے سے پہلے اپنا ہی جملہ دہرالیں کہ ''یہ لفظ بہت سی حدیثوں میں وارد ہے تو ہر ایک مقام میں) مناسب معنیٰ پر محمول کیا جائے گا'' تو مولیٰ کا لفظ حضور علیہ السلام کے لئے وارد ہو تو اس کے حسب حال اور اگر حضور کے علاوہ (کسی شخصیت کے لئے) وارد ہو تو اس کے حسب حال معنیٰ کیا جائے گا بالکل ایسے ہی جیسے لفظ یصلون کی نسبت (آیت مبارکہ ''ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ○ الآیت میں) جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو معنیٰ اور ہے ملائکہ کی طرف ہو تو اور اسی طرح مومنین کی طرف ہو تو معنیٰ اور مفسرین نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا درود ''ھو الثناء بالعطوفۃ'' عطوفت کے ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنا ہے اور ملائکہ کا درود ''یبرکون'' اس میں برکت کی دعا کرنا ہے اور مومنین کا درود اللہ تعالیٰ سے ذات مصطفویہ پر رحمت بھیجنے کی التجا کرنا ہے۔ (امام سخاوی علیہ الرحمت نے القول البدیع میں ابن قیم نے جلاء الافہام میں مولوی زکریا نے تبلیغی نصاب میں اسی طرح لکھا ہے) تو ایسے ہی لفظ مولیٰ کا معنیٰ جب حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہو تو معنیٰ آپ کی ذات اقدس کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے گا۔ (اسی لئے مولیٰ کا معنیٰ خلیفہ نہیں ہو سکتا کیونکہ حضور علیہ السلام کسی کے خلیفہ نہیں ہیں بجز اس کے کہ آپ خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں اور وہ لفظ مولیٰ کا مفہوم نہیں ہے) اور جب یہ لفظ حضرت علی کی طرف منسوب ہوگا تو اس کا معنیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شخصیت کو سامنے رکھ کر کیا جائے گا یا پھر ایسا معنیٰ کیا جائے گا جس میں دونوں نفوس قدسیہ مشترک

---

[1] مکتب فکر اہل حدیث کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے علاوہ متصرف کوئی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مددگار ہے مگر نواب وحید الزماں نے مولیٰ کے یہ معانی لکھ کر جہاں انصاف وتحقیق کا حق ادا کر دیا ہے وہاں مولا علی کو مددگار، متصرف فی الامر بھی تسلیم کر لیا ہے جس سے یا تو ان کی شیعہ نوازی کا اظہار ہوتا ہے یا درحقیقت وہ اس مدد اور تصرف کو شرک تصور نہیں کرتے۔ واللہ اعلم بالثواب

ہوں اور وہ انسب واولیٰ معنیٰ یہاں پر ''محبوب'' ہی ہے کہ ''جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی بھی محبوب ہے'' لہٰذا شیعہ کی تائید تو کجا ان کی خلافت بلافصل کی زبردست تردید ہوتی ہے۔

حدیث: ''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ''

کے مزید حوالہ جات

۱۔ تفسیر کبیر از امام فخر الدین رازی علیہ الرحمت جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۵۹-۶۰ مطبوعہ ایران
۲۔ تفسیر درمنثور از علامہ امام جلال الدین سیوطی دار المعرفت بیروت لبنان
۳۔ تفسیر روح المعانی از علامہ سید محمود آلوسی جلد نمبر ۶ ص ۱۹۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان
۴۔ الجامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۳ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی
۵۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۲ مطبوعہ میر محمد کراچی
۶۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد نمبر ۴ ص ۲۷۲ مطبوعہ دار صادر
۷۔ الخصائص النسائی از امام نسائی ص ۲۲ مطبوعہ مصر
۸۔ المستدرک للحاکم جلد نمبر ۳ ص ۱۱۰ مطبوعہ بیروت
۹۔ تاریخ بغداد جلد نمبر ۸ ص ۲۹۰ مطبوعہ قاہرہ مصر
۱۰۔ حلیۃ الاولیاء جلد نمبر ۵ ص ۲۷ مطبوعہ بیروت
۱۱۔ مشکوٰۃ شریف باب مناقب علی ص
۱۲۔ الجامع الصغیر للسیوطی جلد نمبر ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ بیروت
۱۳۔ کتاب فضائل الصحابہ از امام احمد بن حنبل جلد نمبر ۲ ص ۵۶۹-ص ۵۸۵ مطبوعہ مکۃ المکرمہ
۱۴۔ المعجم الصغیر از امام طبرانی جلد نمبر ۱ ص ۷۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان
۱۵۔ المعجم الاوسط للطبرانی جلد نمبر ۳ ص ۶۹ مکتبۃ المعارف الریاض السعودیہ العربیہ

۱۶-کنز العمال للمتقی جلد نمبر۱ص۱۸۷،ص۱۸۹

۱۷-مجمع الزوائد جلد نمبر۹ص۱۰۷تاص۱۱۰مطبوعہ بیروت

۱۸-الاصابہ فی تمیز الصحابہ للامام ابن الحجر عسقلانی جلد نمبر۱ص۳۰۵،جلد نمبر۲ص۴۰۸ مطبوعہ بیروت

۱۹-مناقب خوارزمی ص۹۷مطبوعہ مکتبہ نینوئی طہران ایران

۲۰-الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد نمبر۲ص۱۲۶مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

۲۱-ذخائر العقبیٰ ص۶۷ (نسخہ) دار الکتب المصریہ

۲۲-الصواعق المحرقہ ص۴۲مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان

۲۳-تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۱۶۹مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی پاکستان

۲۴-فیض القدیر جلد نمبر۶ص۲۱۷

۲۵-الشرف المؤبد لآل محمد للنبہانی ص۱۱۱مطبوعہ مصر

۲۶-نور الابصار فی مناقب اہل بیت النبی المختار ص۷۸مطبوعہ مصر

(بحوالہ آل رسول ص۲۷۵-۲۷۶ از خضر ملت)

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ جامع مسجد کوفہ میں تیس ثقہ صحابہ کرام نے اس حدیث کی تصدیق فرمائی۔ (الصواعق)

خارجیوں کی مذموم کوششوں کا رد:

مگر یہ خارجی گروہ اس کے باوجود اس حدیث کو موضوع، من گھڑت کہہ کر اپنی نامرادی کا اظہار اور بغض علی کا ثبوت فراہم کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے محبان حضرت مولائے کائنات نے دور بنوامیہ سے لے کر آج تک بالعموم فضائل مولا علی کی روایات اور بالخصوص حدیث مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ کو اسی طرح نشر فرمایا کہ جس طرح نشر کرنے کا حق ہے اور ولایت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے منکروں کو

طشت از بام کرنے کا حق ادا کردیا۔ آج بھی ولایت مرتضوی کے دشمن بغض علی کا اظہار کر کے حدیث ولایت کو مٹانے کے درپے ہیں مگر

جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

اے اللہ حق کو ادھر پھیر دے جدھر علی پھریں (کرم اللہ وجہہ)

حدیث شریف نمبر۸:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''اللہ تعالیٰ (حضرت) علی پر رحمت فرمائے: یا اللہ! (حضرت) علی جدھر رخ کریں حق کا رخ بھی ادھر ہو جائے۔''[1]

ایک اور حدیث پاک میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے کہ ''حق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہیں۔''[2]

اہل عقل وخرد پر ان احادیث کے (پڑھنے اور سمجھنے) کے بعد یہ چیز مخفی نہیں رہتی کہ (دعائے مصطفیٰ بہر کیف مستجاب ہوا کرتی ہے فلہٰذا) یہ دعا بھی لازمی مستجاب ہوئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ جدھر بھی ہوئے حق آپ کے ساتھ رہا۔ (معلوم ہوا حق خلفاء راشدین کے ساتھ تھا کیونکہ علی ان کے ساتھ تھے)

باہمی جنگوں میں حق پر علی تھے (کرم اللہ وجہہ)

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت تک حاکم برحق وسلطان عادل نہ تھے جب تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلیفہ رہے اور آپ کی شہادت تک بے شک حق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھا حضرت امیر معاویہ اپنے اجتہاد میں

[1] عن علي: قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رحم الله عليا اللّٰهم ادر الحق معه حيث دار (جامع الترمذی جلد ثانی ص۲۱۳)

[2] الحق مع علي والعلي مع الحق (کوکب دری، ینابیع المودۃ ص)

مخطی تھے اسی عقیدہ کو اہل سنت درست جانتے اور مانتے ہیں جیسا کہ حضرت حکیم الامت قبلہ مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مرآت شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

''بیک وقت دو خلیفہ نہیں ہو سکتے اگر ہوں تو پہلا خلیفہ ہوگا دوسرا باغی چنانچہ خلافت حیدری میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت امیر معاویہ باغی جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں خلافت سے دستبرداری فرمائی تب وہ سلطان برحق ہوئے۔''

(مرآت شرح مشکوٰۃ جلد پنجم ص ۳۶۵ باب الامارۃ والقضاء فصل اول مطبوعہ قادری پبلشرز لاہور)

حضرت مولائے کائنات شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے قرآن پاک پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حضرت امیر معاویہ سے اس وقت تک جنگیں لڑیں جب تک وہ باغی تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ (پ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت نمبر ۹)

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے گروہ پر (بغاوت) زیادتی کرے تو اس زیادتی (کرنے) والے (باغی) سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم (بمقتضاء حدیث مبارکہ کہ یا اللہ حق کو ادھر پھیر دے جدھر علی پھریں) حق پر تھے اور وہ خلیفہ تھے ان کی بغاوت کرنے والوں سے ان کا جنگ کرنا اس آیت کے مقتضاء واحکامات کے مطابق تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دستبردار ہونے تک وہ باغی رہے لہٰذا جنگیں ہوتی رہیں (کیونکہ حکم ہے جب تک وہ باغی امر اللہ کی طرف نہ پلٹے اس

سے جنگ کرو) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت چھوڑ دی تو امیر معاویہ سلطان عادل ہو گئے۔ اب ان سے جنگ کرنا ناجائز ہوا اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ صلح اپنے نانا جان کے اس ارشاد کو مدنظر رکھ کر فرمائی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان ابنی ھذا سید و لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین ۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۵۳۰)

یقیناً میرا یہ شہزادہ (امام حسن علیہ السلام) سردار ہے اور مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرا دے گا، اس صلح سے امیر معاویہ بعد میں برحق قرار پائے ثابت ہوا کہ ان جمیع مناقشات میں حضرت علی ہمیشہ حق پر رہے اور مدمخالف اجتہادی اغلاط میں مبتلا رہے۔

جن کے دلوں کی آزمائش ہو چکی ہے

حدیث شریف نمبر ۹:

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ہم سے مقام رحبہ میں ارشاد فرمایا صلح حدیبیہ کے دن مشرکین کے کچھ لوگ جن میں سہیل بن عمرو اور کئی دوسرے رؤسا قریش تھے ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ! آپ کے پاس ہمارے بیٹوں بھائیوں اور غلاموں میں سے کچھ لوگ آئے ہیں جنہیں دین کی سمجھ نہیں وہ تو محض ہمارے مال اور جائیداد سے فرار ہو کر آئے ہیں پس آپ ان کو ہمیں واپس کر دیں اگر انہیں دین کی سمجھ نہیں تو ہم انہیں سمجھا دیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''اے گروہ قریش! تم باز آ جاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین

کی خاطر تلوار سے تمہاری گردنیں اڑا دے گا۔ اللہ تعالیٰ ایمان پر ان کے دلوں کی آزمائش کر چکا ہے۔''[۲]

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ لوگ کون ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ! وہ کون ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سوال کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جوتیوں میں پیوند لگانے والا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی نعلین مبارک مرمت کے لئے دی تھیں۔

حضرت ربعی بن حراش فرماتے ہیں پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی مجھ پر جھوٹ بولے (بہتان باندھے) اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا چاہئے۔[۳]

۱۔ حضرت علی نفس رسول ہیں: حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ "لا بعثن علیھم رجلا کنفسی ینفذ فیھم امری فیقتل المقاتلۃ ویسبی الذریۃ" کہ میں ان پر ایک ایسے شخص کو مقرر کروں گا جو میری جان کی طرح ہے وہ ان میں میرا حکم نافذ کرے گا اور لڑنے والوں کو قتل کرے گا اور ان کی اولاد کو قیدی بنائے گا حضرت ابی فرماتے ہیں کہ میں اسی تعجب میں ہی تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے حجرے میں تشریف لائے میں نے کہا اس سے مراد آپ کا ساتھی ہے۔ انہوں نے پوچھا کون؟ میں نے کہا! جوتا مرمت کرنے والا انہوں نے کہا" وعلی یخصف النعل "جوتے تو علی مرمت کرتے ہیں۔ (الخصائص النسائی ص ۱۹)

اس حدیث مبارکہ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی جان کی مثل قرار دیا ہے۔

۲۔ فرمان خداوندی "اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى" (الآیت) کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کی تقویٰ کے لئے آزمائش ہو چکی ہے۔

۳۔ عن ربعی بن حراش قال نا علی بن ابی طالب بالرحبۃ فقال: لما کان یوم الحدیبیۃ خرج الینا ناس من المشرکین فیھم سھیل بن عمرو واناس من رؤساء المشرکین فقالوا یا رسول اللہ خرج الیک ناس من ابناء نا واخواننا وارقاء نا ولیس لھم فقہ فی الدین وانما خرجوا من اموالنا وضیا عنا فارددھم الینا فان لم یکن لھم فقہ فی الدین سنفقھھم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر قریش لتنتھن او لیبعثن اللہ علیکم من یضرب رقابکم بالسیف علی الدین قد امتحن اللہ قلوبھم علی الایمان قالوا من ھو یا رسول اللہ؟ فقال لہ ابوبکر من ھو یا رسول اللہ وقال عمر من ھو یا رسول اللہ قال ھو خاصف النعل وکان اعطی علیا نعلہ یخصفھا قال ثم التفت الینا علی فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار (جامع الترمذی) جلد ثانی ص ۲۱۳)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ چار سے محبت رکھوں (الحدیث)

حدیث شریف نمبر ۱۰:

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد (بریدہ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم فرمایا ہے اور بتایا کہ میں (اللہ تعالیٰ بھی) ان چار (آدمیوں) سے محبت کرتا ہوں۔

عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ان کے نام ارشاد فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ان میں سے ہیں۔ (یہ تین مرتبہ فرمایا علاوہ ازیں) حضرت ابوذر، مقداد اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے محبت رکھنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ وہ (اللہ تعالیٰ خود) بھی ان کو محبوب رکھتا ہے۔[۱] معلوم ہوا کہ یہ چار نفوس قدسیہ محبوبین خدا مصطفیٰ ہیں۔ (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم)

اس حدیث پاک کی روشنی میں بھی خلافت کا مسئلہ واضح ہوتا ہے کہ اگر مولیٰ کا معنیٰ (محبوب کا مفہوم) خلیفہ ہوتا تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے علاوہ یہ نفوس قدسیہ بھی خلیفہ ہوتے مگر فی الواقعہ ایسا نہیں ہے لہٰذا مولیٰ کا معنیٰ خلیفہ نہیں ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان کو خلیفہ نہ بنایا۔

اظہار محبت کا حکم ہے تو کون وہ بدبخت ہوگا جو ان چاروں بالخصوص حضرت علی سے محبت نہ رکھے گا۔

۱۔ عن ابی بریدۃ عن ابیہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ امرنی بحب اربعۃ واخبرنی انہ یحبھم قیل یا رسول اللہ سمھم لنا قال: علی منھم یقول ذلک ثلاثا وابو ذر والمقداد وسلمان وامرنی بحبھم واخبرنی انہ یحبھم ھذا حدیث حسن غریب لا نعرفہ الا من حدیث شریک (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۳)

منافقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغض رکھیں گے

اور مومنین محبت

حدیث شریف نمبر۱۱:

ام المومنین حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے۔

''کسی منافق کو حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) سے محبت نہیں ہو سکتی اور کوئی مومن آپ سے بغض نہیں رکھتا۔'' [۱]

حضرت علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ الکریم) سے روایت ہے کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا کہ

''تجھ سے مومن ہی محبت رکھے گا اور تجھ سے بغض رکھنے والا منافق ہی ہو گا۔'' [۲]

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اگر کوئی شخص نوح علیہ السلام کی تبلیغ کے برابر (یعنی ساڑھے نو سو سال) عبادت کرے اور احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور ایک ہزار سال اپنے قدموں پر پیدل (ہر سال) حج کرے پھر وہ صفا مروہ کے درمیان مظلومی کی حالت میں شہید کر دیا جائے۔ اے علی! اگر وہ تم سے محبت

---

[۱] حدثنا واصل بن عبدالاعلی نا محمد بن فضیل عن عبداللہ بن عبدالرحمن ابی نصر عن المساور الحمیری عن امه قالت دخلت علی ام سلمة فسمعتها تقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: لا یحب علیا منافق ولا یبغضه مومن (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۳)

[۲] عن علی قال: لقد عهد الی النبی الامی صلی اللہ علیه وسلم انه لا یحبك الا مومن ولا یبغضك الا منافق: هذا حدیث حسن صحیح (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۵)

نہیں رکھتا تو وہ جنت کی خوشبو (بھی) نہ سونگھ سکے گا اور جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔'' [۱]

جسے علی کی ولایت کا اعتراف نہیں
لاکھ سجدے کرے کوئی گناہ معاف نہیں
بدن پہ حج کا احرام دل میں بغض علی
یہ کعبہ پاک کے پھیرے تو ہیں طواف نہیں

ساری مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین شخصیت

حدیث شریف نمبر۱۲:

سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (پکا ہوا) ایک پرندہ رکھا تھا۔ آپ نے دعا فرمائی: ''یا اللہ! مخلوق میں سے اپنے محبوب ترین شخص کو میرے پاس لا تا کہ وہ میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے'' اتنے میں حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ پرندہ تناول فرمایا۔'' [۲]

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی اس میں تھے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دست مبارک اٹھا کر دعا مانگتے ہوئے سنا ''یا اللہ! اس وقت تک میرا وصال نہ ہو

---

[۱] لو ان عبدا عبد اللہ مثل ماقام نوح فی قومه وکان له مثل احد ذهبا فانفقه فی سبیل اللہ ومد فی عمره حتی یحج الف عام علی قدمیه ثم بین الصفا والمروة قتل مظلوما ثم لم یحب الیك یا علی لم یشم رائحة الجنة ولم یدخلها (کوکب دری اردو ص ۲۰۵)

[۲] عن انس بن مالك قال: کان عند النبی صلی اللہ علیه وسلم طیرا فقال: اللّٰهم ائتنی باحب خلقك الیك یاکل معی هذا الطیر فجاء علی فاکل معه (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۳)

جب تک تو مجھے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کو نہ دکھا دے۔'' [1]

حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا

''جو شخص مجھ سے ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت کرے وہ بروز قیامت میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔'' [2]

درجہ سے مراد یہ ہے کہ یہ حضرات تو میرے ساتھ ہی ہوں گے کیونکہ ہم سب گھر والے ایک ہی گھر میں ہوں گے مگر ان سے محبت کرنے کی وجہ سے وہ ہمارے گھر میں بطور محب اور خادم (خادموں والے مقام پر) ہوگا نہ یہ کہ وہ درجہ انبیاء کے برابر مقام میں ہوگا۔ ایوان صدر میں تمام گھر والے صدر کے ساتھ اور ان کے ملازم، خادم اور نوکر اسی ایوان صدر میں اپنے اپنے مقام پر ہوتے ہیں۔

اخی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

حدیث شریف نمبر ۱۳:

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ''امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان (مواخات) بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس حالت میں حاضر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے صحابہ کرام کے درمیان بھائی

[1] حدثنی ام شراحیل قالت حدثتنی ام عطیة قالت: بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم جیشا فیھم علی قالت فسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو رافع یدیہ یقول: اللّٰھم لا تمتنی حتی ترینی علیا (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۵)

[2] عن علی بن ابی طالب: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بید الحسن والحسین فقال: ''من احبنی واحب ھذین وابا ھما وامھما کان معی فی درجتی یوم القیمة''

(جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۵)

چارہ قائم فرمایا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ''تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔'' [1]

باب علم و حکمت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

حدیث شریف نمبر ۱۴:

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں حکمت کا گھر ہوں اور حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) اس کا دروازہ ہیں۔'' [2]

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بالفاظ دیگر اس حدیث پاک کو نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں پس جس نے علم حاصل کرنا ہو وہ دروازہ پر آئے۔''

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ''میرے علم کا دروازہ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) ہیں۔'' [3] [4]

[1] عن ابن عمر قال: اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ فجاء علی تدمع عیناہ فقال: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اخیت بین اصحابك ولم تواخ بینی وبین احد فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''انت اخی فی الدنیا والآخرہ'' (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۳)

[2] وعن علی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''انا دار الحکمة وعلی بابھا''

(جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۴)

[3] اخرج البزار والطبرانی فی الاوسط عن جابر بن عبداللہ والطبرانی والحاکم والعقیلی فی الضعفاء وابن عدی عن ابن عمر والترمذی والحاکم عن علی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''انا مدینة العلم وعلی بابھا وفی روایة فمن اراد العلم فلیات الباب

(الصواعق المحرقہ ص ۱۲۲ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[4] وفی اخری عند ابن عدی ''علی باب علمی'' (الصواعق المحرقہ ص ۱۲۲ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اپنے ایک منظوم کلام میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

رضینا قسمة الجبار فینا

لنا علم وللجهال مال

ہم جبار (اللہ تعالیٰ) کی تقسیم پر راضی ہوئے کہ اس نے ہمیں علم دیا اور جہلا کو مال دیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''مدینہ منورہ میں سب سے بڑے قاضی (فیصلے کرنے والے) حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔'' [1]

حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''ایسی مشکل سے اللہ کی پناہ جس کے حل کے لئے ابوالحسن (علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ) موجود نہ ہوں۔'' [2]

گویا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشکل کشا تسلیم فرماتے ہیں۔ آپ ہی مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ ''صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کوئی ایسی شخصیت نہیں جو کہے ''مجھ سے پوچھو'' سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے۔'' [3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

''اہل مدینہ میں سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والے اور سب سے بڑے قاضی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔'' [4]

---

[1] اخرج الحاکم عن ابن مسعود قال: أقضى اهل المدينه علی (الصواعق المحرقہ ص۱۲۷)

[2] عن سعید ابن المسیب قال عمر بن الخطاب: یتعوذ بالله من معضلة لیس لها ابو الحسن یعنی علیا (الصواعق المحرقہ ص۱۲۷ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[3] واخرج عنه قال: "لم یکن احد من الصحابة یقول سلونی الا علی (الصواعق المحرقہ ص۱۲۷)

[4] واخرج ابن عساکر عن ابن مسعود قال: "افرض اهل المدینة واقضاها علی"

(الصواعق المحرقہ ص۱۲۷ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''علی ہم سب سے بڑے قاضی (فیصلے کرنے والے) ہیں۔'' [1]

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

''عاشورہ کے روزے کا فتویٰ کس نے دیا ہے؟''

لوگوں نے کہا: حضرت علی نے تو آپ نے فرمایا:

''بے شک وہ (علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم) لوگوں میں سنت کے سب سے بڑے عالم ہیں۔'' [2]

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ خود فرماتے ہیں کہ

''جب میں کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگتا (سوال کرتا) آپ مجھے عطا فرماتے (جواب مرحمت فرماتے) اور اگر میں خاموش رہتا تو حضور مجھ سے ابتدا فرماتے۔'' [3]

چونکہ سرکار مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بچپن ہی سے سرکار امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں تھے اس لئے ہر کیفیت سے واقف و عالم تھے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ بھی ارشادات فرمائے (سنت قولی) یا جو کچھ افعال فرمائے (سنت فعلی) یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ کہا گیا یا کیا گیا اور آپ نے اس پر

---

[1] اخرج ابن سعد عن ابی هریرة: قال: قال عمر بن الخطاب "علی أقضانا" (الصواعق المحرقہ ص۱۲۶)

[2] عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: "من افتاکم بصوم عاشوراء؟" قالوا "علی" قالت: "اما انه اعلم الناس بالسنة"

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد دوم ص۱۵۹-۱۶۰ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

[3] قال علی، کنت اذا سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم اعطانی واذا سکت ابتدأنی

(جامع الترمذی جلد ثانی ص۲۱۴)

رضامندی کا اظہار فرمایا (سنت تقریری) یا وحی کا جب بھی نزول ہوا گھر (بیت الشرف ﷺ)
میں یا مسجد یا بازار یا جس مقام پر بھی ہوا (بوجہ زیر تربیت ہونے کے) آپ کے سامنے
ہوا اور جس چیز کا ظہور و نزول آپ کے سامنے نہ ہوا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو
(آپ کے پوچھنے پر یا ازخود) ارشاد فرمادیتے جیسے کہ حدیث مندرجہ بالا میں حضرت
مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ نے بیان فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ ''اعلم السنة اور
اقضی الناس'' کہلائے جس کی تصدیق خود زبان نبوت نے بھی فرمائی۔ نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ارحم امتی ابوبکر واشدهم فی الله عمر واکرمهم حیاء
عثمان بن عفان واقضاهم علی بن ابی طالب

(منتخب کنزالعمال علی ہامش مسند الامام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۶۳)

میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اللہ
تعالیٰ کے احکام میں سب سے زیادہ سخت حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حیاء کے
اعتبار سے سب سے مکرم حضرت عثمان ابن عفان اور میری امت کے سب
سے بڑے قاضی (سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے) حضرت علی ابن
ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو
یمن کا قاضی مقرر فرمایا تو حضرت علی نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی مرتبت
میں عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے قضاء کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ (یعنی مختلف نوعیت کے ان شمار
مقدمات کا فیصلہ میں کیسے کروں گا؟ مجھے اس کا کوئی خاص تجربہ نہیں ہے) تو نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان الله سیهدی لسانك ویثبت قلبك اللہ تعالیٰ
تمہاری زبان کو راست اور تمہارے دل کو ثابت رکھے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس

ارشاد کے بعد پھر کبھی کسی مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے مجھے تذبذب نہ ہوا۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۸۳، المستدرک للحاکم جلد نمبر ۳ ص ۱۳۵)

یہی وجہ تھی کہ حضرات خلفاء ثلاثہ راشدین رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں فتوے
اور فیصلے حضرت مولائے کائنات کے ہی چلتے بلکہ یہ حضرات لوگوں کو (جو لوگ ان سے
فیصلے کروانے آتے) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف بھیجا کرتے۔ چنانچہ حضرت سیدنا
عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا ''علی اقضانا''
یعنی کہ علی ہمارے بہترین قاضی ہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد دوم ص ۱۰۹)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مسند خلافت پر جلوہ آرائی فرمائی تو
آپ نے حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: اقض بین الناس وتجرد
للحرب'' (حضرت علی کے فیصلے ص ۱۲۵)

یعنی کہ آپ لوگوں کے فیصلے کیجئے اور جنگ سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھیے۔

علامہ ابن کثیر دمشقی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
مسند خلافت پر متمکن ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ میں نے آپ کو مدینہ کا قاضی
مقرر کیا ''فولی قضاء المدینة علی بن ابی طالب'' حضرت عمر نے حضرت علی کو
مدینہ کا قاضی مقرر فرمایا (البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۷ ص ۱۳۱)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی مرتبہ اقرار فرمایا کہ ''لولا علی
لهلك عمر'' اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔[1]

(ذخائر عقبیٰ، مناقب شہر آشوب جلد دوم ص ۹۰، حضرت علی کے فیصلے ص ۱۱۲، فضائل عشرہ از قضاء
امیر المومنین از محمد تقی ص ۴۴)

---

[1] شیعہ حضرات نے بھی یہ قول حضرت عمر اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے ملاحظہ ہو (احتجاج الطبرسی جلد دوم ص ۱۳۵، ۳۴۸)

علی میرے علم کی زنبیل ہے (الحدیث)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ

''علی عیبة علمی'' علی میرے علم کی زنبیل ہے۔ (الجامع الصغیر جلد دوم ص ۱۹۷)

علی میرا رازدان ہے (الحدیث)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''صاحب سری علی بن ابی طالب'' علی میرے رازوں والا ہے۔ (رازدان ہے)

(کنوز الحقائق از امام مناوی جلد اول ص ۱۵۱)

علم کے ہزار ابواب اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ

رئیس المفسرین حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علم کے ہزار ابواب تعلیم فرمائے اور میں نے ہر باب سے ہزار ابواب استنباط کئے۔'' [1]

اسی لئے ارشاد فرمایا کہ ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔''

علوم مصطفویہ (جن) کا دروازہ علی مرتضیٰ ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝

(پ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۱۱۳)

آپ کو وہ (سب کچھ) سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ

[1] علمنی رسول الله صلى الله عليه وسلم الف باب من العلم واستنبطت من كل باب الف باب (تفسیر کبیر جلد ہشتم ص ۲۳)

کا فضل عظیم ہے۔

یہ ہیں مدینۃ العلم (حضرت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم) جس کا دروازہ ہیں امام الاولیاء حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم۔

لعاب دہن مصطفویہ، سرچشمہ علوم مرتضویہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کوفہ کے منبر پر ایک دن ارشاد فرمایا کہ

سلونی قبل ان تفقدونی مانما بین الجوانح منی علم جم هذا سفط العلم، هذا لعاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، هذا ما ذقني رسول الله صلى الله عليه وسلم زقا

(مناقب الخوارزمی ص ۴۳)

مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ مجھے گم پاؤ بے شک میرے پہلوؤں کے درمیان (میرے سینہ میں) بہت زیادہ علم ہے یہ علم کا ظرف ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن (مبارک) ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے منہ میں ڈالا۔

حضرت شیخ محقق علی الاطلاق جناب شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

جب حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو (آخری) غسل دیا تو دو قطرے پانی کے آپ کے (چشمان معنبرہ کے نیچے) ٹھہر گئے جو میں نے چوس لئے (ان کی برکت سے) مجھے علم حاصل ہوا۔ (مدارج النبوت اردو جلد دوم ص ۷۴۶-۷۴۵)

اصل عبارت حاشیہ میں ملاحظہ ہو۔ [1]

[1] مروی ہے کہ غسل کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پلکوں کے نیچے اور ناف کے گوشہ میں پانی جمع ہو گیا تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے اس پانی کو اپنی زبان سے چوسا اور اٹھایا حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے مجھ میں علم کی کثرت اور حافظہ کی قوت زیادہ ہے۔

قرآن مجید اور علوم مرتضویہ

حضرت ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا

''سلونی عن کتاب اللہ عزوجل فانہ لیس من ایۃ الا وقد عرفت ابلیل انزلت ام بنہار ام فی سھل ام علی جبل

(مناقب خوارزمی ص ۴۷)

مجھ سے اللہ کی کتاب کے بارے پوچھو یقیناً یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت بھی ایسی نہیں جس کو میں نہیں جانتا کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو میدان میں اتری یا پہاڑ پر۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس پر شاہد عادل ہے کہ ''القرآن مع علی والعلی مع القرآن '' قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ

(الصواعق المحرقہ ص ۱۲۴ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

نیز سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''اعلم امتی من بعدی علی بن ابی طالب '' میری امت میں میرے بعد سب سے بڑے عالم علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) ہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

''بے شک قرآن مجید سات قرأتوں میں اترا ہر ایک قرأت کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور بے شک حضرت علی ابن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ الکریم) کے پاس اس کا علم ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔''[1]

جناب عبدالمالک بن ابی سلیمان سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ

[1] عن عبداللہ ابن مسعود قال: ان القرآن انزل علی سبعۃ حرف ما منہا حرف الا لہ ظہر وبطن وان علی بن ابی طالب عندہ علم الظاہر والباطن ۔(حلیۃ الاولیاء جلد اوّل ص ۶۵)

''قلت لعطاء أکان فی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد اعلم من علی؟ قال: لا واللہ ما اعلمہ''

(اسد الغابہ جلد نمبر ۴ ص ۲۲ بحوالہ آل رسول ص ۱۵۴)

میں نے عطاء سے پوچھا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بڑھ کر بھی علم والے تھے؟ فرمایا: نہیں خدا کی قسم میں کسی کو نہیں جانتا (جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بڑھ کر علم والا ہو)

مجھ سے آسمان کی راہوں کے بارے پوچھو!

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد

ایک مرتبہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا

''سلونی عن طرق السموت فانی اعلم بھا من طرق الارض''

مجھ سے آسمانوں کے راستوں کے بارے پوچھو! کیونکہ میں زمین کے راستوں سے زیادہ آسمانوں کی راہوں سے واقف ہوں۔

اسی اثناء میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک آدمی کی صورت میں آئے اور کہنے لگے ''اگر آپ (اپنے) اس دعویٰ میں سچے ہیں تو بتائیے کہ اس وقت جبریل کہاں ہیں؟''

فنظر الی السماء یمینا وشمالا ثم الی الارض کذلک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آسمان کی طرف دائیں اور بائیں اور پھر اسی طرح زمین کی طرف دیکھ کر فرمایا:

''ما وجدتہ فی السماء والارض ولعلہ انت''

میں نے اس (جبریل) کو زمین وآسمان میں (کہیں) نہیں پایا امید ہے کہ وہ (جبریل) تم ہی ہو۔ (نزہت المجالس جلد دوم ص ۲۲۱ مطبوعہ مصر)

علم تفسیر القرآن اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

امت مصطفویہ کے سب سے بڑے ماہر تفسیر قرآن حبر الامت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ سب سے پہلے انہی کی تفسیر ''تفسیر ابن عباس'' منظر عام پر آئی اور وہ اپنے اس علم میں حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کے دامن تلمذ سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے گزشتہ اوراق میں ''تفسیر سورۂ فاتحہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ'' کے ضمن میں عرض کیا ہے کہ حضرت مولائے کائنات باب علوم نبوت کرم اللہ وجہہ نے پوری ایک رات حضرت ابن عباس سے سورۂ فاتحہ کے پہلے لفظ ''الحمد'' کی تفسیر بیان فرمائی اور ابن عباس نے اسے محفوظ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ علوم قرآنیہ وتفسیر آیات ربانیہ کا سب سے بڑا چشمہ وجود باجود حضرت مولائے کائنات ہے بلکہ آپ ہی پوری امت کے مفسرین کے سردار ہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علم کے شہر ہیں اور مولائے کائنات اس شہر علم کا دروازہ ہیں جیسا کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا حدیث پاک سے ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مفسرین کرام نے تفاسیر کے حوالے سے اکثر آپ ہی کی روایات کو ماخذ بنایا ہے۔

علامہ ندوی لکھتے ہیں کہ

''حضرت علی کا شمار مفسرین کے اعلیٰ طبقہ میں ہے اور صحابہ میں حضرت ابن عباس کے سوا اس کمال میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے چنانچہ ان تمام تفسیروں میں فن کا مدار روایتوں پر ہے مثلاً ابن جریر طبری، ابن ابی حاتم ابن کثیر وغیرہ میں بکثرت آپ کی روایات سے آیات کی تفسیر منقول ہیں۔''

(سیرت خلفاء راشدین از علامہ شاہ معین الدین ندوی ص ۳۰۵)

طوالت کے خوف سے آپ کی تفسیر القرآن پر کامل دسترس کا ایک ہی نمونہ پیش کرتا ہوں کہ جب مسلمانوں کے دو فریقوں نے جنگ بندی اور صحیح فیصلہ تک پہنچنے کے لئے اپنا

اپنا ایک ایک حکم مقرر کیا۔ حضرت امیر معاویہ نے حضرت عمرو بن العاص کو اور حضرت علی نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری (رضی اللہ عنہم) کو حکم مقرر فرمایا تو خوارج نے کہا کہ حکم تو صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اسی کو فیصلہ کرنے کا حق واختیار حاصل ہے۔ اس کے علاوہ کوئی حاکم اور فیصلہ کرنے والا نہیں اور وہ اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے تھے کہ ''ان الحکم الا للہ'' صرف اللہ تعالیٰ ہی حاکم (فیصلہ فرمانے والا) ہے۔

تو حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم نے قرآن کریم کے تمام حفاظ اور علماء قرآن کو جمع کر کے فرمایا کہ جب میاں بیوی میں اختلاف رائے ہو ان کا جھگڑا ہو جائے تو اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے؟ ان حفاظ وعلماء کے سامنے آپ نے اس آیت کریمہ کو تلاوت فرمایا کہ

''وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا'' (۴:۳۵)

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو ان دونوں (میاں بیوی) کے مابین جھگڑا پھوٹنے کا تو تم ایک حاکم شوہر کے اہل سے اور ایک حکم بیوی کے خاندان سے مقرر کرلو۔

آیت پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا:

اگر آپس کے جھگڑوں میں حکم بنانا جائز نہ ہوتا اور بظاہر یہی حکم ہوتا جو خوارج نے آیت سے استدلال کیا ہے کہ ''اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ'' تو پھر اللہ تعالیٰ شوہر وزوجہ کے مابین جھگڑا ختم کرنے کے لئے حکم بنانے کا ارشاد کیوں فرماتا؟ اور شوہر بیوی کے اختلاف میں تو حکم بنانا جائز ہو مگر امت محمدیہ میں جب اختلاف رائے ہو جائے تو حکم بنانا جائز نہ ہو؟ کیا تمام امت محمدیہ کی حیثیت ایک مرد اور ایک عورت سے بھی خدا کی نگاہ میں کم ہے۔

(بمسند احمد بن حنبل جلد اول ص ۸۶، سیرت خلفاء راشدین ص ۳۰۵)

علم احادیث مصطفویہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے سب سے زیادہ صحبت نبوی اٹھانے اور رفاقت بندی اپنے والے صحابی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور بچپن سے وصال نبوی تک ہر لمحہ سفر وحضر میں گزارنے والے صحابی حضرت مولا علی ہیں اور اہل بیت ہونے کے ناطے گھر اور باہر (وقتاً فوقتاً) جو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے حضرت علی اسے سماع فرماتے اور محفوظ کر لیتے۔

آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اپنے رفقاء اور ہم عصر لوگوں میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت مقداد بن الاسود اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہم) سے احادیث روایت کی ہیں۔

چونکہ آپ نے کامل تیس سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ورفاقت میں لمحہ بہ لمحہ بسر کئے۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر اسلام کے احکام وفرائض اور ارشادات نبوی کے سب سے بڑے عالم آپ ہی تھے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے زیادہ عمر آپ نے پائی اور اکابر صحابہ کرام نے آپ سے پہلے وفات پائی اور حضور کے بعد تیس برس تک مسند ارشاد وافتاء وقضا پر جلوہ افروز رہے۔ حضرات خلفاء ثلاثہ علیہم الرضوان کے دور خلافت میں یہ خدمات آپ نے ہی انجام دیں۔ ان کے بعد اپنی تمام حیات مستعار میں بھی اس فیض کو عام لٹاتے رہے۔ اس لئے تمام خلفاء سے زیادہ عرصہ آپ کو روایت حدیث واشاعت فرامین نبوی کے لئے ملا۔ اسی لئے باقی خلفاء کے مقابلہ میں آپ کی روایات کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ نہایت محتاط روایت کرنے کے باوجود آپ کی روایت کردہ احادیث کی کل تعداد ۵۸۶ ہے جن میں سے بیس احادیث پر بخاری ومسلم دونوں کا اتفاق ہے اور نو احادیث صرف بخاری میں ہیں مسلم میں نہیں اسی طرح دس احادیث مسلم میں ہیں بخاری میں نہیں یعنی کہ

صحیحین میں آپ کی روایات کی مجموعی تعداد انتالیس ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کی تمام روایات پر اجمالی نظر ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ، نماز ومناجات، ادعیات ونوافل کے متعلق سب سے زیادہ روایات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہی سے مروی ہیں۔ (ازالۃ الخفاء ص ۲۷۵ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

فقہ واجتہاد اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

من یرد اللہ بہ خیرا ان یفقہہ فی الدین (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرمائے اسے دین کی فقہ عطا فرما دیتا ہے۔

تفقہ فی الدین اور اجتہاد کے لئے علوم قرآنیہ، ناسخ ومنسوخ، علوم حدیث پر کامل دسترس فہم وفراست فقہ کی باریکیوں اور ذہنی ثقاہت کی موجودگی لابدی وضروری ہوتی ہے۔ حضرت مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کو یہ تمام خصوصیات جناب باری تعالیٰ نے خصوصاً وافر عطا فرمائیں تھیں کہ باریک سے باریک اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کی تہہ تک آپ کی نکتہ رس نگاہ بآسانی رسائی حاصل کر پاتی تھی اور مشکل سے مشکل مسئلہ آپ ایک لمحہ میں بیان اور بے تکلف آسان فرما دیتے تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے کہ

''ایک مرتبہ حج کے موسم میں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے شکار کا گوشت پکا کر پیش کیا تو لوگوں نے احرام کی حالت میں اس کے کھانے کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف کیا۔ حضرت عثمان غنی جواز کے قائل تھے۔ انہوں نے کہا کہ حالت احرام میں خود شکار کر کے کھانا منع ہے لیکن جب کسی دوسرے غیر محرم نے شکار کیا ہو تو اس کے کھانے میں حرج نہیں ہے۔ دوسروں نے اس سے اختلاف کیا۔ حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اس مسئلہ میں قطعی فیصلہ کس سے معلوم ہوگا؟ لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام لیا چنانچہ انہوں نے ان سے جا کر مسئلہ دریافت کیا۔

حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا جن لوگوں کو یہ واقعہ یاد ہو وہ شہادت دیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی مرتبت میں (جبکہ آپ احرام کی حالت میں تھے) ایک گورخر شکار کر کے پیش کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ ہم لوگ تو احرام کی حالت میں ہیں یہ ان کو کھلا دو جو احرام کی حالت میں نہیں ہیں۔ حاضرین میں سے بارہ آدمیوں نے اس واقعہ کی شہادت دی۔

اسی طرح آپ نے ایک اور واقعہ کا حوالہ دیا جس کے مطابق کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حالت احرام میں شتر مرغ کے انڈے پیش کئے تھے تو آپ نے ان کے کھانے سے بھی احتراز فرمایا تھا۔ اس کی بھی متعدد لوگوں نے گواہی دی۔ یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے کھانے سے پرہیز فرمایا۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۱۰۰ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۳۰۹)

ایک مرتبہ ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا کہ ایک دفعہ پاؤں دھونے کے بعد کتنے دن تک موزوں پر مسح کرنا جائز ہے؟ فرمایا! یہ مسئلہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا کر دریافت کرو کیونکہ وہ سفر وحضر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

چنانچہ وہ سائل حضرت علی مرتضیٰ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: مسافر تین دن تک اور مقیم ایک دن ایک رات تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد اول ص ۹۶)

علامہ شاہ معین الدین ندوی کہتے ہیں

"فقہی مسائل میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی وسعت نظر کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ جو بات نہیں جانتے تھے اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے دریافت کرتے تھے۔ بعض ایسے مسائل جو بوجہ شرم وحیا اور اپنے رشتہ کی نزاکت کے باعث خود براہ راست نہیں پوچھ سکتے تھے اس کو کسی دوسرے شخص کی وساطت سے پوچھوا لیتے تھے چنانچہ مذی کے ناقض وضو ہونے کا مسئلہ آپ نے اسی طرح ایک شخص کے ذریعہ دریافت کروایا تھا۔"

(سیرت خلفاء راشدین ص ۳۱۰)

مزید لکھتے ہیں کہ

"حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنے علم وکمال کی بنا پر متعدد مسائل میں عام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مختلف رائے رکھتے تھے۔ خصوصاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بعض مسائل میں زیادہ اختلاف تھا۔ مثلاً حضرت عثمان حج تمتع کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہ صرف لڑائی اور بے امنی کی وجہ سے جائز تھا اب وہ حالت نہیں ہے اس لئے اب جائز نہیں ہے حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسے بہرحال جائز سمجھتے تھے۔

اسی طرح حالت احرام میں نکاح اور حالت عدت میں عورت کی وراثت کے مسائل میں بھی اختلاف تھا۔ (سیرت خلفاء راشدین ص ۳۱۰)"

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ گو تمام عمر مدینہ منورہ میں رہے لیکن آپ کی خلافت کا زمانہ تمام تر کوفہ میں گزرا اور احکام ومقدمات کے فیصلے کا زیادہ موقع وہیں پیش آیا۔ اس لئے آپ کے مسائل واجتہاد کی زیادہ تر اشاعت عراق میں ہوئی۔ اسی بنا پر فقہ حنفی کی بنیاد حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ارشادات اور فیصلوں پر ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ کے فیصلوں کو صحابہ کرام عام طور پر دل وجان سے تسلیم کیا کرتے

تھے۔حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ''اقضانا علی واقرأنا ابی ''یعنی ہم سب میں سے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے سب سے زیادہ موزوں حضرت علی ہیں اور سب سے بڑے قاری ابی ہیں۔

(طبقات ابن سعد جلد ثانی قسم ثانی ص۱۰۲)

خود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو ''اقضاھم علی '' کی سند امتیاز بھی مل چکی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت کے اوقات میں قضا کی خدمت آپ کے سپرد فرماتے تھے جب اہل یمن نے اسلام قبول کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں مسند قضا پر حضرت علی کو ہی رونق افروز فرمایا۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص۸۳ وحاکم جلد ثالث ص۱۳۵)

باب مدینۃ العلم کرم اللہ وجہہ کے چند فیصلوں کی ایک جھلک

باب مدینۃ العلم مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری عہد سے لے کر اپنی شہادت مبارکہ تک منصب قضا کو نبھایا اور لوگوں کے مقدمات وقضیات کے فیصلے فرماتے رہے۔ہم اس مقام پر آپ کے چند فیصلوں کی جھلکیاں نذر قارئین کرتے ہیں کیونکہ حدیث مبارکہ ''میں علم کا شہر ہوں، میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں'' کا بیان ہے جس میں آپ کی قضاء اور فیصلوں کا بیان اولیٰ وانسب معلوم ہوتا ہے۔

عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک فیصلہ

حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

تین افراد ایک بچے کے بارے میں جھگڑ رہے تھے (حدیث کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک وقت میں تین افراد نے ایک کنیز (لونڈی) سے

جماع کیا تھا جس کے نتیجہ میں یہ بچہ پیدا ہوا تھا)

ان میں سے ہر ایک اپنے (اس بچے کا) باپ ہونے کا دعویدار تھا۔لوگ یہ فیصلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لے آئے۔آپ نے ان کے درمیان صلح کروانے کی بڑی کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

آپ نے فرمایا! اب میں (ان میں سے) ہر ایک کے نام پر قرعہ ڈالتا ہوں جس کے نام پر قرعہ نکلے گا بچہ اسی کا ہوگا کیونکہ تم ایک دوسرے کے مخالف ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے لڑکے کے نام کا قرعہ ڈالا جس کے نام کے ساتھ لڑکے کا نام نکلا اسی کا بیٹا قرار دیا اور لڑکے کو غلام فرض کیا اور اس کی قیمت لگائی اور دو تہائی قیمت اس کی دوسرے دو افراد سے لی۔

قرعہ اس طرح ڈالا گیا کہ ان تینوں کے نام تین ٹکڑوں پر یا کسی دوسری چیز پر لکھے گئے اور ان کے نام کو تین ٹکڑوں میں چھپایا گیا۔بچے سے کہا گیا کہ ان میں سے ایک کو اٹھائے ہر مرتبہ بچے کا نام ایک ہی آدمی کے ساتھ نکلا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''الحمد للہ الذی جعل فینا اھل البیت من یقضی علی ''اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمارے اہل بیت میں علی جیسا قاضی بنایا۔

ذخائر میں یہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ''اگر یہ فیصلہ میرے سامنے لاتے تو میں بھی اسی طرح فیصلہ کرتا جس طرح علی نے کیا ہے۔

(ذخائر العقبیٰ بحوالہ حضرت علی کے فیصلے ص۲۴-۲۳)

عہد صدیقی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک فیصلہ

خلیفہ بلا فصل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے بعد سب سے پہلا یہ قضیہ تھا جس کا

فیصلہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خواہش پر) یہ فیصلہ فرمایا۔

جناب محمد عبداللہ مدنی اپنی کتاب ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے'' میں رقم طراز ہیں کہ

''خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص نے شراب پی۔ لوگ اسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے تاکہ اسے شرعی سزا دی جائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کیا تو نے شراب پی ہے؟ اس نے کہا ہاں! حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب تجھے علم ہے کہ شراب کا پینا حرام ہے پھر کیوں پی؟ اس نے کہا میں مسلمان ہوں اور ایسے لوگوں کے درمیان رہتا ہوں جو شراب کو حلال سمجھ کر پیتے ہیں۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ شراب پینا حرام ہے تو میں ضرور اجتناب کرتا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا! اس بارے آپ کی کیا رائے ہے؟

حضرت عمر نے عرض کیا کہ حضرت اس مسئلہ کا حل میرے ذہن میں تو کچھ نہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے رجوع کرنا چاہیے۔

چنانچہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دوسرے حاضرین کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کے ہاں تشریف لائے اور آپ کے سامنے واقعہ بیان کیا۔

حضرت علی نے مقدمہ سننے کے بعد فرمایا کہ کسی شخص کو انصار ومہاجرین کے پاس بھیج کر اس بات کی تصدیق کی جائے کہ ان لوگوں نے اس کے سامنے حرمت شراب والی آیت پڑھی ہے؟

چنانچہ ایک شخص کو بھیج کر مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس بارے پوچھا گیا لیکن کسی نے بھی اس بات کی گواہی نہ دی تو حضرت علی کی سفارش پر

اس شخص کو آزاد کر دیا گیا اور آپ نے فرمایا کہ اگر اس کے بعد بھی تو نے شراب پی تو میں تجھے شرعی سزا دوں گا۔''

(ناسخ التواریخ جلد دوم ص ۳۱۷ بحوالہ حضرت علی کے فیصلے ص ۴۸)

عہد فاروقی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک فیصلہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند میں تحریر فرماتے ہیں کہ

ایک دن حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں چلے جا رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کچھ لوگ غیظ وغضب کی حالت میں ایک عورت کو گھسیٹے جا رہے ہیں اور وہ عورت خوف کے مارے کانپ رہی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پکار کر کہا! تم اس عورت کو کیوں گھسیٹ رہے ہو؟ لوگوں نے بتایا کہ اس عورت نے بدکاری کی ہے۔ اس لئے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔

جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس عورت کو ان لوگوں کے ہاتھوں سے چھینا اور ان کو خوب سرزنش کی چنانچہ وہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت عالی مرتبت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی۔ ان کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ضرور کسی بات کے معلوم ہونے پر ایسا کیا ہوگا۔ جاؤ ان کو میرے پاس بھیجو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا۔

''آپ نے ان لوگوں کو کیوں واپس کر دیا اور ان کو اس بدکار عورت پر حد قائم کرنے سے کیوں منع کیا؟'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے (یعنی وہ بے قصور ہیں) ایک سونے والا آدمی یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔ دوسرا نابالغ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے اور تیسرا گناہ میں مبتلا آدمی جب تک باہوش نہ ہو۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبسم فرمایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا! اے امیر المومنین! اس عورت کو کبھی دیوانہ پن کا دورہ پڑتا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ آدمی اس کے پاس اس حالت میں آیا ہو کہ اسے دیوانہ پن کا دورہ پڑا ہو۔ (یہ سن کر) حضرت عمر بن الخطاب نے اس عورت کو رہا کر دیا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد اول ص ۱۵۵ بحوالہ حضرت علی کے فیصلے ص ۶۵-۶۴)

دورِ عثمانی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کا ایک فیصلہ

علامہ طبری شافعی نے اپنی سند سے محمد بن یحییٰ بن حبان سے روایت نقل کی ہے کہ حبان بن منقذ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک ہاشمی اور دوسری انصاری خاتون تھی جب ان کا انتقال ہوا تو انصاری عورت دعویدار ہوئی کہ جس روز میرے شوہر نے مجھے طلاق دی تھی اس سے فوت ہونے کے دن تک میری عدت طلاق پوری نہیں ہوئی تھی لہٰذا میں بھی اس کی میراث کی حصہ دار ہوں۔

مقدمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ ہمارے قاضی حضرت علی المرتضیٰ کریں گے۔

جب یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس پہنچے تو آپ نے اس انصاری عورت سے فرمایا! تو منبر رسول کے پاس جا کر قسم دے کہ میں نے وقت طلاق سے اب تک تین مرتبہ ماہواری نہیں دیکھی پھر تو میراث متوفی میں حصہ دار ہوسکتی ہے۔ حضرت کے فیصلہ کے مطابق عورت نے جا کر قسم کھائی اور میراث کی حصہ دار بن گئی۔

علامہ نوری نے مستدرک کی تیسری جلد میں یہ روایت یوں بیان کی ہے کہ اس مرد نے عورت کو طلاق دی پھر تھوڑے دنوں بعد وہ فوت ہو گیا۔ چنانچہ وہ انصاری عورت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا! مجھے شوہر کی میراث کا حصہ دیا جائے کیونکہ اس وقت تک میری عدت طلاق مکمل نہیں ہوئی ہے۔ اس عورت کے پاس اس بات کے گواہ بھی تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عورت سے فرمایا کہ حلفیہ بیان دے کہ جس روز سے تجھے طلاق ہوئی ہے اب تک تو نے تین مرتبہ پاک ہونے کے بعد حیض نہیں دیکھا پھر تو میراث کی حق دار بن سکتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہاشمیہ عورت سے فرمایا! سنا ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے فیصلہ دیا ہے۔ ہاشمیہ عورت کہنے لگی کہ بے شک صحیح ہے۔ انصاری عورت حلف اٹھائے اور میراث کا حصہ وصول کر لے۔

اس کے بعد انصاریہ عورت نے قسم اٹھانے سے انکار کر دیا اور حق میراث سے دست بردار ہو گئی۔

(ذخائر عقبیٰ از علامہ محب طبری بحوالہ حضرت علی کے فیصلے ص ۱۵۵-۱۵۶ مطبوعہ لاہور)

اپنے عہد خلافت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کا ایک فیصلہ

ابراہیم بن محمد ثقفی نے اپنی کتاب ''غارات'' میں حسن بن بکر بجلی سے روایت بیان کی ہے کہ ہم ''مسجد رحبہ'' کے صحن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ لوگ اندر آئے اور حضرت کو سلام کیا۔ حضرت نے سلام کا جواب دینے کے بعد پوچھا: تم اہل جزیرہ سے ہو یا اہل شام سے؟ وہ کہنے لگے! حضور ہمارا تعلق شام سے

اور ہمارا باپ فوت ہو گیا ہے۔ اس کی میراث کافی ہے۔ ورثاء میں مرد اور عورتیں ہیں لیکن ان میں ایک خنثیٰ بھی ہے اور اس کے اعضاء مرد اور عورتوں جیسے ہیں۔ وہ ہم سے مردوں کے حصے کا مطالبہ کرتا ہے لیکن ہم اسے بیٹے کے حصے کی وراثت نہیں دینا چاہتے۔ آپ فیصلہ فرمائیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا جا کر معلوم کرو۔ اگر وہ مردوں کی طرح پیشاب کرے تو میراث کا حصہ مردوں جیسا اسے ملے گا اور اگر عورتوں کی طرح پیشاب کرے تو عورت کا حصہ اس کا ہو گا۔ اس قسم کی ایک روایت ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے کہ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا خنثیٰ کی میراث کے وقت اس کے مخرج بول (پیشاب کرنے کی جگہ) کا پوچھا جائے گا۔ مردوں کی طرح پیشاب کرے تو حصہ مردوں جیسا اور اگر عورتوں جیسا کرے تو حصہ عورتوں جیسا ملے گا اور اگر ہر دو مقامات سے پیشاب آتا ہو تو جس مقام سے پہلے پیشاب کرے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر دونوں مقام سے اکٹھا پیشاب خارج ہو اور اکٹھا رک جائے تو وہ عورت و مرد دونوں کا حصہ لے گا۔ اس طرح کی روایت اسحاق بن عمارہ نے بھی نقل کی ہے۔

(مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کے فیصلے بحوالہ حضرت علی کے فیصلے ص ۲۱۴-۲۱۵)

یہ ہیں وہ باب دار الحکمت اور دروازہ شہر علم جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"انا دار الحکمة وعلی بابها" اور "أنا مدينة العلم وعلی بابها"

میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہیں۔ ہم نے ایک علیحدہ باب بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم وقضا کا تحریر کیا ہے جس میں آپ کے علم وفضل اور قضا کی کچھ روایات ماشاء اللہ بیان کی ہیں۔

سب سے پہلے نمازی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سب سے پہلے نماز پڑھی

حدیث شریف نمبر ۱۵:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کے دن مبعوث ہوئے اور منگل کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز پڑھی۔" [۱]

بعض لوگوں کو اشتباہ ہو گا کہ نماز تو تحفہ معراج مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا ہے جو کہ مبعوث ہونے کے ایک عرصہ بعد شب معراج حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تو یہ کون سی نماز تھی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ادا کی۔

تو احادیث مبارکہ میں یہ موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبل از معراج نماز ادا فرماتے تھے اور حضرت ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی آپ کے ساتھ نماز ادا فرمایا کرتے۔ امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

"حضرت عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت (اسلام لانے سے پہلے کے زمانہ) میں مکہ معظمہ آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے۔ دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر روبکعبہ کھڑے ہو گئے۔ ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے اور وہ ان کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے۔ انہوں (عفیف کندی) نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے حال پوچھا، کہا یہ نوجوان میرے

[۱] عن انس بن مالک قال: بعث النبی صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلثاء
(جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۴)

بھتیجے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی (کرم اللہ وجہہ) اور یہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) ہیں۔ میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان و زمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے ان تینوں کے سوا (ابھی تک) کسی نے اسلام قبول نہیں کیا۔ (الحدیث)

(فتاویٰ رضویہ شریف جلد دوم ص ۱۸۴-۱۸۳ از امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمت)

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نماز پڑھی۔[1]

عفیف کندی رضی اللہ عنہ کی روایت علامہ محب طبری نے یوں نقل کی ہے ملاحظہ ہو وہ کہتے ہیں کہ

''میں ایک تاجر آدمی تھا میں حج کے لئے آیا تو حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ مال خریدنے حاضر ہوا کیونکہ وہ بھی ایک تاجر تھے۔ وہ قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ میں مقام منیٰ میں ان کے پاس تھا کہ قریب ہی ایک آدمی نظر آیا (عفیف کندی ابھی ایمان نہ لائے تھے) اس آدمی نے آسمان کی طرف دیکھا پھر (میں نے) دیکھا کہ وہ (آدمی) کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہے پھر اسی جانب سے ایک عورت نکلی وہ بھی ان کے پیچھے کھڑی ہو گئی پھر ایک نوجوان آیا اور ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور نماز پڑھی (میں نے) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا

یہ محمد ابن عبداللہ میرے بھائی کے بیٹے ہیں۔

میں نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ فرمایا یہ ان کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہیں۔

پھر میں نے کہا! یہ نوجوان کون ہے تو انہوں نے فرمایا یہ ان کے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے) علی ابن ابی طالب ہیں۔

میں نے پوچھا! وہ (تینوں حضرات یہ) کیا کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا نماز

---

[1] عن ابن عباس قال: اول من صلی علی (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۴)

پڑھ رہے ہیں اور ان (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کا گمان ہے کہ وہ نبی ہیں اور ان کی پیروی سوائے ان کی زوجہ اور اس نوجوان چچازاد (بھائی) کے کسی نے نہیں کی اور وہ گمان کرتے ہیں کہ عنقریب ان پر قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔[1]

خارجیوں (مبغضین مولائے کائنات) سے جب اس حدیث کا رد ممکن نہیں ہوتا تو وہ یہ الزام تراشتے ہیں کہ (آٹھ یا دس یا بارہ چودہ) اتنے برس کا بچہ ایمان لے بھی آئے تو وہ اسلام کی (اس چھوٹی عمر میں) کیا خدمت کر سکتا ہے؟

تو گزارش یہ ہے کہ میدان بدر میں سب سے بڑے لعین ابوجہل کا خاتمہ کرنے والے یہی آٹھ دس سال کے دو نوعمر شہزادے حضرت معوذ اور معاذ رضی اللہ عنہما تھے جنہوں نے بڑی جدوجہد، شجاعت و بہادری کے ساتھ اسلام کی یہ بہت بڑی خدمت سرانجام دی۔ آج تک اہل اسلام ان کو داد شجاعت دیتے ہوئے ان کا یہ مبارک کارنامہ بڑے پیارے انداز میں بیان کرتے اور کتابوں میں لکھتے چلے آ رہے ہیں تو فقیر ان خارجیوں سے یہ سوال کرنا چاہتا ہے کہ کیا ان دونوں شہزادوں کے اس سنہری کارنامہ کو یہ کہہ کر ٹال سکتے ہو کہ آٹھ یا دس برس کا بچہ اسلام کی کیا خدمت کر سکتا ہے؟

(پ ۱۹ الشعراء، آیت ۲۱۴)

---

[1] وعن عفيف الكندى قال: كنت امراء تاجرا فقدمت الحج فاتيت العباس بن عبدالمطلب لا تباع منه بعض التجارة وكان امراء تاجرا قال فوالله انی لعنده بمنی از خرج رجل من خباء قريب منه فنظر الى السماء ملماراها قام يصلى ثم خرجت امرأة من ذلك الخباء فقامت خلفه فصلت ثم خرج غلام حين راهق الحلم فقام معه يصلى قال: قلت لعباس! يا عباس ما هذا؟ قال هذا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب ابن اخى قال: قلت من هذه المرأة قال هذه امرأته خديجه بنت خويلد قال فقلت: من هذا الفتى؟ قال هذا ابن عمه على ابن ابى طالب قال: قلت فما الذى يصنع ؟ قال يصلى وهو يزعم انه نبى ولم يتبعه احدٌ على امره الا امرأته وابن عمه هذا الفتى وهو يزعم انه سيفتح عليه كنوز كسرى وقيصر.

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد ثانی ص ۱۱۲-۱۱۱)

نیز فقیران مبغضین علی سے یہ بھی پوچھنا چاہتا ہے کہ جب آیت کریمہ ''وانـــذر عشیـرتك الاقـربین '' نازل ہوئی تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر دعوت ذوالعشیرہ کا اہتمام وانصرام کس نے کیا تھا؟ اس نوعمر علی مرتضیٰ نے نہ کیا تھا؟ اور پھر جب رؤسائے قریش کو بلانے کون گیا تھا؟ پھر جب ہر مرتبہ انہوں نے دعوت توحید ورسالت کا انکار کیا تو یہ کس نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ! میں اس سلسلہ تبلیغ اسلام میں آپ کی مدد کروں گا؟ اسی بچے نے جس کو علی مرتضیٰ کہتے ہیں پھر اسی وقت بارگاہ رسالت سے یہ اعزاز کسے حاصل ہوا تھا کہ تو میرا بھائی، میرا وارث اور وصی ہے؟ اسی نوعمر شہزادۂ حضرت ابوطالب کو کیا ان حقائق کا انکار ممکن ہے؟ کیا اس واقعۂ دعوت ذوالعشیرہ کو تفاسیر، احادیث اور سیر کی کتب سے حذف کیا جاسکتا ہے؟

اگر نہیں کیا جاسکتا اور یقیناً نہیں کیا جاسکتا تو خارجیوں کو اپنی منافقت پر ماتم کرنا چاہئے کیونکہ ان کے متعلق میرے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرما رکھا ہے کہ ''علی سے محبت رکھے گا تو صرف مومن اور بغض رکھے گا تو صرف منافق'' اور ان کو اس یوم جزا کی بلا کت سے ڈرنا چاہئے جس کے متعلق ذات باری تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمادیا ہے کہ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۴۵) کہ منافقین (بروز محشر) جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

بغض علی میں اس قدر ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے اتنا نہ بڑھو کہ تمہیں بروز محشر یہ ذلت ناک عذاب چکھنا پڑے اور اہل محشر تمہارا یہ انجام دیکھ کر کہہ رہے ہوں۔

ع پسند اپنی اپنی مقام اپنا اپنا

سب سے پہلا مؤمن کون؟

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا

''سب سے پہلے جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے وہ حضرت

علی ابن ابی طالب ہیں۔'' [۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

''ام المومنین حضرت سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے بعد جو سب سے پہلے ایمان لائے وہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تھے۔'' [۲]

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کثیر روایات سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلے ایمان لانا بھی ثابت ہے۔ اسی طرح حضرت زید کا پہلے ایمان لانا بھی منقول ہے تو یہ تضاد روایات کیسے ختم ہوگا؟

تو اس کا جواب امام ترمذی نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ایمان لائے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

''بعض اہل علم (جیسے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے بچوں میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ایمان لائے ان کی عمر اس وقت آٹھ سال تھی اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت سیدہ خدیجہ ایمان لائیں۔'' [۳]

ایک روایت کے مطابق غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

---

[۱] عن زید بن ارقم قال: ان اوّل من اسلم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (سنن کبریٰ جلد نمبر ۲ ص ۲۰۶ - الخصائص النسائی ص ۲، المستدرک للحاکم جلد نمبر ۳ ص ۱۳۶)

[۲] عن ابن عباس قال: کان علی اول من اسلم بعد خدیجہ (الریاض النضرہ جلد نمبر ۲ ص ۱۱۰)

[۳] قال بعض اهل العلم اول من اسلم من الرجال ابوبکر ن الصدیق فاسلم علی وهو غلام ابن ثمان سنین واول من اسلم من النساء خدیجة (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۴)

علامہ محبّ طبری نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانے والا واقعہ (جو ملک شام میں ان کا ایک خواب دیکھ کر راہب سے تعبیر پوچھنے اور پھر ایمان لانے پر مشتمل ہے) لکھ کر یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کے ایمان لانے کا یہ واقعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولادت سے بھی پہلے کا ہے۔[1]

میں صدیق اکبر ہوں: فرمان مولا علی کرم اللہ وجہہ

مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے خود ارشاد فرمایا کہ "میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں اور اس خطاب کا دعویٰ میرے بعد کوئی کذاب ہی کرے گا میں نے لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی۔[2]

یاد رہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جو یہ فرمایا کہ "ولا یقولها بعدی الا کذاب" "میرے بعد صدیق اکبر ہونے کا دعویٰ کوئی کذاب ہی کرے گا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اپنے سے پہلے آپ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق اکبر تسلیم فرماتے ہیں۔ اس لئے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے اس ارشاد سے مستثنیٰ ہیں اور ان کے بعد حضرت مولا علی صدیق اکبر ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک کتب احادیث میں موجود ہے جسے حضرت ابویعلیٰ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"صدیق تین ہیں حبیب بن نجار جو کہ مومن آل یاسین ہے جس نے کہا تھا کہ اے میری قوم مرسلین کی اتباع کرو اور حزقیل جو مومن آل فرعون ہے

---

[1] وذلك كله قبل ان يولد علي بن ابي طالب والمراد بهذا الايمان اليقين بصدقه (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۸۷)

[2] وعن علي: قال: انا عبدالله واخو رسوله صلى الله عليه وسلم وانا الصديق الاكبر ولا يقولها بعدى الا كذاب صليت قبل الناس بسبع سنين (ابن ماجہ شریف ص ۱۲)

جس نے کہا تھا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے؟ اور تیسرے علی ابن ابی طالب ہیں جو ان سب سے افضل ہیں۔"[1]

اور مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ نے مومن آل فرعون سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ملاحظہ ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک مرتبہ لوگوں سے فرمایا کہ

"میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ مومن آل فرعون افضل تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ تو لوگ خاموش ہو گئے۔ فرمایا! جواب کیوں نہیں دیتے: اللہ کی قسم ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (زندگی کی) ایک ساعت مومن آل فرعون (کی ساری عمر کی نیکیوں سے) افضل ہے مومن آل فرعون نے اپنے ایمان کو چھپایا اور ابوبکر نے اپنے ایمان کا اعلان کیا۔[2]

قول فیصل از مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

علامہ محب طبری رحمہ اللہ نے خود حضرت مولائے کائنات شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور قبلے کی طرف (منہ کر کے) سب سے پہلے نماز حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ

---

[1] الصديقون ثلاثة حبيب بن النجار مومن آل يسين الذى قال يقوم اتبعوا المرسلين وحزقيل مؤمن آل فرعون الذى قال اتقتلون رجلا ان يقول ربى الله وعلي بن ابى طالب وهو افضلهم (تفسیر درمنثور جلد پنجم ص ۲۶۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان، تفسیر کبیر جلد نمبر ۲۷ ص ۵۷ مطبوعہ ایران)

[2] ثم قال علي نشدكم بالله امومن آل فرعون خير ام ابوبكر؟ فسكت القوم فقال الا تجيبون؟ والله لساعة من ابى بكر خير من ملء الارض من مومن آل فرعون رجل كتم ايمانه وابوبكر رجل اعلن ايمانه (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۱۳۹)

وجہہ الکریم نے پڑھی۔''[1]

اس روایت سے اختلاف مٹ جاتا ہے اور ان روایات کی تاویل (جائز) وممکن ہے جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت ابوبکر صدیق سے پہلے اپنے ایمان لانے کا ارشاد فرمایا ہے کیونکہ ممکن ہے ان کے ایمان لانے سے مراد پہلے نماز پڑھنا ہی ہو۔ نمازی کے لئے مومن ہونا شرط ہے۔ مثلاً آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ

''میں صدیق اکبر ہوں اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے ایمان لایا اور ان سے پہلے اسلام لایا۔''[2]

اس سے مراد یہی ہے کہ تصدیق مجھ سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی اور نماز ان سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پڑھی کیونکہ آیت کریمہ

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۝

(پ ۲۴ سورۃ الزمر آیت نمبر ۳۳)

اور وہ جو تشریف لائے حق اور سچ کے ساتھ اور جس نے ان کے حق اور سچ کی تصدیق کی۔ اس کی تفسیر میں خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جاء بالصدق محمد وصدق به ابوبکر'' جاء بالصدق سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صدق بہ سے مراد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔[3]

اس تفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نزدیک پہلے مومن

[1] عن علی بن ابی طالب قال: اول من اسلم من الرجال ابوبکر واول من صلی الی القبلة علی بن ابی طالب (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۸۵)

[2] انا الصدیق الاکبر آمنت قبل ان یؤمن ابوبکر واسلمت قبل ان یسلم ابوبکر (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد دوم ص ۱۱۰)

[3] عن علی قال: جاء بالصدق محمد صلی اللہ علیہ وسلم وصدق به ابوبکر: خرجه ابن السمان فی الموافقة (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد اول ص ۱۲۸)

علاوہ ازیں شیعہ کتب میں بھی حضرت علی سے یہ تفسیر منقول ہے اس کے لئے ہماری کتاب مناقب صدیق اکبر کا مطالعہ کریں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور مندرجہ بالا ارشاد سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سرگوشی فرمانا

حدیث شریف نمبر ۱۶:

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور ان سے سرگوشی فرمائی تو لوگوں نے کہا اپنے چچازاد بھائی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگوشی طویل ہوگئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی کی ہے۔[1]

طہارت حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا اے علی! میرے اور تیرے سوا کسی کو اس مسجد (نبوی شریف) میں جنبی ہونا جائز نہیں۔

علی بن منذر کہتے ہیں کہ میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا کہ اس حدیث کا مطلب کیا ہے تو انہوں نے فرمایا (مسجد سے) گزرنا مراد ہے۔[2]

[1] عن جابر قال: دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا یوم الطائف فانتجاہ فقال الناس لقد طال نجواہ مع ابن عمہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ

(جامع الترمذی جلد دوم ص ۲۱۴)

[2] عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی: یا علی! لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرك قال علی بن المنذر قلت لضرار بن صرد ما معنیٰ ھذا الحدیث قال: لا یحل لاحد یستطرقه جنبا غیری وغیرك (جامع الترمذی جلد دوم ص ۲۱۴)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حالت جنب میں بھی حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ اسی طرح پاکیزہ ہیں جس طرح عام حالت میں طاہر و پاک ہیں۔

اس پر آیت تطہیر بھی شہادت دے رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ (پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۳۳)

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا فرمادے۔ نبی کریم نے اس آیت کے نزول پر حضرت علی، سیّدہ فاطمۃ الزہرا، حضرات امامین حسنین کریمین کو اپنی چادر میں لے کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تھا اللّٰھم ھولاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھر ھم تطھیرا ۝ (شرف النبی ص ۲۳۹-۲۳۸ از علامہ امام حاکم نیشاپوری)

اے اللہ! یہ ہیں میرے گھر والے پس تو ان سے ناپاکی دور فرما اور انہیں پاک کر کے خوب ستھرا فرمادے۔

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیت تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت

(حضرت حسن رضا بریلوی علیہ الرحمۃ)

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد فرمانا کہ ''غیری وغیرك'' اے علی! میرے اور تیرے علاوہ (یعنی اس حالت میں مسجد نبوی شریف سے یا میں گزر سکتا ہوں یا آپ) اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ نبی و علی کی، طینت ایک، نور ایک، نجابت وطہارت ایک ہے۔

میں اور علی ایک شجرے اور ایک ہی نور سے ہیں (ارشاد نبوی)

حدیث شریف نمبر ۱۷:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''لوگوں کے مختلف شجرے ہیں اور میں اور علی ایک ہی شجرے سے ہیں۔'' [1]

(کنز الحقائق جلد نمبر ۱ ص ۸۰، المستدرک للحاکم جلد دوم ص ۲۴۱، الصواعق المحرقہ ص ۱۲۳ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ

''میں اور علی ایک ہی نور سے ہیں۔''

(ینابیع المودۃ اردو ص ۱۲۸ از شیخ سلیمان قندوزی حنفی سنی مفتی اعظم قسطنطنیہ)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''میں اور علی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک نور تھے جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کے دو حصے کیے پس ایک حصہ میں ہوں اور ایک حصہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم'' [2] (الریاض النضرہ جلد ثانی ص ۱۲۰)

تو سرکار نے اسی لئے فرمایا: جب دونوں کا نور ایک، شجرہ ایک، طہارت ایک ہے تو پھر جس حالت میں میں مسجد کے اندر گزر سکتا ہوں دوسرا (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) بھی گزر سکتے ہیں:

---

[1] اخرج الطبرانی فی الاوسط بسند ضعیف عن جابر بن عبداللہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس من شجر شتی وانا وعلی من شجرۃ واحدۃ

الصواعق المحرقہ ص ۱۲۳ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان

[2] کنت انا وعلی نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم علیہ السلام باربعۃ عشر الف عام فلما خلق آدم علیہ الاسلام قسم ذلک النور جزئین فجزء انا وجزء علی .

(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد ثانی ص ۱۲۰ مطبوعہ فیصل آباد)

اور دیگر احادیث میں ''لحمك لحمي جسمك جسمي دمك دمي'' فرما کر بھی یہ مسئلہ واضح فرما دیا۔

جناب ابوطالب پاک ہیں کیونکہ شجرہ ایک ہے

خیال رہے کہ جب جناب مصطفیٰ و مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا شجرہ و نور ایک ہے تو پھر جہاں جہاں نور مصطفیٰ رہا وہ ظروف اور جہاں جہاں نور مرتضیٰ رہا وہ ظروف ایک ہی جیسے ہیں۔ اب نور مصطفیٰ کہاں جلوہ گر رہا اور ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا کیا ارشاد ہے؟ آیئے قرآن پاک سے یہ بھی پوچھتے ہیں تو قرآن کریم جواب دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وتقلبك في السجدين ○ (پ۱۹ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۲۱۹)

اور (رکھا) نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

محدثین ومفسرین وشارحین کرام نے بالاتفاق لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنے رحموں اور صلبوں میں رہے وہ سب اس آیت کریمہ میں لفظ ''السجدین'' کا مصداق ہیں[1] اور یہ حدیث مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء بھی اس پر دال ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا

''میرے والدین کبھی حرام کاری میں نہیں پڑے اللہ تعالیٰ نے مجھے طیب پشتوں سے طاہر رحموں کی طرف منتقل فرمایا اور وہ تمام مرد و زن صاحبان صفا اور تہذیب تھے۔''[2]

---

[1] تفسیر آیت کے لئے ملاحظہ ہو:
تفسیر درمنثور جلد نمبر ۵ ص ۹۸، مسالک الحنفاء ص ۳۶-۳۵ تفسیر مظہری جلد نمبر ۷ ص ۸۹، تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۱۹ ص ۱۳۸-۱۳۷)

[2] لم يلتق ابواى قط على سفاح لم يزل الله ينقلني من الاصلاب الطيبة الى الارحام الطاهرة مصفا مهذبا (تفسیر درمنثور جلد نمبر ۵ ص ۹۸، نور العینین فی ایمان آباء سید الکونین ص ۱۹۲-۱۹۱)

تو جب اس شجرہ و نور کے تمام افراد واحباب ساجدین وطاہرین ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا شجرہ نور ایک ہی ہے تو حضرت ابوطالب اس شجرہ سے باہر کیوں؟ شاید صرف اس لئے کہ وہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والد گرامی ہیں اور خارجیوں کو مولا علی سے ازلی عداوت ہے وہ مولا علی کو ولی ماننے کے لئے تیار نہیں تو ان کے والد گرامی کو مومن کیسے مان لیں؟ اور اس شجرہ کو شجرۂ طیبہ کیسے تسلیم کرلیں؟

یہ مسئلہ اختلافی ہے اور اختلافی مسئلہ میں نفی سے اثبات پر اعتماد انسب واولیٰ ہوتا ہے اسی لئے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خان تاجدار بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں جہاں عدم ایمان ابوطالب پر دلائل قائم فرمائے ہیں وہیں اپنی دیگر کتب میں حضرت ابوطالب کے بارے خاموشی اختیار کرنے کا بھی حکم صادر فرمایا ہے اگر کوئی صاحب ان کے بارے حسن ظن نہیں رکھتے تو ان کو سوء ظن بھی نہیں رکھنا چاہئے اور جو لوگ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ایمان کے حق میں دلائل دیتے ہیں قانوناً وہ اثباتی پہلو پر عمل پیرا ہیں۔

حدیث مبارکہ ''اختلاف امتی رحمۃ'' کو مدنظر رکھتے ہوئے (جبکہ اکابرین کی گستاخی یا مخالفت کا ارادہ نہ ہو بلکہ نیت اصلاح احوال کی ہو تو ان سے) اختلاف باعث رحمت ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضور تاجدار بریلی نے (اس مسئلہ میں) اپنے استاذ گرامی مفتی حرمین حضرت قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف فرمایا ہے اور اصاغر اہل سنت نے (بنیت اصلاح احوال اور امت) اعلیٰ حضرت بریلوی سے اختلاف کیا ہے مخالفت نہیں کی اگر کسی نے مخالفت کی نیت سے ایسا کیا ہو تو وہ زبردست خطا کار ہے اور اندھیرے کنویں میں قید ہے۔

اکابرین امت قوم کا سرمایہ ہیں مگر ان کی ہر بات سے اتفاق ممکن نہیں

حال ہی میں اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی کے زبردست عالم دین اور بے مثال مناظر و محدث علامہ محمد اشرف سیالوی سے ایک مسئلہ میں علماء اعلام کی ایک جماعت کا اختلاف ہوا ہے جس میں میرے کچھ مخلص دوستوں نے میری رائے پوچھی (یہ طرفین کے تعلق دار میرے احباب اور کرم فرما ہیں) تو میں نے یہی عرض کیا کہ حضرت سیالوی بے شک ہمارے اکابرین میں سے ہیں ہم ان کی مسلکی، مذہبی و ملی خدمات کا برملا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے مگر اکابر کی ہر تحقیق سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے کسی تحقیق پر اگر کوئی دوسرے علماء اختلاف کرتے ہیں تو یہ ان کا علمی حق ہے بشرطیکہ وہ اتنا علم رکھتے ہوں کہ مد مقابل کو قائل کر سکیں۔

اس سلسلہ میں میری طرفین کے بزرگوں سے گزارش ہے کہ وہ آپس میں بیٹھ کر اس مسئلہ کو حل فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور اوپن جلسوں اور محافل میں اس نزاع کو موضوع بحث نہ بنائیں کیونکہ یہ خالصۃً علمی بحث ہے اور عوام ایسی ابحاث سے واقف نہیں ہوتے وہ ایسے مسائل سن کر گمراہ ہو جاتے ہیں لہٰذا اس انتزاع و انتشار کو مل بیٹھ کر طے کر کے اہل سنت و جماعت پر احسان کیا جائے اور ان کو بد عقیدہ ہونے سے بچایا جائے۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ایمان کا مسئلہ بھی ایسے ہی طرفین کے زبردست دلائل سے الجھا ہوا ہے جیسے علامہ اشرف سیالوی صاحب کا اور دیگر علماء کا اور دونوں طرف زبردست قسم کے اکابر علماء کے بے پناہ دلائل ہیں لہٰذا ان میں اصولاً جو اثبات کی طرف گئے ہیں ان کا مدعا تسلیم کرنا ہی عدل و انصاف کا تقاضہ ہے اور اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو اس مسئلہ پر خاموشی بہتر ہے کیونکہ حضرت ابو طالب کی خدمات جلیلہ برائے اسلام و بانی اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

باب علی کے علاوہ سب دروازے بند کر دو (ارشاد نبوی)

حدیث شریف نمبر ۱۸:

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دروازہ کے سوا تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔[1]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے تو ایک دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کے دروازے کے علاوہ تمام دروازے بند کر دو۔''

تو لوگوں نے اس (بارے) کچھ باتیں کیں پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا:

''اما بعد! یقیناً میں نے حضرت علی کے دروازے کے علاوہ تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم فرمایا تو تم میں سے کسی نے کچھ بات کی اور خدا کی قسم میں کسی چیز کے کھولنے یا بند کرنے کا حکم (خود) نہیں دیتا لیکن مجھے حکم دیا گیا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) تو میں نے اس کی اتباع کی ہے۔''[2]

---

[1] عن ابن عباس: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بسد الابواب الاباب علی

(جامع الترمذی جلد ثانی ص۲۱۴)

[2] وعن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کان لنفر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابواب شارعة فی المسجد قال: فقال یوما "سدوا هذه الابواب الاباب علی" قال فتکلم فی ذلک اناس قال فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال: "اما بعد: فانی امرت بسد هذه الابواب الاباب علی فقال فیہ قائلکم: وانی واللہ ماسددت شیئا ولا فتحتہ ولکن امرت بشیء فاتبعتہ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ جلد ثانی ص ۱۵۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ''تین خصلتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایسی عطا کی گئی ہیں کہ اگر ان میں سے میرے لئے ایک بھی ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شاہزادی کا نکاح حضرت علی سے فرمایا جس سے ان کی اولاد ہوئی۔ مسجد میں سب کے دروازے سوائے حضرت علی کے دروازے کے بند کروادیئے اور یوم خیبر کو جھنڈا حضرت علی کو عطا فرمایا۔

اس قسم کی روایت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے بھی ذخیرہ کتب احادیث میں موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کرنے کا حکم فرمایا۔

علامہ محب طبری فرماتے ہیں کہ

صحیح وہی ہے کہ جو صحیحین میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت (جس میں دروازہ ابوبکر کے سوا سب دروازے بند کرنے کا حکم ہے) دونوں قسم کی روایات میں تطبیق یوں ہوگی کہ یہ دونوں احکام مختلف اوقات میں دیئے گئے۔ ۱

سردی وگرمی کے موسم سے بے نیازی

حدیث شریف نمبر ۱۹:

عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ رات کو گفتگو کر رہے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ گرمیوں والے کپڑے سردیوں میں اور سردیوں والے گرمیوں میں پہنتے تھے۔ ہم نے کہا کہ آپ (ابو لیلیٰ) ان (حضرت علی) سے پوچھیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے (ان کے پوچھنے پر) فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خیبر کے دن بلا بھیجا میری آنکھیں دکھ رہی

۱ وان صح الحديث عن علي ايضا حمل ذلك على حالين مختلفين توفيقا بين الحديثين (الریاض النضرہ جلد ثانی ص ۱۵۹)

تھیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میری آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپ نے میری آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا پھر فرمایا ''اے اللہ! اس سے گرمی اور سردی کو دور فرما دے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد میں نے (کبھی) سردی اور گرمی کو محسوس نہیں کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں ایسے شخص کو بلاؤں گا جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو محبوب رکھتے ہیں وہ لڑائی سے بھاگنے والا نہیں۔''

لوگ اشتیاق سے انتظار کرنے لگے۔ آپ نے حضرت علی کو بلا بھیجا اور جھنڈا انہیں عطا فرمایا۔ ۱

جو شخص عہدہ ولایت پر فائز ہو حدیث قدسی کے مطابق اس کے ہاتھ، کان، آنکھیں، زبان تجلیات ربانی کا مرکز بن جایا کرتے ہیں۔ اس لئے اس پر مادیات اثر انداز نہیں ہوتیں۔ حضرت مولائے کائنات تو اولیاء کاملین کے سردار مقام ولایت کے بانی اور فنافی اللہ شخصیات کے پہلے امام ہیں پھر نبی کریم علیہ السلام کی دعا ''اے اللہ! اس سے سردی وگرمی کو دور فرمادے'' کا اثر بھی تھا کہ آپ کو موسم کی شدت وحدت سے بے نیازی حاصل ہوئی۔

۱ عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال کان ابولیلی یسمر مع علی فکان یلبس ثیاب الصیف بالشتاء وثیاب الشتاء فی الصیف فقلنا لوسألته فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم بعث الی وأنا ارمد العین یوم خیبر قلت یا رسول الله! صلی الله علیه وسلم انی ارمد العین فتفل فی عینی ثم قال: اللّهم اذهب عنه الحر والبرد قال فما وجدت حرا ولا بردا بعد یومئذ وقال لابعثن رجلا یحب الله ورسوله صلی الله علیه وسلم ویحبه الله ورسوله صلی الله علیه وسلم لیس بفرار وتشرف له الناس فبعث الی علی فاعطاها اياه (ابن ماجہ ص۱۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور مقام فنافی اللہ

حدیث شریف نمبر۲۰:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی کو برا نہ کہو علی فنافی اللہ کا مقام رکھتے ہیں۔[1] جو ذات والا صفات فنافی اللہ کا درجہ اتم رکھتی ہو اور وہ مظہر صفات الٰہی ہو اس پر سردی و گرمی کیسے اثر انداز ہو؟

خطبہ مصطفویہ بر فضائل مرتضویہ

حدیث نمبر۲۱:

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ

علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کی طرف لپکے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں یہ ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سینہ سے لگایا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور بلند آواز سے فرمایا اے مسلمانو! ''یہ میرا بھائی ہے، میرے چچا کا بیٹا اور میرا داماد ہے۔ یہ میرا گوشت میرا خون اور میرے (سر کا) بال ہے۔ یہ سبطین حسن و حسین اہل جنت کے جوانوں کے سرداروں کا والد ہے۔ یہ مجھ سے مصیبتوں کا دور کرنے والا ہے یہ اللہ کا شیر اور اللہ کی تلوار ہے اللہ کی زمین پر اس کے دشمنوں کے لئے اس کے دشمنوں پر اللہ کی لعنت اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت اور اللہ تعالیٰ اس کے دشمن سے بری ہے اور میں بھی اس سے بری ہوں جو اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور مجھ سے بے تعلق ہو جائے وہ علی سے بے تعلق ہو جائے اور جو موجود ہے وہ غائب کو (میری یہ باتیں) پہنچا

۱؎ لا تسبوا علیا فانه ممسوس فی ذات الله

(منتخب کنز العمال علی ہامش مسند الامام احمد بن حنبل جلد نمبر۵ ص۴۶)

دے۔[1] (آل رسول ص ۲۷۲-۲۷۳ از خضر ملت)

اس خطبہ مبارکہ مصطفویہ سے یہ واضح ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق دار وہی ہے جو علی پاک کرم اللہ وجہہ سے تعلق دار ہے جو جناب مرتضیٰ علیہ السلام سے محبت کرتا ہے وہ ہی جناب مصطفیٰ علیہ السلام سے محبت کرتا ہے اور جو مبغض علی ہے وہی مبغض نبی ہے کیونکہ علی نبی کا خون ہے گوشت ہے اور ایک روایت کے مطابق ''جسمک جسمی'' علی کا جسم نبی کا جسم ہے اور ایک روایت بلکہ قرآنی آیت کے مطابق علی نفس رسول ہے اور بقول باری تعالیٰ جب موذی رسول جہنمی و لعنتی ہے[2] تو پھر موذی علی بھی جہنمی اور لعنتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ

حدیث شریف۲۲:

یا علی محبك محبی و مبغضك مبغضی

اے علی! تیرا محب میرا محب ہے اور تجھ سے بغض رکھنے والا میرا مبغض ہے۔

(کنوز الحقائق علی ہامش الجامع الصغیر جلد دوم ص۱۹۳ بحوالہ آل رسول ص۳۰۹)

۱؎ فضمه الی صدره وقبل بین عینیه وقال یا معشر المسلمین هذا اخی وابن عمی وختنی هذا لحمی ودمی وشعری هذا ابو السبطین الحسن والحسین سیدی شباب اهل الجنه هذا مفرج الکروب عنی هذا اسد الله وسیفه فی ارضه علی اعدائه علی مبغضه لعنة الله ولعنة اللاعنین والله منه بری وانا منه بری فمن احب ان یبرأ من الله ومنی فلیبرء من علی ویبلغ الشاهد الغائب (ذخائر عقبیٰ لمحب الطبری ص۹۲)

حب نبی ہے مہر علی، مہر علی ہے حب نبی — لحمک لحمی جسمک جسمی فرق نہیں مان بین پیا

۲؎ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا○

(الاحزاب)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تین مخصوص مناقب

حدیث شریف نمبر۲۳:

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد کو امیر بنایا اور کہا کہ ابوتراب کو سب کرنے (برا کہنے) میں تمہیں کون سی بات مانع ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ تین ایسی باتیں یاد ہیں کہ میں انہیں ہرگز برا نہیں کہوں گا اور اگر ان میں سے ایک بات بھی مجھ میں پائی جائے تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوں۔ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ نے کسی غزوہ میں حضرت علی کو پیچھے چھوڑا تو حضرت علی نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑے چلے جا رہے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم مجھ سے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام تھے مگر میرے بعد نبوت کا سلسلہ نہیں۔

اور جنگ خیبر کے روز میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کل ہم اس شخص کو جھنڈا عطا کریں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پس ہم گردنیں بلند کر کے جھنڈے کی طرف دیکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی (کرم اللہ وجہہ) کو میرے پاس بلاؤ۔ آپ آئے تو آپ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں میں لعاب دہن مبارک لگایا اور آپ کو جھنڈا عطا فرمایا اور جب یہ آیت "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو بلایا اور فرمایا! اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔[1]

[1] عن عامر بن سعد ابن ابی وقاص قال امیر معاویة سعدا قال ما یمنعك ان تسب ابا تراب فقال اما ما ذکرت ثلاثا قالهن رسول الله صلی الله علیه وسلم فلن اسبه لان یکون لی واحدة منها احب الی من حمر النعم سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول له وخلفه فی بعض مغازیه فقال له علی یا رسول الله اتخلفنی مع النساء والصبیان فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هرون من موسیٰ الا انه لا نبوة (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک اشکال، اس کا جواب اور لمحہ فکریہ!

اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے اپنی جامع الترمذی میں روایت کیا ہے بتغیر الفاظ اس میں آیت تطہیر کی بجائے آیت مباہلہ کی شان نزول بموقع یوم خیبر بیان کی ہے اور امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں بھی اسے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں ایک اشکال کا جواب دیتے ہوئے شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی نے امام نووی سے حدیث کی تشریح و توضیح نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"حدیث میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا تمہیں ابوتراب کو برا کہنے سے کیا چیز مانع ہے"۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں علماء نے کہا ہے کہ اس قسم کی احادیث کی تاویل کرنا واجب ہے حضرت معاویہ کے اس قول میں یہ تصریح نہیں ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا کہنے کا حکم دیا تھا بلکہ ان سے برا نہ کہنے کا عذر دریافت کیا تھا کہ آیا تم ان کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے برا نہیں کہتے یا اس کا کوئی اور سبب ہے؟ اگر تم ان کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے برا نہیں کہتے تو تم حق پر ہو اور تمہارا نظریہ درست ہے اور اگر اس کا کوئی اور سبب ہے تو اس کو بیان کرو۔

غالباً حضرت سعد کا تعلق اس جماعت سے تھا جو حضرت علی کو برا کہتی تھی۔ اس کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) بعدی وسمعته یقول یوم خیبر لا عطین الرایة غدا رجلا یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله فتطاولنا الیها فقال ادعوا الی علیا فاتی به ارمدا فبصق فی عینه ودفع الرایه الیه ولما نزلت "انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا" دعا رسول الله صلی الله علیه وسلم علیا وفاطمه وحسنا وحسینا فقال اللهم هؤلاء اهل بیتی (الخصائص النسائی ص مطبوعہ فیصل آباد)

باوجود وہ حضرت علی کو برا نہیں کہتے تھے۔ اس وجہ سے حضرت معاویہ نے یہ سوال کیا۔

اس حدیث کی دوسری تاویل یہ ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت سعد سے یہ دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ تم حضرت علی کی رائے کو خطا نہیں کہتے اور لوگوں سے نہیں کہتے کہ ہماری رائے اور اجتہاد صحیح ہے اور حضرت علی کی رائے اور اجتہاد غلط تھا۔

(شرح مسلم سعیدی جلد نمبر ۶ ص ۹۶۴ مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور)

بہر کیف اس حدیث پاک کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف دلیل بنانا اور اس کی وجہ سے ان پر طعن و تشنیع کرنا درست نہیں ہے کیونکہ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو اور فرمایا کہ میرے صحابہ کی تکریم و تعظیم کرو نیز ارشاد رسول ہے کہ جب تم دیکھو کہ کوئی شخص میرے صحابہ کو گالی دے رہا ہے تو تم کہو تیرے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہونے کے ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی بھی ہیں اس لئے وہ خال المسلمین ہیں۔ ان کے دیگر فضائل بھی کتب احادیث میں موجود ہیں مثلاً امام ترمذی نے حضرت عبدالرحمن بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی محترم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی۔

اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور اس کو ذریعہ ہدایت بنا دے۔[1]

ایک اور دعا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے لئے فرمائی کہ ''اے اللہ! معاویہ کو کتاب (قرآن کریم) اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا۔''[2] حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مزید تشفی کے لئے ہماری کتاب ''حضرت امیر معاویہ'' مطبوعہ شبیر برادرز کا مطالعہ فرمائیں۔

---

۱ اللھم اجعله هاديا ومهديا واهدبه (جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۲۵)

۲ اللھم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب

(کنز العمال جلد نمبر ۷ البدایہ والنہایہ جلد رابع جزء ثامن ص ۵۱۵، مجمع الزوائد جلد نمبر ۹ ص ۳۵۶)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا اگر لحاظ نہ کیا جائے اور ان کو طعن و تشنیع اور سب و شتم کا نشانہ بنایا جائے تو طعنہ زنی و دشنام طرازی اور تبرا بازی کے یہ ظالم تیر حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) پر بھی برسیں گے اور ان سے ہوتے ہوئے بالآخر ام المومنین محبوبہ محبوب خدا حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مقدسہ میں بھی پیوست ہوں گے جس سے سرتاج عائشہ صدیقہ جناب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچے گی اور ہم نے گزشتہ اوراق میں آیت کریمہ سے ثابت کیا ہے کہ موذی رسول جہنمی اور ملعون ہے۔

اس فعل شنیع (حضرت امیر معاویہ پر سب و شتم کرنا اور اس سب و شتم کو محبت علی قرار دینا اور بغیر اس کارشیط ن کے عبادات اور حب علی کی تکمیل نہ ہونا) کو روافض اسی لئے لازم جانتے ہیں کہ اس ایک نام کی وجہ سے باقی صحابہ کرام پر زبان درازی کا موقع ملتا ہے۔ دراصل یہی ان کا مشن ہے جو ابن سبا نے شروع کیا تھا اور اسلام کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کی مذموم اور لاحاصل کوشش کی تھی۔ افسوس کہ آج کل روافض کی ہم نوائی میں بزعم خویش اہل سنت بھی شامل ہو چکے ہیں اور اس میں عوام کا تو شمار ہی کیا بڑے بڑے وارثان محراب و منبر اور پیران جبہ و دستار پوش ضمیر فروش بھی اپنے ایمان بیچتے ہوئے نظر آتے ہیں

ع ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

انہیں قطعاً احساس نہیں کہ ان کی یہ مذموم حرکت جب امام الانبیاء علیہ السلام ملاحظہ فرماتے ہوں گے تو کس قدر ان سے نالاں ہوتے ہوں گے اور آپ کو اذیت پہنچا کر یہ علماء و مشائخ سوء لعنت اللہ اور عذاب مہین کے مستحق قرار پاتے ہوں گے اور پھر جب میدان محشر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش ہوں گے تو ان مولویوں اور پیروں کا کیا حشر ہوگا؟

تمہارے دل کی آخر جب زباں تک بات پہنچے گی
نہ جانے پھر کہاں کی یہ کہاں تک بات پہنچے گی

قیامت میں جنابہ عائشہ گریاں کناں ہوں گی
کبھی سوچا ہے تم نے پھر کہاں تک بات پہنچے گی

امام البررہ، قاتل الفجرہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ

حدیث شریف نمبر۲۴:

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''علی نیکوکاروں کا امام اور برے لوگوں کو قتل کرنے والے ہیں جس نے ان کی مدد کی وہ (اللہ کی طرف سے) منصور ہوا (اس کی مدد کی گئی) وہ کامیاب وفتح یاب ہوا اور ذلیل ورسوا خائب وخاسر ناکام ونامراد ہوا جس نے ان کی مدد نہ کی۔''۱ (آل رسول ص ۴۰۵ از خضر ملت)

علی (کرم اللہ وجہہ) باب حطہ کی طرح ہیں

حدیث شریف نمبر۲۵:

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ

''علی باب حطہ کی طرح ہے جو شخص اس (باب) میں داخل ہوا مومن ہوا اور جو اس سے نکل گیا کافر ہوا۔'' ۲ (آل رسول ص ۴۰۵ از خضر ملت)

---

۱ عن جابر: قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: علی امام البررہ قاتل الفجرۃ منصور من نصرہ مخذول من خزلہ (الجامع الصغیر جلد ثانی ص ۱۷۷)۔

۲ عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی باب حطۃ من دخل منہ کان مؤمنا ومن خرج منہ کان کافرا

(الجامع الصغیر مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان جلد نمبر۲ ص ۱۷۷ بحوالہ دار قطنی)

قرآن میں فرمایا گیا ''حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ'' (البقرہ) یہ وہ دروازہ تھا جس میں داخل ہو کر بنی اسرائیل نے بحکم خداوندی اپنے گناہوں کی معافی چاہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا تھا کہ اس دروازے میں داخل ہوتے ہوئے معافی مانگو تو ہم تمہیں معاف کر دیں گے گویا کہ وہ ان کا کعبہ تھا۔ بیت المقدس کے قریب ایک بستی کے سات دروازوں میں سے یہ حطہ بھی ایک دروازہ تھا جس میں داخل ہونا اور اس کی طرف سجدہ کرنا گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ نبی کریم نے فرمایا علی اس دروازے کی طرح ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم وکرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم)

علی کرم اللہ وجہہ مثل کعبہ ہیں

حدیث شریف نمبر۲۶:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے علی! تم بمنزلہ کعبہ ہو''۱

علی کرم اللہ وجہہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے

حدیث شریف نمبر۲۷:

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔'' ۲

(آل رسول ص ۴۱۵ از خضر ملت)

---

۱ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا علی! انت بمنزلۃ الکعبۃ

(کنوز الحقائق علی ہامش الجامع الصغیر جلد نمبر۲ ص ۱۹۳)

(آل رسول ص ۴۰۹ از خضر ملت علامہ سید خضر حسین چشتی سیالوی)

۲ عن ابی سعید الخدری وعمران بن الحصین قالا: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: النظر الی علی عبادۃ (المستدرک للحاکم جلد نمبر۳ ص ۱۴۱)

علی کرم اللہ وجہہ کا چہرہ تکنا عبادت ہے

حدیث شریف نمبر ۲۸:

حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''علی کے چہرے کو تکنا عبادت ہے''۔[۱] (آل رسول ص ۳۱۶ از خصر ملت)

علی کرم اللہ وجہہ سیّد المسلمین، امام المتقین، قائد الغر المحجلین ہیں

حدیث شریف نمبر ۲۹:

حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''علی (کرم اللہ وجہہ) کے متعلق مجھے تین باتوں کی وحی کی گئی ہے (ایک یہ کہ) وہ تمام مسلمانوں کے سردار ہیں (دوسرے یہ کہ وہ) متقین ''اولیاء کاملین'' کے امام ہیں (تیرے یہ کہ وہ) روشن پیشانی اور روشن قدموں والوں کے قائد ہیں۔''[۲] (آل رسول ص ۳۱۸)

ذکر علی کرم اللہ وجہہ عبادت ہے

حدیث شریف نمبر ۳۰:

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''علی کا ذکر عبادت ہے''[۳] (آل رسول ص ۳۱۱)

---

[۱] عن عبداللہ بن مسعود قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: النظر الی وجہ علی عبادۃ (المستدرک جلد نمبر ۳ ص ۱۰۶)

[۲] قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اوحی الی فی علی ثلاث انہ سید المسلمین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین (المستدرک جلد نمبر ۳ ص ۱۳۸)

[۳] قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ذکر العلی عبادۃ (الجامع الصغیر جلد نمبر ۱ ص ۲۶۵)

جناب میاں محمد اعظم چشتی حسان پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

اک کیف اک سرور سا رہتا ہے رات دن
جب سے ہوا ہے ورد ہمارا علی علی

اور گزشتہ اوراق میں ہم نے نقل کیا کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا علی کا چہرہ دیکھنا بھی عبادت ہے۔

اس پر کسی نے بہت پیارا شعر فرمایا کہ

رندوں کے لئے میخانے کی ہر رسم عبادت ہوتی ہے
دلبر کو بٹھا کر پیش نظر چہرے کی تلاوت ہوتی ہے

حشر میں جب علی کی سواری آئے گی

حدیث شریف نمبر ۳۱:

سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''اے علی! قیامت کے دن تم اور تمہاری اولاد موتی اور یاقوت کے رنگ برنگے (چمکیلے) گھوڑوں پر سوار ہو کر آؤ گے۔ خدا تعالیٰ تمہیں جنت میں جانے کا حکم فرمائے گا اور (یہ نظارہ) لوگ دیکھ رہے ہوں گے۔''[۱]

(آل رسول ص ۳۲۴-۳۲۵)

حشر میں جب علی کی سواری آئے گی
شان و شوکت تب ان کی دکھائی جائے گی

---

[۱] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا علی: اذا کان یوم القیامۃ اتیت انت وولدک علی خیل بلق مالدر والیاقوت فیامر اللہ بکم الی الجنۃ والناس ینظرون

(منتخب کنز العمال علی ہامش مسند الامام احمد بن حنبل جلد نمبر ۵ ص ۶۳)

پل صراط سے وہی گزرے گا جسے پروانہ (ٹکٹ) علی دیں گے

حدیث شریف نمبر ٣٢:

ابن سماک نے روایت کیا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوتے سنا

''پل صراط سے وہی گزرے گا جس کو گزرنے کا پروانہ علی دیں گے۔''[1]

علی کرم اللہ وجہہ قسیم جنت ہیں

حدیث شریف نمبر ٣٣:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا

''اے علی! قیامت کے روز آپ قسیم جنت و دوزخ ہیں میرے علاوہ''[2]

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کا معنیٰ یہ ہے کہ بروز محشر آگ کہے گی یہ میرے لئے ہے اور وہ آپ کے لئے یعنی دوزخ خود یوں پکارے گی کہ یہ میرے اور یا علی وہ جنتی آپ کے ہیں تو ''یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ'' (الآیت) کا ظہور ہو جائے گا کہ اس دن تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا۔

---

[1] ورویٰ ابن السماك ان ابابكر قال له رضی الله عنهما: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يجوزاحد الصراط الامن كتب له على الجواز

(الصواعق المحرقہ ص ١٢٦ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[2] قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم يا على انت قسيم الجنة والنار يوم القيامة غيرى قالوا اللّٰهم لا ومعناه مارواه عنترة عن على الرضا انه صلى الله عليه وسلم قال له انت قسيم الجنة والنار فيوم القيامة تقول النار هذا لى وهذالك۔

(الصواعق المحرقہ ص ١٢٦ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

شانِ پنجتن پاک بزبان شہنشاہِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث شریف نمبر ٣٤:

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''تمہارے مردوں میں افضل علی ابن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ الکریم) اور جوانوں میں افضل حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما) اور تمہاری عورتوں میں افضل (سیدہ) فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہا ہیں۔''[1]

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

اور حضرت بیدم وارثی کہتے ہیں کہ

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
خیر النساء حسین و حسن مصطفیٰ علی

علی کرم اللہ وجہہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر

حدیث شریف نمبر ٣٥:

حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ

''کعبہ شریف (کی دیواروں پر) بت (نصب) تھے پس میں گیا (اور چاہا کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کاندھے پر اٹھاؤں (تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصنام کفار کو توڑ

---

[1] قال النبى صلّى الله عليهٖ وسلم: خير رجالكم على بن ابى طالب وخير شابكم الحسن والحسين وخير نساء كم فاطمة بنت محمد صلى الله عليها

(بحوالہ آل رسول ص ٤٣٠، تاریخ بغداد جلد نمبر ٤ ص ٣٩٢ مطبوعہ مکتبہ الخانجی بالقاہرہ مصر سن اشاعت ١٣٤٩ھ الموافق ١٩٣١ء)

دیں) تو مجھ سے یہ کام نہ ہو سکا[1] تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اپنے کندھوں پر اٹھایا تو میں نے بتوں کو توڑنا شروع کر دیا اور اس وقت میں اپنے آپ کو اتنا بلند دیکھ رہا تھا کہ اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا۔'' [2]

نکاح بتول وعلی بحکم ربّ جلی (جل جلالہ وعلیہما السلام)

حدیث شریف نمبر ۳۶:

طبرانی نے حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کو علی سے بیاہ دوں (ان کا نکاح علی سے کر دوں)'' [3]

یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کے لئے خواستگاری کی مگر

[1] نہایت قابل توجہ امر: حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کی خود بیان کردہ صحیح روایت کا یہ جملہ ''مجھ سے یہ کام نہ ہو سکا'' (یعنی میں حضور کو کندھوں پر نہ اٹھا سکا) عین ممکن ہے حضرت علی کی روایت میں کسی کا اضافہ ہو کیونکہ اگر شب معراج براق، شب ہجرت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور ولادت رسول کے موقع پر حضرت حلیمہ کی اونٹنی حضور علیہ السلام کو اٹھا سکتی ہے تو شیر خدا کیوں نہیں اٹھا سکتے؟ نامعلوم کن لوگوں نے کس مقصد کے لئے ان الفاظ کو اپنی طرف سے اس روایت میں دھکیل دیا ہے اور آج تک اسی طرح سے موجود ہے۔

[2] وعن علی قال: کان علی الکعبۃ اصنام فذھبت لاحمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیھا فلم استطع فحملنی فجعلت اقطعھا و لو شئت لنلت السماء

(مسند امام احمد بن حنبل جلد نمبر ۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ بیروت)

حسان پاکستان میاں محمد اعظم چشتی کہتے ہیں کہ

کعبہ کے بت گرائے نہیں اپنے ہاتھ سے   حضرت نے مسکرا کے پکارا علی علی

[3] اخرج الطبرانی عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اللہ تبارک وتعالیٰ أمرنی ان ازوج فاطمۃ من علی (الصواعق المحرقۃ ص ۱۲۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور پھر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف سے عرض کیا گیا تو بامر اللہ تعالیٰ آپ کا نکاح بنت رسول سے فرما دیا حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو۔ (الریاض النضرہ جلد دوم، نور الابصار، الصواعق المحرقہ، معارج النبوت وغیرہ)

اولادِ فاطمہ بتول اولادِ رسول اور ذریت علی ذریت نبی ہے

حدیث شریف نمبر ۳۷:

طبرانی نے حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اور خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد و ذریت کو اس نبی کی صلب سے بنایا اور میری اولاد و ذریت کو صلب علی ابن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ الکریم) سے'' [1]

حدیث شریف نمبر ۳۸:

ترمذی اور ابن حبان نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ دونوں (حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں: اے اللہ! یقیناً میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو ان سے محبت رکھے تو اس سے بھی محبت رکھ۔'' [2]

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولائے کائنات اور سیّد فاطمۃ الزہراء کی اولاد پاک بالخصوص حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اپنی اولاد اور اپنے شہزادے

[1] اخرج الطبرانی عن جابر والخطیب عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اللہ جعل ذرّیۃ کل نبی فی صلبہ وجعل ذریتی فی صلب علی ابن ابی طالب

(الصواعق المحرقہ ص ۱۲۴ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

[2] اخرج الترمذی وابن حبان عن اسامۃ بن زید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ھذان ابنای وابنای ابنتی اللّٰھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما (الصواعق المحرقہ ص ۱۹۱)

قرار دیا۔

محبوبِ مصطفیٰ حضرت علی مرتضیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم وکرم اللہ وجہہ الکریم)

حدیث شریف نمبر ۳۹:

ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے محبت فرماتے تھے اور مردوں میں ان کے شوہر (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔'' [1]

خیال رہے کہ اس حدیث مبارکہ کی راویہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جنہیں روافض ہر مجلس میں دشنام طرازی کا نشانہ بناتے ہیں جبکہ ایک روایت کے مطابق سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت فرماتے اور مردوں میں ان کے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جیسا کہ روافض اور اہل سنت دونوں مکاتب فکر کی کتب میں موجود ہے یہ دونوں روایات دراصل دونوں گھرانوں کی آپس میں محبت کا بے مثال دلا زوال اظہار وثبوت ہے جیسا کہ اہل سنت کا عقیدہ ومسلک ہے لیکن روافض باوجود اپنی کتب میں یہ روایات تحریر کرنے کے اپنا عقیدہ ومسلک اس کے خلاف رکھتے ہیں

ع شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

[1] واخرج الترمذی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا کانت فاطمۃ احب الناس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وزوجها علی احب الرجال الیہ (الصواعق المحرقہ ص ۱۲۱ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

وصی وامین مصطفیٰ مولا علی مرتضیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم وکرم اللہ وجہہ)

حدیث شریف نمبر ۴۰:

زکریا بن یحییٰ، ابن ابی عمرو بن مروان، عبدالعزیز، یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن ہاد، محمد بن نافع بن عجیر اپنے باپ سے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے کہا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا ''اے علی! تو میرا صفی اور میرا امین ہے۔'' [1]

ایک حدیث مبارکہ میں لفظ وصی اور وارث بھی موجود ہے اس کی توضیح (وصی و وارث سے مراد) وہ حدیث ہے جس میں فرمایا کہ علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں۔ میری طرف سے خود بھیجیں یا علی (قرضہ وغیرہ) ادا کریں گے اور وہ حدیث کہ جس میں سیّد عالم نے فرمایا علی میری طرف سے تم قربانی دیا کرنا اس وصی و وارث سے خلافت مراد نہیں ہے۔ نبی اکرم کو آخری تغسیل وتکفین کی وصیت بھی کتب احادیث میں مرقوم ہے اور سیدنا علی مرتضیٰ ہی سے یہ سب کچھ وقوع پذیر ہوا۔

فاتح خیبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حدیث شریف نمبر ۴۱:

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے اپنے باپ بریدہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا

''ہم جنگ خیبر کے روز پہلو بہ پہلو چل رہے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] اخبرنا زکریا بن یحیی قال حدثنا ابن ابی عمرو بن ابی مروان قال حدثنا عبدالعزیز عن یزید بن عبداللہ بن اسامۃ بن الہاد عن محمد بن نافع بن عجیر عن ابیہ عن علی رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ''اما انت یا علی! انت صفی وامینی''۔
(الخصائص النسائی ص ۲۰ مطبوعہ فیصل آباد)

نے جھنڈا لیا مگر آپ سے خیبر فتح نہ ہوا۔ دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لیا۔ آپ بھی لوٹ آئے اور فتح حاصل نہ ہوئی اور لوگوں کو بھی تنگی اور سختی محسوس ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کل میں اس شخص کو جھنڈا دینے والا ہوں جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اس سے محبت کرتے ہیں وہ فتح حاصل کیے بغیر نہیں لوٹے گا۔"

ہم نے رات بہت خوشی سے گزاری کہ کل فتح حاصل ہونے والی ہے۔ صبح کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی پھر آ کر کھڑے ہو گئے اور جھنڈا عطا کرنے کا ارادہ فرمایا لوگ اپنی اپنی ٹولیوں میں تھے ہم میں سے جو آدمی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اپنا کوئی مقام سمجھتا تھا وہ اس بات کا آرزومند تھا کہ جھنڈا اسے ملے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلایا تو ان کو آشوب چشم کا عارضہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈال کر ہاتھ پھیرا اور ان کو جھنڈا عنایت فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی۔ وہ کہتے ہیں ہمیں یہ بات ان لوگوں نے بتائی جو گردنیں لمبی کر کے جھنڈے کو دیکھ رہے تھے۔"

ایک اور حدیث پاک کے آخر میں حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کا اہل خیبر سے آمنا سامنا ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ مرحب یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہا ہے۔

"خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں ہتھیار بند ہوں اور ایک تجربہ کار بہادر ہوں۔ جب شیر میری طرف آتے ہیں تو میں غضبناک ہو کر کبھی نیزہ زنی اور کبھی شمشیر زنی کرتا ہوں۔"

حضرت علی علیہ السلام سے اس کی دو جھڑپیں ہوئیں۔ آپ نے اس کی کھوپڑی پر تلوار ماری جو اس کے سر سے پار ہو گئی۔ سب اہل لشکر نے آپ کی تلوار کی ضرب کو سنا پس

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لشکر کے آخری آدمی کو ابھی اونگھ بھی نہ آئی تھی کہ پہلے نے فتح کی نوید سن لی۔"[1]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(۴۱) احادیث کا عدد پورا ہوا

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کی فضیلت ومنقبت میں جتنی احادیث وارد ہوئیں کسی بھی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کے لئے وارد نہیں ہوئیں۔ فقیر نے حسب سابق ۴۱ کا عدد برقرار رکھا اور ان کی تشریح وتوضیح میں مزید احادیث بھی نقل کر دی ہیں۔

مولا تعالیٰ ہمیں حضرت مولائے کائنات شیر خدا تاجدار ہل اتیٰ اسد اللہ الغالب امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی سچی محبت اور صحیح غلامی نصیب فرمائے اور آپ کے محبوبوں سے بھی محبت کرنے کا جذبہ مرحمت فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم الامین الرؤف الرحیم صلی اللہ علیہ والتسلیم

نگاہ جس کی وسیع وبلند ہوتی ہے
اسی سے اس کی طبع بہرہ مند ہوتی ہے

---

[1] عن عبداللہ بن بریدة قال سمعت ابی بریدة یقول حاضرنا خیبر فاخذ الرایة ابوبکر ولم یفتح لہ فاخذ من الغد عمر فانصرف ولم یفتح لہ واصاب الناس شدة وجھد فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی دافع لوائی غدا الی رجل یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ لا یرجع حتی یفتح لہ وتبنا طیبة انفسنا ان الفتح غدا فلما اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الغداة ثم جاء قائما ورمی اللواء والناس علی اقصافیھم فما منا الانسان لہ منزلة عند الرسول صلی اللہ علیہ وسلم الاوھویر جوا ان یکون صاحب اللواء فدعاء علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وھوارمد فتفل ومسح فی عینیہ فدفع الیہ اللواء وفتح اللہ علیہ قالوا اخبرنا ممن تطاول بھا (الخصائص النسائی ص ۵ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

ہر ایک دل میں سماتی نہیں ہے حب علی

یہ بڑی ہی نفاست پسند ہوتی ہے

طالب دعا

غلام غلامان صحابہ گدائے کوچہ مرتضوی و سگ

بارگاہ علی پور شریف

محمد مقبول احمد سرور

خادم آستانہ عالیہ حضرت امام خطابت علیہ الرحمت

(سمندری والے) فیصل آباد

موبائل 0300-6664824

فلقی اهل خیبر فاذا هو مرحب یرتجز

قدعلمت خیبر انی مرحب　　شاکی السلاح بطل مجرب

اذا للیوث اقبلت قلهب　　اطمن أحیانا و حینا اضرب

فاختلف هو وعلی ضربتین فضربه علی هامته حتی مفی السیف منها منتهی راسه وسمع اهل العسکر صوت ضربته فما تنام آخر الناس مع علی حتی فتح لاولهم

(الخصائص النسائی ص ٦ مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اصحاب رسول علیہم الرضوان کی نظر میں

اصحاب رسول رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ فقیر نے اس ضمن میں کافی فرمودات احادیث کے باب میں نقل کر دیئے ہیں۔ مزید ارشادات ملاحظہ ہوں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد:

حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے روایت فرمائی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا

"کوئی شخص پل صراط سے نہیں گزر سکے گا سوائے اس کے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کے لئے گزرنے کا لکھا ہو"

(برق سوزاں ترجمہ اردو الصواعق المحرقہ ص ۳۲۹)

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد:

حضرت سیدنا عمر فاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے قاضی ہیں۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۵۷ مطبوعہ کراچی)

حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہ کا ارشاد:

حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب کوئی مشکل قضیہ آتا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود نہ ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگا کرتے (تعوذ پڑھا کرتے) کہ قضیہ کہیں غلط نہ ہو جائے۔"

حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی کہتے ہیں کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (رضی اللہ عنہم) میں سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور کوئی یہ کہنے والا نہیں تھا کہ جو پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔'' (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۵۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ

''علی ہم اہل مدینہ میں سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔''

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۵۸-۲۵۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد:

ابن سعد حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

''جب بھی ہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو ہمیشہ درست جواب ان سے پایا۔''

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۵۸)

ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا مدینہ منورہ میں فصل قضایا (مقدمات کے فیصلے کرنے والا قاضی) اور علم فرائض میں حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی اور نہ تھا۔''

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۵۸)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد:

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زیادہ علم سنت (علم حدیث) کا جاننے والا کوئی اور نہیں ہے۔'' (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۵۸)

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد:

مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

''اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کا علم اب حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم تک محدود رہ گیا ہے۔'' (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۵۸)

عبداللہ بن عیاش بن ربیع کا ارشاد:

عبداللہ بن عیاش بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

''حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) میں علم کی قوت، ارادے کی پختگی ومضبوطی اور استقلال موجود تھا۔ خاندان بھر میں آپ کی شجاعت و بہادری مشہور تھی۔ آپ پہلے اسلام لائے اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ احکام سنت وفقہ میں ماہر تھے۔ جنگی شجاعت اور مال و دولت کی بخشش میں سب سے (زیادہ) ممتاز تھے۔''

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۵۸)

حبر الامت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد:

طبرانی اور ابن حاتم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

''جس جگہ قرآن میں ''یاایھا الذین امنوا'' ہے وہاں سمجھنا چاہئے کہ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) ان (اہل ایمان) کے امیر وشریف ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں چند مقامات پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین پر عتاب فرمایا ہے مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر ہر جگہ خیر کے ساتھ (کیا) ہے۔'' (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۵۸)

ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا

''جو کچھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوا وہ کسی اور کی شان میں نازل نہیں ہوا۔ آپ کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔''

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۵۸، ۲۵۹)

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد:

ام المومنین سیدہ ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ

''جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں ہوتے تھے تو سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کسی کی مجال نہیں تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر سکے۔'' (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۵۹)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد:

طبرانی نے اپنی اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ایسی اٹھارہ صفات ہیں جو اور کسی صحابی میں نہیں۔'' (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۵۹)

مراد مصطفیٰ فاروق اعظم کا ارشاد:

ابو یعلیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تین فضیلتیں ایسی ہیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بھی مل جاتی تو میرے نزدیک وہ تمام دنیا سے محبوب تر ہوتی لوگوں نے دریافت کیا وہ فضائل کیا ہیں تو آپ نے فرمایا۔ اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنی صاحبزادی (حضرت سیدہ)

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح فرمایا۔ دوم آپ نے ان دونوں کو مسجد میں رکھا اور جو کچھ ان کو وہاں حلال ہے مجھے حلال نہیں تیرے جنگ خیبر میں علم ان کو عطا فرمایا۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۵۹)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں توصیف مرتضوی کرم اللہ وجہہ:

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضرار بن حمزہ سے کہا میرے سامنے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا مجھے معاف رکھئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا! میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ تو اس نے کہا!

خدا کی قسم وہ بہت دور تک جانے والے شدید القویٰ، فیصلہ کن بات کرنے والے، انصاف سے حکم کرنے والے تھے۔ ان کے پہلوؤں میں سے علم پھوٹتا تھا اور ان کی زبان سے حکمت پھوٹتی تھی وہ دنیا اور اس کی چکا چوند سے نفور اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے۔ بہت رونے والے اور بہت سوچنے والے تھے۔ ان کا لباس کس قدر مختصر اور کھانا کس قدر سخت ہوتا تھا۔ وہ ہماری طرح کے ایک آدمی تھے جب ہم ان سے سوال کرتے تو وہ جواب دیتے جب انہیں بلاتے تو وہ ہمارے پاس آتے اور خدا کی قسم ہم اس قدر قریب رہنے کے بھی ان کی ہیبت کی وجہ سے ان سے بات نہ کر سکتے تھے۔

وہ دین داروں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو قریب کرتے طاقتور اپنی باطل بات میں ان سے کوئی طمع نہ کرتا اور نہ کمزور ان کے عدل سے مایوس ہوتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض مقامات پر جب رات چھا جاتی اور سورج غروب ہو جاتے تو انہیں اپنی داڑھی کو پکڑے ڈسے ہوئے انسان کی طرح بے قرار اور غمگین کی طرح روتے دیکھا اور وہ فرماتے:

اے دنیا! میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے کیا تو میری طرف دیکھ رہی ہے؟ تو کس خیال میں ہے میں نے تجھے تین بائنہ طلاقیں دے دی ہیں جن میں کوئی رجوع نہیں ہوتا اور تیری اہمیت قلیل ہے۔

آہ! قلت زاد، درازیٔ سفر اور راستے کی وحشت''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ باتیں سن کر رو پڑے اور کہا ''اللہ تعالیٰ ابوالحسن (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) پر رحم فرمائے خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔

(برق سوزاں اردو ترجمہ الصواعق المحرقہ ص ۴۴۷-۴۴۶)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالد بن معمر رضی اللہ عنہ سے کہا ''تو نے ہمیں چھوڑ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کیوں پسند کیا ہے؟''

اس نے جواب دیا تین باتوں کی وجہ سے (۱) جب وہ غصے میں ہوتے ہیں تو ان کے حلم کی وجہ سے (۲) جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کے صدق کی وجہ سے (۳) جب وہ فیصلہ کرتے ہیں تو ان کے عدل کی وجہ سے۔

(برق سوزاں اردو ترجمہ الصواعق المحرقہ ص ۴۴۹-۴۴۸ مطبوعہ فیصل آباد)

حضرت عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ارشاد:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تو یہ نہ جانتا ہوتا کہ میں تیرے بھائی سے بہتر ہوں تو ہمارے پاس نہ آتا اور نہ اسے چھوڑتا تو حضرت عقیل نے انہیں جواب دیا۔

''میرے دین کے لئے میرا بھائی بہتر ہے اور تو میری دنیا کے لئے بہتر ہے۔ میں نے اپنی دنیا کو ترجیح دی ہے اور اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔'' (برق سوزاں ص ۴۴۸)

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ میں محتاج اور فقیر ہوں مجھے کچھ دیجئے۔

آپ نے فرمایا! صبر کرو جب تمہارا حصہ (دوسرے) مسلمانوں کے ساتھ نکلے گا تو میں تمہیں ان کے ساتھ دوں گا۔ عقیل نے اصرار کیا تو آپ نے ایک آدمی سے فرمایا:

''اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بازار والوں کی دکان پر لے جاؤ اور اسے کہو کہ ان

دکانوں کے تالے توڑ کر جو ان میں ہے لے جاؤ''۔

عقیل نے کہا! آپ مجھے چور بنانا چاہتے ہیں۔ فرمایا! کیا تم مجھے چور بنانا چاہتے ہو کہ میں مسلمانوں کے اموال لے کر تمہیں دے دوں۔

عقیل نے کہا! میں حضرت معاویہ کے پاس چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا! یہ تیرا اور ان کا معاملہ ہے۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر سوال کیا حضرت معاویہ نے انہیں ایک لاکھ روپیہ دے کر کہا منبر پر چڑھ کر بتاؤ کہ علی نے تمہیں کیا دیا اور میں نے تمہیں کیا دیا۔ عقیل نے منبر پر چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد کہا:

''میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کے دین پر چاہا تو انہوں نے اپنے دین کو پسند کیا اور میں نے معاویہ کو ان کے دین پر چاہا تو انہوں نے مجھے اپنے دین پر پسند کر لیا۔'' (برق سوزاں ص ۴۴۸)

مخالفین کا علم مرتضوی کو تسلیم کرنا اور آپ کے فضل و مجد کا اعتراف کرنا

سعید بن منصور کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ

''اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے توفیق بخشی کہ ہمارے مخالفین ہم سے مسئلہ دریافت کرتے ہیں۔ معاویہ نے ہم سے دریافت کروایا کہ خنثیٰ مشکل (وہ مخنث جس کے مرد کی طرح سے یا عورت کی طرح یہ پہچان مشکل ہو) کی میراث کا حکم کیا ہے؟

میں نے لکھ کر بھیجا کہ اس کی پیشاب گاہ کی ہیئت سے میراث کا حکم جاری ہوگا (یعنی اگر اس کی پیشاب کی جگہ مردوں سے مشابہ ہے تو مردوں میں اور اگر عورتوں سے مشابہت ہے تو عورتوں میں محسوب کیا جائے گا''

ہیثم نے مغیرہ سے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۶۴)

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل ومناقب میں متاخرین ائمہ حدیث اور تاریخ نے بے شمار کتابیں تصنیف کیں اور جس قدر آپ کی سیرت وسوانح پر لکھا گیا کسی دوسرے شخص کی سیرت وسوانح پر نہیں لکھا گیا۔ حتیٰ کہ اکثر ائمہ کو ایسا کرنے کی پاداش میں (رافضیت کے) فتوؤں کی زد میں آنا پڑا۔ بعض کو مار مار کر شہید کیا گیا اور بعض کو زہر دے کر یا کوڑے مروا کر شہید کروایا گیا اور یہ روش آج بھی جاری ہے۔ جو علماء حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل ومناقب خوب بیان کریں ان پر فوراً رافضیت کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

اور بقول امام شافعی علیہ الرحمت وہ علماء یہی کہا کرتے ہیں کہ

ان كان رفضاحب آل محمد

اگر آل محمد کی محبت رفض ہے

فليشهد الثقلان انی رافض

تو جنو، انسانو! گواہ ہو جاؤ میں رافضی ہوں (الصواعق المحرقہ)

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ بطور قاضی القضاۃ (چیف جسٹس)

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے صحابہ کرام! (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

"تم میں علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) ہیں۔"

(تنویر الازہار ص ۲۷۴)

علامہ مؤمن شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین۔ کے ہجوم میں تشریف فرما تھے کہ اچانک دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے۔ ایک نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے گدھے کو اس (شخص) کی گائے نے قتل کر دیا ہے۔

حاضرین سے ایک شخص نے فوراً کہا جانوروں میں کوئی ضمان نہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اے علی تم فیصلہ کرو۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے کہا! وہ دونوں کھلے ہوئے تھے یا بندھے ہوئے تھے یا ایک بندھا ہوا اور دوسرا کھلا تھا؟

انہوں نے کہا! گدھا بندھا ہوا تھا اور گائے کھلی تھی اور اس کا مالک اس کے ساتھ تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا! گائے والے پر گدھے کی ضمان ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلہ کی توثیق فرمائی اور یہی فیصلہ نافذ فرمایا۔

(تنویر الازہار اردو ترجمہ نور الابصار ص ۲۷۴ از علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری علیہ الرحمہ)

ایک شخص حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پیش کیا گیا جس سے لوگوں نے پوچھا تھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا

۱- میں فتنہ سے محبت کرتا ہوں

۲- حق کو مکروہ جانتا ہوں

۳- یہود و نصاریٰ کو سچا جانتا ہوں

۴- جس کو میں نے دیکھا نہیں اس پر ایمان لاتا ہوں

۵- جو ابھی پیدا نہیں ہوا اس کا اقرار کرتا ہوں

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو پیغام بھیجا جب وہ تشریف لائے تو حضرت عمر فاروق نے اس شخص کی مذکورہ گفتگو حضرت علی سے بیان کی۔ حضرت علی نے فرمایا یہ سچ کہتا ہے کہ وہ واقعی فتنہ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

۱۔ اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ

تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب فتنہ ہیں

۲۔ یہ حق کو مکروہ جانتا ہے اور وہ موت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ

اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ

۳۔ یہود و نصاریٰ کی یہ تصدیق کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

قَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ

یہود نے کہا نصاریٰ کا مذہب کوئی شئی نہیں اور نصاریٰ نے کہا یہود کا مذہب کوئی شئی نہیں

۴۔ اس نے کہا! میں نے جس کو نہیں دیکھا اس پر ایمان رکھتا ہوں یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور وہ اس پر ایمان رکھتا ہے۔

۵۔ یہ شخص اس کا اقرار کرتا ہے جو ابھی پیدا نہیں ہوا یعنی یہ شخص قیامت کا اقرار کرتا ہے جو ابھی پیدا نہیں کی گئی۔ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا! میں اس شخص کے اس مشکل کلام سے پناہ مانگتا ہوں۔ آئندہ ایسے شخص کو میرے پاس نہ لایا جائے۔ (تنویر الازھار اردو ترجمہ نور الابصار ص ۲۷۵-۲۷۶)

ایک شخص نے ایک خنثیٰ (ہیجڑہ) سے نکاح کیا جس کی شرم گاہ عورتوں اور مردوں (دونوں) طرح کی تھی اور اسے اپنی لونڈی مہر میں دی۔ اس نے خنثیٰ سے جماع کیا اور وہ

حاملہ ہو گیا اور اس نے بچہ کو جنم دیا پھر اس خنثیٰ نے اس لونڈی سے جماع کیا جو اسے مہر میں دی گئی تھی وہ لونڈی بھی حاملہ ہو گئی اور یہ واقعہ لوگوں میں مشہور ہو گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے خنثیٰ کا حال پوچھا تو کہا گیا اسے ماہواری آتی ہے وہ جماع کرتا ہے اور اس کے ساتھ بھی جماع کیا جاتا ہے اور اس کی دونوں طرف سے منی خارج ہوتی ہے۔ وہ خود حاملہ ہے اور اس نے حاملہ بھی کیا ہے۔ لوگوں کی عقلیں اس کے جواب میں حیران ہیں۔ اپ فرمایئے اس کا فیصلہ کیا ہونا چاہیے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے دو غلام بلائے اور ان کو فرمایا! تم اس خنثیٰ کے پاس جاؤ اور اس کی دونوں طرف سے پسلیاں شمار کرو اگر پسلیاں برابر ہیں تو وہ عورت ہے اور اگر بائیں طرف کی پسلیاں دائیں طرف کی پسلیوں میں سے ایک کم ہے تو وہ مرد ہے۔

غلام خنثیٰ کے پاس گئے اور حسب ارشاد اس کی دونوں طرف کی پسلیاں شمار کیں تو بائیں طرف کی پسلیاں دائیں طرف کی پسلیوں سے ایک کم تھی وہ واپس آئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بتایا تو حضرت علی نے یہ فیصلہ دیا کہ وہ مرد ہے اور اس کے شوہر اور اس کے درمیان تفریق کر دی جائے۔ اس کی دلیل یہ بتائی کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو وہ تنہا تھے ان پر احسان کیا اور مخفی حکمت کے مقتضیٰ کے مطابق ان کی جنس سے ان کی بیوی پیدا کی تا کہ دونوں ایک دوسرے سے انس پکڑیں جب حضرت آدم علیہ السلام آرام فرما ہوئے تو ان کی بائیں طرف کی چھوٹی پسلی سے جناب سیدہ حواء کو پیدا فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو حواء اپنے پاس بیٹھی دیکھی جو بہت خوبصورت تھیں۔ اس لئے مرد کی بائیں طرف سے ایک پسلی کم ہے اور عورت کی دونوں طرف کی پسلیاں پوری ہیں اور پوری پسلیاں چوبیس ہیں جو عورت میں پائی جاتی ہیں اور مرد کی تیئس پسلیاں ہیں۔ بارہ دائیں طرف اور گیارہ بائیں طرف ہیں اس اعتبار

سے عورت کی پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے۔

(تنویر الازھار اردو ترجمہ نور الابصار ص ۲۷۶-۲۷۷ از علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ذر بن حبیش کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ

دو شخص صبح کے وقت کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں اتنے میں ادھر سے ایک شخص گزرا اس نے سلام علیک کہا انہوں نے اس کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بٹھالیا اور تینوں نے وہ تمام آٹھ روٹیاں کھالیں۔ اس تیسرے شخص نے جاتے وقت آٹھ درہم ان دونوں کو دیئے اور کہا! میں نے تمہارے ساتھ کھانا کھایا ہے یہ اس کی قیمت ہے۔ تم دونوں آپس میں اس کو تقسیم کر لینا ان دونوں میں اس رقم کی تقسیم پر جھگڑا ہو گیا۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میں پانچ درہم لوں گا اور تین درہم تمہارے ہیں کہ تمہاری صرف تین روٹیاں تھیں لیکن تین روٹیوں والے نے کہا یہ روٹیوں کی تعداد کا معاملہ نہیں ہے۔ رقم نصف نصف تقسیم کرنا ہو گی وہ دونوں اپنا یہ قضیہ لے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ نے مقدمہ سن کر تین روٹی والے سے فرمایا کہ تمہارا ساتھی جو کچھ کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہے اس کو قبول کر لو کیونکہ اس کی روٹیاں زیادہ تھیں اور تم اپنے حصے کے تین درہم لے لو۔

یہ سن کر تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں اس غیر منصفانہ فیصلہ پر راضی نہیں ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ فیصلہ غیر منصفانہ نہیں ہے ورنہ تم کو ایک درہم اور تمہارے دوسرے ساتھی کو سات درہم ملیں گے۔

یہ سن کر اس شخص نے کہا! سبحان اللہ، یہ کیا فیصلہ ہوا آپ مجھے سمجھا دیجئے؟ پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ

''آٹھ روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے تم تین آدمیوں نے کھائے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کس نے کم کھائے اور کس نے زیادہ اس لئے اپنی روٹیوں کے برابر حصے کر لو پس تمہاری تین روٹیوں کے نو ٹکڑے ہوئے جن میں سے تم نے آٹھ ٹکڑے کھائے اور تمہارا صرف ایک ٹکڑا باقی بچا اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے ہوئے جس میں سے اس نے بھی منجملہ ان چوبیس ٹکڑوں سے صرف آٹھ ٹکڑے کھائے اور اس کے سات ٹکڑے باقی بچے اس طرح مہمان نے تمہاری روٹیوں سے صرف ایک ٹکڑا اور تمہارے ساتھی کی روٹیوں سے سات ٹکڑے کھائے۔ اس لئے تم کو ایک ٹکڑے کے عوض ایک درہم اور تمہارے ساتھی کو سات ٹکڑوں کے عوض سات درہم ملنے چاہئیں۔''

تفصیل سننے کے بعد اس جھگڑنے والے شخص نے آپ کے فیصلے کو قبول کر لیا۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۶۸-۲۶۷ مطبوعہ کراچی)

عبدالرزاق نے مصنف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حاضر ہوا اور کہا! یہ شخص کہتا ہے کہ خواب میں تیری ماں کے ساتھ میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ جاؤ اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کرو (جس نے خواب میں زنا کیا ہے) اور اس کے سائے کو کوڑے مارو (مطلب یہ کہ یہ شخص مستوجب سزا نہیں ہے)

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ۲۶۸ مطبوعہ کراچی)

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ ''اقضانا علی'' ہم میں مقدمات کے فیصلے کے لئے سب سے زیادہ موزوں حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) ہیں۔

(طبقات ابن سعد جلد ثانی قسم دوم ص ۱۰۲)

ایک مرتبہ چند لوگوں نے شیر پھنسانے کے لئے ایک کنواں کھودا شیر اس میں گر

گیا۔ چند اشخاص ہنسی مذاق میں ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے۔ اتفاق سے ایک کا پیر پھسلا تو وہ اس کنویں میں گر گیا۔ اس نے اپنی جان بچانے کے لئے بدحواسی میں دوسرے شخص کی کمر پکڑی۔ وہ بھی سنبھل نہ سکا اور گرتے گرتے اس نے تیسرے کی کمر تھام لی۔ تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لیا۔ اس طرح یہ چاروں اس کنویں میں گر گئے اور شیر نے چاروں کو مار ڈالا۔

ان مقتولین کے ورثاء باہم آمادۂ جنگ ہوئے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کو اس باہمی جنگ و جدل سے روکا اور فرمایا کہ ایک رسول کی موجودگی میں یہ فتنہ وفساد مناسب نہیں۔ میں فیصلہ کرتا ہوں اگر تمہیں وہ فیصلہ پسند نہ ہو تو تم دربار رسالت میں جا کر اپنا یہ مقدمہ پیش کر سکتے ہو۔ لوگوں نے رضامندی ظاہر کی آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ

"جن لوگوں نے یہ کنواں کھودا ان کے قبیلوں سے ان مقتولین کے خون بہا کی رقم اس طرح وصول کی جائے کہ ایک پوری، ایک ایک تہائی، ایک ایک چوتھائی اور ایک آدھی"

پہلے مقتول کے ورثاء کو ایک چوتھائی خون بہا دوسرے کو ایک تہائی تیسرے کو نصف اور چوتھے کو پورا خون بہا دلایا۔

لوگ اس بظاہر عجیب و غریب فیصلہ سے راضی نہ ہوئے اور حجۃ الوداع کے موقع پر حاضر ہو کر اس فیصلہ کی اپیل عدالت نبوی میں پیش کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی فیصلہ کو برقرار رکھا۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۷۷، بحوالہ خلفاء راشدین ص ۳۱۳-۳۱۲ مطبوعہ اردو بازار لاہور)

ایک یہودی نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر) کہا

"کیوں جناب! جب ایک جنت کا عرض قرآن میں تمام آسمانوں اور زمینوں کے برابر بیان کیا گیا ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "عرضها السموت والارض" جنت

کا عرض تمام آسمان اور زمین ہے) تو روز قیامت تمام بہشت کہاں ہوں گے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھو: یہودی نے یہ سوال حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا:

حضرت علی نے (اس یہودی سے) فرمایا: بتاؤ جب رات آتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے؟ اور جب دن ہوتا ہے تو رات کہاں جاتی ہے؟

یہودی بولا! علم خدا میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: بس اسی طرح بروز محشر تمام بہشت بھی علم خدا میں ہوں گے۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی گئی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

پس تم اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے تو

(حضرت علی کے فیصلے ص ۴۰ مطبوعہ لاہور)

ایک روایت میں ہے کہ دو آدمی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس فیصلہ لے کر آئے۔ وہ دونوں آدمی ایک کنیز کے برابر مالک تھے (دونوں نے مل کر کنیز کو خریدا تھا) ان دونوں نے حرمت کے باوجود لاعلمی کی بنا پر کنیز سے ہم بستری کی اور یہ کنیز ان آدمیوں سے حاملہ ہوگئی۔ وضع حمل کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ ان دونوں آدمیوں میں سے ہر ایک بچے کو اپنی طرف منسوب کرتا تھا۔ آخر کار یہ قضیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے پیش کیا گیا۔

آپ نے اس لڑکے کا قرعہ نکالا تو ان میں سے ایک کے نام قرعہ نکلا جس کے نام قرعہ نکلا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لڑکا اس سے منسوب فرما دیا اور حکم فرمایا کہ لڑکے کی

آدھی قیمت اپنے دوسرے حصہ دار کو دے قیمت ادا کرنے کا طریقہ اس طرح ہے کہ اگر وہ لڑکا غلام ہوتا تو کچھ قیمت رکھتا کیونکہ اب آزاد ہے لہٰذا اسی طرح اس کی قیمت لگائی جائے اور نصف قیمت صاحب پسر اپنے شریک کو ادا کرے۔

آپ نے فرمایا! اگر میں جانتا کہ تم نے اتمام حجت کے بعد اس پر عمل کیا ہے یعنی حرمت کا علم ہونے کے باوجود ایسا کیا ہے تو میں تمہاری سزا میں سختی کرتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ فیصلہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تو آپ نے اس کی توثیق وتصدیق فرماتے ہوئے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا:

''تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ جس نے میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو منتخب کیا ہے کہ وہ فیصلہ کرتے وقت سنت داؤد (علیہ السلام) پر فیصلے کرے۔''

سنت داؤد کے فیصلے کرنے سے مراد الہام کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے۔

(عجائب الاحکام بحوالہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فیصلے ص ۲۶-۲۷ مطبوعہ اردو بازار لاہور)

نبی کریم علیہ السلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ''قاضی القضاۃ'' چیف جسٹس فرمایا بھی اور عملاً اس کی تصدیق بھی فرمائی۔

شجاعت حیدری اور آپ کرم اللہ وجہہ کی غزوات میں شرکت

شاہِ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

حیدر کرار شیر خدا حضرت مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں اپنی شجاعت کا لوہا منوایا۔ غزوۂ تبوک میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مدینہ منورہ میں رہے۔ جیسا کہ ہم نے گزشتہ اوراق میں بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خود مدینہ منورہ میں اپنے بعد اپنے اہل وعیال اور اہل مدینہ کی نگرانی وحفاظت کے لئے اپنا خلیفہ مقرر فرماتے ہوئے فرمایا تھا

کہ ''کیا آپ اس پر راضی نہیں ہیں کہ آپ مجھ سے ایسے ہی ہوں جیسے ہارون موسیٰ علیہ السلام سے ہیں مگر یہ کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں ہے۔''

تمام کتب مغازی وسیر میں حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کی شجاعت کے سنہری کارناموں کا ذکر نصف النہار کے سورج کی طرح چمک دمک رہا ہے مگر ہم یہاں پر اختصاراً چند غزوات کا ذکر مدارج النبوت، البدایہ والنہایہ وغیرہ کے حوالے سے کریں گے کیونکہ یہ دونوں شخصیات (شیخ محقق اور علامہ ابن کثیر) تمام سنی مکاتب فکر کی مسلمہ شخصیات ہیں اور وہابی ودیگر مسالک کے لوگ بھی ان کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ مومن شبلنجی کی شخصیت پر اہل تشیع بھی اعتماد رکھتے ہیں جبکہ وہ خود اکابرین اہل سنت سے ہیں۔ ان کی کتاب نور الابصار سے بھی استفادہ کیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز

جنگ بدر اور حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

مدارج النبوت، البدایہ والنہایہ کا خلاصہ (جنگ بدر) اور علامہ شبلنجی نور الابصار میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں بہت بہادری سے لڑے اس وقت ان کی عمر مبارک ستائیس برس تھی۔ بعض نے کہا کہ غزوات کی روایت کرنے والے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ بدر کی جنگ میں ستر مشرک قتل ہوئے اور ان میں سے اکیس مشرک حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قتل کئے۔ اس میں سب کا اتفاق ہے دیگر چار کے قتل میں اور (لوگ) بھی آپ کے ساتھ شریک تھے اور آٹھ کے قتل میں اختلاف ہے (کہ کوئی دوسرا ان کے قتل میں آپ کے ساتھ شریک تھا یا نہیں)''

(تنویر الازھار ترجمہ نور الابصار ص ۳۰۵)

صاحب البدایہ والنہایہ علامہ ابن کثیر دمشقی رقم طراز ہیں کہ

''غزوۂ بدر کا ذکر کرتے ہوئے اموی کہتے ہیں کہ قریش کی طرف سے اس میں شجاعت کے اظہار کا شوق سب سے پہلے عتبہ بن ربیعہ ہی کو خرایا چنانچہ وہ میدان بدر میں مشرکین مکہ کی صفوں سے نکل کر اس طرح آگے آیا کہ اس کے ایک طرف اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ تھا اور دوسری طرف اس کا بیٹا ولید تھا۔ اس نے آگے آ کر قدیم جنگوں کے قاعدے کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے مبارز طلب کیا تو ادھر سے ان کے مقابلہ کے لئے تین افراد نکلے وہ عوف، معاذ اور عبداللہ بن رواحہ تھے۔ عوف اور معاذ کی ماں کا نام عفراء تھا۔ جب یہ تینوں اسلامی صفوں سے نکل کر عتبہ بن ربیعہ کے سامنے آئے تو اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے اپنے نام بتا کر کہا کہ ان کا تعلق انصار مدینہ سے ہے۔ ان کی زبان سے یہ سن کر عتبہ نے کہا کہ ہمیں تم سے غرض نہیں ہے پھر بلند آواز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں مخاطب کیا۔

''یا محمدا اخرج الینا اکفاء نا من قومنا''

اے محمد ہمارے مقابلہ میں ہماری قوم اور ہماری کف کے لوگوں کو بھیجو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قم یا عبیدۃ بن الحارث وقم یا حمزۃ وقم یا علی''[1]

''اے عبیدہ بن الحارث تم اٹھو اے حمزہ تم اٹھو اور اے علی تم اٹھو (اور مقابلہ کے لئے میدان میں اترو)

علامہ ابن کثیر نے چند سطور آگے اموی سے ہی بیان کیا ہے کہ

---

[1] قال الاموی فحمی عند ذلک عتبۃ بن ربیعۃ واراد ان یظہر شجاعتہ فبرز بین اخیہ شیبۃ وابنہ الولید فلما توسطوا بین الصفین دعوا الی البراز فخرج الیہم فتیۃ من الانصار ثلثۃ وھم عوف ومعاذ ابناء الحارث وامہما عفراء والثالث عبداللہ بن رواحۃ فقالوا من انتم قالوا رھط من الانصار: فقالوا ما لنا بکم من حاجۃ ونادی منادیھم یا محمد اخرج الینا اکفاء نا من قومنا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قم یا عبیدۃ بن الحارث، وقم یا حمزۃ، وقم یا علی

(البدایہ والنہایہ جز ثالث ص ۲۸۹ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

''جب یہ تین حضرات اپنی صفوں سے نکل کر آگے آئے تو عتبہ بن ربیعہ نے ان سے بھی پوچھا کہ تم کون ہو؟ کیونکہ قریش کے ان تینوں مبارزت کے طالب لوگوں میں سے کوئی بھی انہیں تبدیلی لباس اور مسلح ہونے کی وجہ سے پہچان نہ سکا تھا لیکن جب انہوں نے یکے بعد دیگرے اپنے نام عبیدہ، حمزہ اور علی بتائے تو عتبہ بولا! ہاں تم تینوں یقیناً ہمارے قابل احترام کف کے لوگ ہو۔''

پہلے عبیدہ عتبہ کے سامنے آئے جو ان کی قوم کا ایک فرد تھا پھر حمزہ اور علی یکے بعد دیگرے شیبہ اور ولید کے مقابل آئے۔

حضرت حمزہ نے شیبہ اور حضرت علی نے ولید کو قتل کرنے میں تاخیر نہیں کی جبکہ عبیدہ اور عتبہ دو دو ضربات کے تبادلے کے بعد اپنے اپنے ساتھیوں کو بچانے کی فکر میں لگ گئے لیکن حمزہ و علی اپنی اپنی تلواریں لے کر عتبہ کے ساتھیوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد اس کی طرف مڑے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے ساتھی عبیدہ کی طرف پھینک دیا۔[1]

(تاریخ ابن کثیر جلد سوم ص ۳۵۴-۳۵۳)

صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں ابی مجاز کا بیان قیس بن عباد اور ابی ذر کے حوالے سے پیش کر کے بتایا گیا ہے کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ یہ آیت قرآنی ''هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ'' حمزہ اور عتبہ کے بارے یہ بتانے کے لئے اتری تھی کہ روز بدر ان دونوں کی دشمنی اور باہمی جنگ صرف اپنے اپنے

---

[1] قال ابن اسحاق فلما دنوا منہم قالوا من انتم؟ وفی ھذا دلیل انہم کانوا ملبسین لا یعرفون من السلاح فقال عبیدۃ، عبیدۃ وقال حمزۃ، حمزۃ وقال علی، علی قالوا نعم اکفاء کرام فبارز عبیدۃ وکان اسن القوم عتبۃ وبارز حمزۃ شیبۃ وبارز علی الولید بن عتبۃ فاما حمزۃ فلم یمہل شیبۃ ان قتلہ واما علی فلم یمہل الولید ان قتلہ واختلف عبیدۃ وعتبۃ بینہما بضربتین کلاھما اثبت صاحبہ وکر حمزۃ وعلی باسیافہما علی عتبۃ فذففا علیہ واحتملا صاحبہما فحازاہ الی صاحبہما رضی اللہ عنہ (البدایہ والنہایہ جز ثالث ص ۲۸۹ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

معبود کے بارے میں تھی۔ بخاری نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی شان نزول یہی بیان کی
ہے۔ (تاریخ ابن کثیر جلد سوم ص ۳۵۴)

بخاری بیان کرتے ہیں کہ ان سے حجاج بن منہال نے اور ان کے علاوہ معتمر بن
سلیمان نے اپنے والد کی زبانی ابومجاز کی یہ روایت قیس بن عباد کے حوالے سے بیان کی
کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک روز فرمایا'' میں قیامت میں سب سے پہلا شخص
ہوں گا جو اپنے پروردگار کے سامنے دشمنوں سے اپنی دشمنی کا سبب بیان کرنے کے لئے
حاضر ہوگا۔''

قیس کہتے ہیں کہ آیت شریفہ ''ھٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ'' انہی
اسباب کے سلسلے کی ایک کڑی بن کر نازل ہوئی تھی جو بدر کے روز علی وحمزہ رضی اللہ عنہما
اور عتبہ وشیبہ اور ولید بن عتبہ کے درمیان دشمنی کی شکل میں ظاہر ہوئے تھے یعنی ایک
طرف علی، حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہم اپنے پروردگار کے لئے اور دوسری طرف عتبہ، شیبہ
اور ولید بن عتبہ اپنے معبودوں کے لئے دشمنوں کی طرح جنگ کر رہے تھے۔

(تاریخ ابن کثیر جلد سوم ص ۳۵۴)

اموی کہتے ہیں کہ ان سے معاویہ بن عمرو نے ابواسحاق، ابن مبارک، اسماعیل بن
ابی خالد اور عبداللہ البہیقی رحمہم اللہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جنگ بدر میں عتبہ، شیبہ،
ولید کا بالترتیب حمزہ، عبیدہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مقابلہ ہوا۔ پہلے عتبہ نے ان
مجاہدین کے نام پوچھے تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

انا اسد اللہ و اسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا حمزۃ بن
عبدالمطلب

میں خدا اور خدا کے رسول کا شیر ہوں میں حمزہ ابن عبدالمطلب ہوں۔

اس پر عتبہ بولا: تم واقعی ہمارے محترم کفو سے تعلق رکھتے ہو۔ حضرت علی شیر خدا کرم
اللہ وجہہ نے فرمایا

انا عبداللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں۔ آخر میں عبیدہ نے
بتایا کہ میں ان دونوں کا حلیف ہوں۔ اس کے بعد فریقین میں جنگ ہونے لگی اور
مشرکین مکہ کے تینوں جنگجو قتل ہو گئے۔

(البدایہ والنہایہ عربی جز ثالث ص ۲۹۰-۲۹۱ تاریخ ابن کثیر اردو جلد سوم ص ۳۵۴-۳۵۵)

علامہ مومن شبلنجی فرماتے ہیں کہ

''سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام رافع رضی اللہ عنہ نے روایت
کی ہے کہ انہوں نے کہا: بدر کے روز جب صبح ہوئی تو قریش مکہ نے جنگی صفیں باندھیں تو
عتبہ بن ربیعہ، اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اور بیٹا ولید سب سے پہلی صف میں کھڑے
ہوئے۔

عتبہ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہوئے کہا'' ہمارے مقابلہ میں
ہمارے قبیلہ کے مسلمان لائیں'' یہ سن کر قبیلہ انصار کے تین نوجوان اٹھ کھڑے ہوئے
اور مقابلہ میں آ گئے۔ عتبہ نے ان سے کہا تم کون ہو؟ انہوں نے اپنا اپنا خاندان اور نسب
بیان کیا: عتبہ نے کہا! ہمیں تمہارے ساتھ مقابلہ کی کوئی ضرورت نہیں ہم نے تو اپنے
چچاؤں کے بیٹوں سے مقابلہ کرنا ہے۔

یہ سن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری نوجوانوں سے فرمایا: تم اپنے اپنے
مقامات پر واپس آ جاؤ پھر فرمایا: اے علی، حمزہ اور عبیدہ اٹھو اور مشرکوں کے ساتھ حق پر
مقابلہ کرو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو مبعوث فرمایا ہے۔

یہ تینوں حضرات اٹھے اور ان کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے جبکہ ان کے
سروں پر لوہے کے خود تھے اس لئے مشرک ان کو نہ پہچان سکے۔

عتبہ نے کہا تم کون ہو؟ بات تو کرو: اگر تم ہمارے قبیلہ سے ہو تو ہم تمہارا مقابلہ
کریں گے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا

میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعلیٰ کا شیر ہوں۔

عتبہ نے کہا! یہ ساتھی مقابلہ کے لائق ہے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں علی ابن ابی طالب ہوں۔

عبیدہ نے کہا میں عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب ہوں۔

عتبہ نے اپنے بیٹے ولید سے کہا: اے ولید آگے بڑھ اور علی کا مقابلہ کر۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ تینوں سے عمر میں چھوٹے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے پر تلواروں کے وار کرنے شروع کر دیئے۔ ولید کا ایک وار خطا گیا اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی تلوار ولید کے بائیں ہاتھ پر پڑی اور اسے ولید کے جسم سے جدا کر دیا پھر تلوار سے دوسرا وار کیا اور ولید قتل ہو کر گر پڑا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ جب وہ بدر اور ولید کے قتل کا واقعہ ذکر کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے۔

''مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب میں نے ولید کا بایاں ہاتھ کاٹا تھا اس میں انگوٹھی کی سفیدی مجھے اب نظر آرہی ہے اور اس پر خوشبو کے اثرات ہیں۔ اس سے میں نے سمجھا کہ اس نے نئی شادی کی ہوگی۔''

عتبہ نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیا اور عبیدہ شیبہ بن ربیعہ کے مقابلے میں نکلے۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ معمر تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے پر تلواروں کے وار کئے شیبہ کی تلوار کا کنارہ حضرت عبیدہ کی پنڈلی کے گوشت میں لگا اور اسے کاٹ ڈالا حضرت علی اور حمزہ رضی اللہ عنہما ان کو پکڑ کر لے آئے اور شیبہ کو قتل کر دیا۔ بعد میں عبیدہ صفراء کے مقام پر وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

(تنویر الازہار ترجمہ نور الابصار مترجم علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷)

علامہ ندوی لکھتے ہیں کہ

اس غزوہ (بدر) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تین سو تیرہ جاں نثاروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے آگے آگے دو سیاہ رنگ کے علم تھے۔ ان میں سے ایک حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا جب رزمگاہ بدر کے قریب پہنچے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو چند منتخب جاں بازوں کے ساتھ غنیم کی نقل و حرکت کا پتا چلانے کے لئے بھیجا انہوں نے نہایت خوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور مجاہدین نے مشرکین سے پہلے پہنچ کر اہم مقامات پر قبضہ کر لیا۔ سترہویں رمضان کو جمعہ کے دن جنگ کی ابتدا ہوئی۔

قاعدہ کے مطابق پہلے تنہا تنہا مقابلہ ہوا۔ سب سے پہلے قریش کی صف سے تین آدمی نامی بہادر نکل کر مسلمانوں سے مبارز طلب ہوئے تین انصاریوں نے ان کی دعوت کو لبیک کہا اور آگے بڑھے قریش کے بہادروں نے ان کا نام و نسب پوچھا جب یہ معلوم ہوا کہ وہ یثرب کے نوجوان ہیں تو ان کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار کر کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے مقابلہ میں ہمارے ہمسر کے آدمی بھیجو۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کے تین عزیزوں کے نام لئے حمزہ، علی اور عبیدہ تینوں اپنے اپنے حریفوں کے لئے میدان میں آئے۔ حضرت علی نے اپنے حریف ولید کو ایک ہی وار میں تہہ تیغ کر دیا۔ اس کے بعد جھپٹ کر عبیدہ کی مدد کی اور ان کے حریف شیبہ کو بھی قتل کیا۔ مشرکین نے طیش میں آکر عام حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر مجاہدین بھی نعرۂ تکبیر کے ساتھ کفار کے نرغہ میں گھس گئے اور عام جنگ شروع ہوئی۔ شیر خدا نے صفوں کی صفیں الٹ دیں اور ذوالفقار حیدری نے بجلی کی طرح چمک چمک کر اعداء اسلام کے خرمن ہستی کو جلا دیا۔ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان مظفر و منصور بے شمار مال غنیمت اور تقریباً ستر قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے۔

(سیرت ابن ہشام غزوۂ بدر بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۲۵۱-۲۵۰)

مدارج النبوت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی حضرت مولائے کائنات کے بارے یہی روایات نقل فرمائی ہیں۔

(ملاحظہ ہو مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۳۹ اردو مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

ابن جریر کہتے ہیں کہ ان سے مثنیٰ، اسحاق، یعقوب بن محمد زہری، عبدالعزیز بن عمران، ربعی، ابی حویرث، محمد بن جبیر اور علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

نزل جبريل في الف من الملائكة على ميمنة النبي صلى الله عليه وسلم وفيها ابوبكر ونزل ميكائيل في الف من الملائكة على ميسرة النبي صلى الله عليه وسلم وانا في الميسرة

(البدایہ والنہایہ جز ثالث ص ۲۹۲ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

حضرت جبرائیل علیہ السلام میمنہ لشکر میں ایک ہزار فرشتہ کے ساتھ اترے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت میکائیل علیہ السلام میسرہ لشکر میں اترے ایک ہزار فرشتہ کے ساتھ جس میں میں (خود) تھا۔[1]

---

[1] یہ دونوں ہستیاں اشجع الناس ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے بارے یہی ارشاد فرماتے ہیں کہ دوسرا سب سے زیادہ شجاع اور بہادر ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں یوم بدر کو جس ہستی نے عریشہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرا دیا وہ اشجع الناس ہے کیونکہ اس وقت کوئی بھی وہاں کھڑا نہ ہوا ماسوا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حیدر کرار کرم اللہ وجہہ اشجع الناس ہیں کیونکہ وہ ہر معرکہ کفر و اسلام میں بے مثال شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا بڑا ہی دشوار ہے کہ ان دونوں میں سے بڑا شجاع کون ہے؟

اہل سنت و جماعت تقابلی جائزہ کے قائل ہی نہیں وہ کہتے ہیں کہ مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کا فرمان بھی برحق ہے اور حضرت صدیق اکبر کا ارشاد بھی بے شک اپنے اپنے مقام پر دونوں ہستیاں بے مثال ہیں۔ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا کوئی فیصلہ بھی نہ تو فطرت کے خلاف ہے نہ ہی غیر منصفانہ۔ فطرت اور اس ہمارے معاشرے کا دستور ہے اور ہونا بھی چاہئے کہ بزرگ ہستیاں، سن رسیدہ لوگ مصلی امامت پر جلوہ افروز (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

جنگِ اُحد اور حضرت حیدرِ کرار کرم اللہ وجہہ

مشرکین مکہ کو بدر میں اپنی پسپائی اور اپنے بڑے بڑے جنگجو سرداروں کے مارے جانے کی بہت زیادہ شرمندگی تھی اور وہ شب و روز اس خجالت کا بدلہ لینے کے لئے کوشاں تھے۔ ابوسفیان اس جدوجہد کا سب سے بڑا داعی تھا۔ اس کے حکم سے مشرکین اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر اموال و اسباب جمع کرنے لگے۔ انہوں نے اپنی مدد کے لئے کنانہ کے لوگوں کو لشکر کشی کے لئے طلب کیا تا کہ وہ لشکر ان کے ساتھ مل کر اصحاب رسول کو قتل کرے اور پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ مدینہ منورہ میں جنگ کریں۔

ابوسفیان لوگوں کو جمع کر کے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کا ارادہ لے کر مدینہ منورہ کی طرف بڑھا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کی فوج لے کر اس کے مقابلہ کے لئے تشریف لے گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابتداءً ایک ہزار جاں نثار معرکہ احد کے لئے نکلے جبکہ رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی اپنے تین سو ساتھیوں (منافقین) کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ آ گیا اور باقی سات سو مجاہدین احد کی طرف تشریف لے گئے اور احد میں شدید گھمسان کا رن پڑا۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت مع حضرت سیدنا امیر حمزہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) ہوں اور نوجوان میدان جنگ کی زینت بنیں۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کی بزرگی سن رسیدگی کو ملاحظہ فرمایا تو انہیں مصلی امامت عطا فرمایا اور مولا علی کی جوانی و شباب کو مدنظر رکھ کر انہیں تاج شجاعت بخشا یہ فیصلہ ہر لحاظ سے لاجواب بھی ہے اور بے مثال بھی اہل سنت و جماعت کا مسلک وہی ہے جو آقا علیہ السلام کی رضا و خوشنودی کے حصول کا باعث ہے۔ صدیق کے ہوتے ہوئے مصلی کا کوئی حقدار نہیں اور علی کے ہوتے ہوئے مصطفیٰ کا کوئی علمبردار نہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہما)

ع۔ قدرت نے دیا ہر اک کو جو جس قابل نظر آیا

حیدر کرار کی اس روایت نے واضح کر دیا کہ جس طرح میمنہ میسرہ سے، دایاں بائیں سے، جبرائیل میکائیل سے افضل ہیں۔ اسی طرح صدیق بھی علی سے افضل ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے جسے چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔

رضی اللہ عنہ کے شہید ہوگئی۔ مشرکین میں سے صرف بائیس افراد قتل ہوئے اور اس طرح مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

علامہ شبلنجی فرماتے ہیں کہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سات مشرکین کو قتل کیا جن میں سے پانچ افراد طلحہ بن ابوطلحہ، عبداللہ بن جمیل، ابوالحکم بن اخنس، مسابع بن عبدالعزی اور ابوامیہ بن مغیرہ کے بارے اتفاق ہے کہ ان کو تنہا حضرت حیدر کرار نے ہی قتل کیا اور باقی دو میں اختلاف ہے کہ انہیں آپ نے اکیلے قتل کیا تھا یا آپ کے ساتھ ان کے قتل میں کوئی اور بھی شریک تھا۔

(خلاصہ از تنویر الازھار اردو ترجمہ نور الابصار ص ۳۰۸-۳۰۷ از شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی)

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف مدارج النبوت[۱] کا خلاصہ حسب ذیل ہے جسے افتخار ملت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے خوبصورت انداز میں نقل فرمایا وہ فرماتے ہیں کہ

''مدارج النبوت اُردو ص ۲۱۰''

جنگ احد میں طلحہ بن ابی طلحہ جو کہ لشکر کفار کا علمبردار تھا اس کے مقابلے میں حضرت علی علیہ السلام آئے...... شیر خدا نے اس کے سر پر ذوالفقار ماری جو اس کافر کا دماغ چاٹتی اور دل چیرتی ہوئی اسے دولخت کر گئی...... ص ۲۱۱...... جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس شجاعت اور جواں مردی کے باعث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... انه منی و أنا

[۱] مدارج النبوت میں عبارت یوں ہے کہ ''اس کے بعد طلحہ بن ابی طلحہ جو کفار قریش کا علمبردار تھا نکلا۔ اس نے آواز دی اور اپنا مقابل مانگا۔ اس کے مقابلہ کے لئے شیر بیشہ ہیجا ہزبر میدان وفا سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ میدان میں تشریف لائے مقابلہ کیا اور تلوار اس کے سر پر ماری جو بھیجا چیرتی نکل گئی۔ پھر وہ لوٹ آئے اور اپنی صف میں شامل ہوگئے صحابہ نے کہا! آپ نے طلحہ کا کام تمام کیوں نہ کر دیا جواب دیا کہ جب وہ گرا تو اس کی شرمگاہ کھل گئی تھی۔ اس نے مجھے قسم دی کہ میں اسے چھوڑ دوں اس حالت میں اس کے دوبارہ درپے آنے میں مجھے حیا آئی اور میں نے یہ جان لیا کہ وہ بہت جلد ہلاک ہو جائے گا۔ (مدارج النبوت اردو جلد دوم ص ۲۰۲ مطبوعہ کراچی)

منه...... کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں[۱]۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی...... انا منکما...... میں تم دونوں میں سے ہوں...... حق و باطل کی تلواریں ٹکرا رہی تھیں اور میدان جنگ سے شعلے اٹھ رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی......

لا فتى الا على لا سيف الا ذو الفقار

علی کے علاوہ اور کوئی جوان نہیں...... اور سوائے ذوالفقار کے اور کوئی تلوار نہیں ہے...... اس لئے کہ جس تلوار سے شیر خدا کفر و باطل کی دیواروں کو پاش پاش کیا کرتے تھے کسی غیبی آواز نے اس تلوار کا نام ''ذوالفقار حیدری'' رکھ دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا...... اے علی! جانتے ہو یہ کس کی آواز تھی؟ عرض کی نہیں...... فرمایا آسمان کے فرشتے رضوان کی آواز تھی۔[۱]

ص ۲۱۲...... شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ احد کی جنگ میں مجھ پر تلواروں کے سولہ وار ہوئے...... بارہ میں نے روکے اور چار پر میں گرتا رہا لیکن کوئی حسین و جمیل آدمی میرا بازو پکڑ کے مجھے اٹھا دیتا تھا...... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا......

[۱] مدارج النبوت میں یوں مرقوم ہے کہ ''ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب علی مرتضیٰ نے کمال بہادری دکھائی اور حضور کی نصرت کی تو جبرائیل علیہ السلام نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ علی مرتضیٰ نے آپ کے ساتھ کمال بہادری و جوانمردی دکھائی ہے۔ حضور نے فرمایا ''انه منی وانا منه'' بلاشبہ یہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں یہ کمال اتحاد، اخلاص اور یگانگی کا اظہار ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا تو جبرئیل نے عرض کیا ''وأنا منکما'' اور میں تم دونوں کا ہوں۔

بیان کرتے ہیں کہ غیب سے ایک آواز لوگوں نے سنی جو کہہ رہا تھا ''لا فتى الا على لا سيف الا ذو الفقار'' کوئی جوانمرد نہیں بجز علی کے اور کوئی تلوار بجز ذوالفقار کے ''معارج النبوت اور کشف الغمہ میں اس واقعہ کی مانند اس سے زیادہ مفصل تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! تم نے اپنی تعریف سنی جو وہ فرشتہ جس کا نام آسمان میں رضوان ہے کر رہا ہے کہہ رہا ہے۔ لا فتى الا على لا سيف الا ذو الفقار (مدارج النبوت جلد دوم اردو ص ۲۱۲-۲۱۱ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

اے علی! جانتے ہو وہ کون تھا؟ عرض کی اس کی شکل و صورت دحیہ کلبی سے ملتی جلتی تھی......

فرمایا...... جبرائیل علیہ السلام تھے۔ [1]

(نسبت باعث جنت ص ۱۶۶-۱۶۷ از افتخار ملت علیہ الرحمت)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

''حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب کفار نے مسلمانوں پر غلبہ کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری نظروں سے اوجھل ہو گئے تو میں نے آپ کو مقتولوں اور شہیدوں میں جا کر تلاش کیا مگر نظر نہ آئے تو میں نے اپنے آپ سے کہا ممکن ہے حق تعالیٰ نے ہمارے فعل کی بنا پر ہم پر غضب فرمایا ہو اور اپنے نبی کو آسمان پر اٹھا لیا ہو۔

میں نے خود سے کہا اس سے بہتر یہی ہے کہ میں خوب جنگ کروں یہاں تک کہ میں شہید ہو جاؤں میں نے تلوار سونت کر مشرکوں پر حملہ کر دیا اور ان کے پرے کے پرے الٹ دیئے۔ اچانک میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ صحیح وسلامت ہیں۔ میں نے جان لیا کہ حق تبارک وتعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ آپ کی محافظت فرمائی ہے۔

منقول ہے کہ جب مسلمانوں کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ شیخ محقق علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ ''الغرض حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے مقابلہ و محاربہ اور مجاہدہ و شجاعت کا ایسا حق ادا کر دیا کہ اس سے زیادہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔ قیس سے مروی ہے کہ وہ اپنے باپ سعد سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت علی مرتضیٰ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا احد کے دن مجھ پر سولہ تلوار کی واریں پڑیں جن میں سے چار واروں پر تو میں زمین پر آ گیا اور ہر مرتبہ مجھے ایک مرد خوبرو خوش بازو آتا تھا اور وہ مجھے پاؤں پر کھڑا کر دیتا اور کہتا کافروں پر حملہ کرو کیونکہ تم خدا اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہو اور یہ دونوں تم سے راضی اور خوش ہیں۔ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اس واقعہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ حضور نے فرمایا تم اسے پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کیا نہیں! لیکن دحیہ کلبی سے ملتی جلتی صورت تھی۔ فرمایا اے علی! اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو خوب روشن کرے وہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔''

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۱۲)

کو تنہا چھوڑ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جوش میں آئے اور آپ کی پیشانی ہمایوں سے پسینہ متقاطر ہوا۔ اس حالت میں آپ نے علی ابن ابی طالب کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ کے پہلوئے مبارک پر کھڑے ہیں۔ فرمایا کیا ہے تم کیوں اپنے بھائیوں کے ساتھ نہیں مل گئے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے عرض کیا ''لا کفر بعد الایمان'' ''ایمان کے بعد کفر نہیں۔'' ''ان لی بك اسوۃ'' ''بے شک میرے لئے آپ ہی کی اقتداء ہے۔ مطلب یہ کہ مجھے تو آپ سے سروکار ہے۔ ان ساتھیوں اور بھائیوں سے نہیں جو غنیمت کے در پے ہو گئے اور ہزیمت کھا گئے۔ ان سے مجھے کیا سروکار۔ اسی لمحہ کافروں کی ایک جماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب حملہ آور ہوئی۔ فرمایا اے علی! میری اس لڑائی سے حفاظت کرنا اور نصرت و خدمت کا حق بجا لانا کیونکہ یہی وقت نصرت ہے تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اس جماعت کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے گھیرے کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد سے توڑ کر انہیں متفرق کر دیا اور بہت سوں کو واصل جہنم کیا۔

مروی ہے کہ اس نازک مرحلہ میں فرشتے بھی حاضر ہوئے تھے۔ جبرائیل ومیکائیل علیہما السلام دو مردوں کی صورت میں سفید جامہ پہنے حضور کے داہنے اور بائیں کھڑے تھے اور آپ کی محافظت کرتے تھے اور کافروں کے ساتھ محاربہ میں مشغول تھے۔ (مدارج النبوت اردو جلد دوم ص ۲۲۱-۲۱۰ مطبوعہ کراچی)

عتبہ بن ابی وقاص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایسا پتھر پھینکا جس سے آپ کا لب زیریں لہولہان ہو گیا اور آگے کے نچلے دندان مبارک کو شہید کر دیا۔ عبداللہ بن شہاب نے حضور کی کہنی مبارک کو پتھر پھینک کر زخمی کر دیا۔

— حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب روئے پر انوار حضرت سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم سے خون جاری ہوا تو میرے والد مالک بن سنان اپنے منہ کو اسی جگہ رکھ کر خون چکیدہ پی جاتے تھے۔ اس پر کچھ لوگوں نے کلام کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے خون میں میرا خون مل جائے اسے آتش دوزخ

نہیں چھو سکتی۔

مروی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک سے خون صاف کرتے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ اپنے سر پر پانی لاتے اور سیّدہ فاطمہ دھوتی تھیں۔ ہر چند کہ زخم دھویا جاتا مگر خون نہ رکتا۔ اس کے بعد بورے کا ایک ٹکڑا جلایا اور اس کا خاکستر زخم پر چھڑکا تب خون بند ہوا۔

(مدارج النبوت اردو جلد دوم ص ۲۲۲ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

منقول ہے کہ ابن قمیہ ملعون نے اپنی شمشیر سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وار کیا اور آپ اس ملعون کی ضرب اور اپنے جسم اطہر کے ہتھیاروں کے بوجھ کی وجہ سے (آپ دو زرہ پہنے ہوئے تھے) اس غار میں آرہے جو وہاں سے قریب ہی تھا یا ملاعنہ نے کھود رکھا تھا چنانچہ آپ لوگوں کی نگاہوں سے پنہاں ہو گئے اور آپ کے زانو ہائے شریف خراشیدہ ہو گئے۔ وہیں سے اس ملعون نے آواز لگائی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شہید ہو گئے۔ (معاذ اللہ) اور شیطان لعین بھی اس کا ہم آواز ہو گیا کہ بلاشبہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شہید ہو گئے (معاذ اللہ) ابوسفیان نے کہا! اے گروہ قریش تم میں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کس نے کام تمام کیا (معاذ اللہ) ابن قمیہ ملعون بولا! ''میں نے'' ابوسفیان نے کہا! ہم تیرے ہاتھ میں ویسے ہی کنگن پہنائیں گے جیسے عجمی لوگ اپنے بہادروں اور پہلوانوں کو پہناتے ہیں۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار میں آرہے تو حضرت طلحہ اس غار میں داخل ہوئے اور سرور عالم کو اپنے آغوش میں لے لیا تاکہ زمین سے اٹھیں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اوپر سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو پکڑا اور زور لگایا یہاں تک کہ آپ اوپر تشریف لے آئے۔ (مدارج النبوت اردو جلد دوم ص ۲۲۳ مطبوعہ کراچی)

اگرچہ مسلمانوں کے قدم ڈگمگا گئے تھے اور وہ ثابت قدم نہ رہے تھے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ ثابت و قائم تھے اور آپ کے گرد چودہ آدمیوں کے سوا کوئی باقی

نہ رہا تھا جن میں سات انصاری تھے اور سات مہاجرین تھے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ نادعلی مظہر العجائب کا قصہ اسی معاملہ سے اور اسی معرکہ سے متعلق ہے جو کہ احد میں واقع ہوا۔ (مدارج النبوت اردو جلد دوم ص ۲۱۲، ص ۲۰۵ مطبوعہ کراچی)

ان چودہ آدمیوں کے اسماء یہ ہیں: مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن عوام، حضرت طلحہ بن عبداللہ اور عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم تھے اور انصار میں سے حضرت جناب بن المنذر، حضرت ابودجانہ، حضرت عاصم بن ثابت، حضرت سہل بن حنیف، حضرت اسید بن حضیر حضرت سعد بن معاذ اور حضرت حارث بن صیمہ رضی اللہ عنہم

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۰۵)

علامہ ابن کثیر دمشقی ابن ہشام سے راوی ہیں کہ

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکنے والا عتبہ بن ابی وقاص تھا جس سے آپ کا نچلا ہونٹ پھٹ گیا تھا اور آپ کے نیچے ہی کے دائیں جانب کے چار دانت (مبارک) شہید ہو گئے تھے۔ ان کے علاوہ آپ کے رخسار مبارک پر جو پتھر لگا تھا اس سے آپ کے خود کی جھلم کی وہ آہنی کڑیاں اس رخسار کے استخوانی حصے میں اس طرح پیوست ہوئی تھیں کہ حضرت علی اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) دونوں نے بیک وقت مل کر انہیں بمشکل باہر نکالا تھا جبکہ آپ کا چہرہ مبارک پہلے ہی لہولہان ہو چکا تھا اور آپ اس گڑھے میں گر گئے تھے[1] جو ابوعامر نے پہاڑی پر مسلمانوں کی حفاظتی کمین گاہ کے لئے

---

[1] قابل توجہ: اس قسم کا ترجمہ اور بغیر ادب آداب کے ان اعلیٰ ہستیوں کے نام تحریر کرنا اور بے ادبی کی جرأت کرنا اور پھر تاریخی غلطیاں کرنا اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی مکتب فکر کا کام نہیں ہو سکتا بلکہ ان لوگوں کا ہو سکتا ہے جو شروع دن سے ایسی ہستیوں کا بغض اپنے سینوں میں رکھتے ہیں اور یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہر ذاتی فضیلت ان کے غیر کے لئے ضرور ثابت کی جائے۔ حافظ ابن کثیر کی اصل عربی کتاب بھی انہیں احتمالات کا مجموعہ ہے۔ فقیر محمد مقبول احمد سرور

بنایا تھا۔ آپ کو وہاں سے نکالنے کے لئے (حضرت) علی (کرم اللہ وجہہ) نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچا تھا اور طلحہ بن عبید نے نیچے اتر کر آپ کو سہارا دیا تھا جس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔"

(تاریخ ابن کثیر اردو ترجمہ البدایہ والنہایہ جلد سوم ص ۴۵۰)

قارئین کرام! یہی واقعہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمت نے تحریر فرمایا اور نہایت شستہ الفاظ میں ادب واحترام کا دامن تھام کر اور مترجم نے ترجمہ فرمایا تو نہایت باادب الفاظ سے اور یہ لفظ تحریر فرمائے کہ "آپ غار میں آ رہے" مگر البدایہ والنہایہ کا مترجم کیسے بے ادبی کے الفاظ لکھتا ہے کہ "آپ اس گڑھے میں گر گئے" ان خارجی لوگوں کا مقصد صرف اپنی عربی دانی دکھانا ہوتا ہے نہ کہ آداب نبوت وولایت کو مدنظر رکھ کر ترجمہ کرنا۔ حضرت علی کے ساتھ اس مقام پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرنے میں علامہ ابن کثیر اور ان کا یہ مترجم منفرد ہیں۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کوئی انفرادیت نہیں ہے بلکہ ان کی شان میں وارد ہونے والی تمام احادیث موضوع ہیں جیسا کہ ان کی دیگر کتب میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی الصواعق المحرقہ میں تحریریں موجود ہیں اور اس دور کا خارجیوں کا باوا آدم مولوی فیض عالم صدیقی اپنی کتابوں میں "خلافت راشدہ، حقیقت مذہب شیعہ وغیرہ" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق احادیث "انا مدينة العلم وعلي بابها: من كنت مولاه الخ و دیگر احادیث" کا سرے سے منکر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فضائل مرتضوی کو چھپانے کے لئے ابتداء ہی سے خارجیوں کی ایک لابی سرگرم عمل رہی ہے اور اب بھی وہ مصروف عمل ہے اور بہت سے لوگ ان کی چیرہ دستیوں کا لاشعوری طور پر شکار ہو کر اپنی کتب میں ان جیسا ہی اسلوب اختیار کرتے ہیں حالانکہ وہ مسلکاً خارجی نہیں ہوتے اور بہت سے لوگ بالکل ہی خارجی ہو جایا کرتے ہیں اور در اہل بیت سے دانستہ بغاوت کا علم بلند کرتے ہیں۔ مجبوراً فضائل مرتضوی انہیں اپنی کتابوں میں تحریر کرنا پڑتے ہیں تا کہ لوگ انہیں

خارجی تصور نہ کریں لیکن

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

ہمارے ان دعاوی کی دلیل مندرجہ ذیل عبارت ہے ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ

"نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مذکورہ بالا دردناک واقعہ پیش آیا اور اس کے ساتھ ہی کسی طرف سے وہ آواز آئی کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت کو قتل کر دیا گیا ہے تو جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے وہاں موجود مسلمان بھی منتشر ہو گئے اور ان میں سے استثنائے چند بہت سے لوگوں نے مدینہ پہنچ کر دم لیا (کیا ان لوگوں کے نام لکھنا منع ہے؟ مصنف) تاہم کچھ اہل ایمان جن کے نہ صرف کانوں بلکہ گوشہائے دل تک آنحضرت کی مکرر آواز "یا ايها الناس الى ..... يا ايها الناس الى "اے لوگو میری طرف آؤ اے لوگو میری طرف آؤ، جا پہنچی تو ان لوگوں کے علاوہ جنہوں نے آپ کو گڑھے سے نکالا تھا (ان کا نام نہ لکھنا کتنی بڑی بددیانتی ہے، مصنف) اور آپ کی خدمت میں لگ گئے تھے وہ بھی جو ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے (ان کا نام نہ لکھنا بھی کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ مصنف) آپ کے گرد پیش آ کر جمع ہو گئے اور اس دوسرے گروہ کو پہاڑی کے نیچے دھکیل کر چھوڑا۔" (تاریخ ابن کثیر اردو ترجمہ البدایہ والنہایہ جلد سوم ص ۴۵۳)

اس عبارت میں ہر پا کباز کا نام اس لئے چھپایا گیا ہے کہ اگر ان نفوس قدسیہ کا نام لکھا گیا تو حضور علیہ السلام کے محافظین میں سب سے پہلے مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کا نام لکھنا پڑے گا:

جیسا کہ نام لکھا گیا تو حضور علیہ السلام کے محافظین میں سب سے پہلے مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کا نام لکھنا پڑے گا۔

جیسا کہ واقعات احد میں ہر مؤرخ نے بڑے شاندار طریقہ سے تحریر کیا ہے اور ایسا کرنے سے خارجیوں کا مشن ختم ہو جاتا ہے حالانکہ اگر یہ نام نامی تحریر کیا جائے تو

دوسرے گروہ کو جنہوں نے پہاڑی کے نیچے دھکیلا تھا ان کی بہادری کے ڈنکے بجانے کے لئے ان کے اسماء گرامی بھی تحریر میں آتے ہیں اور طرفین (یعنی اصحاب رسول وآل رسول) کی عظمت دوبالا کرنے کا بہترین موقع ملتا ہے مگر

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ایسی ہی ایک اور تحریر ملاحظہ ہو: لکھتے ہیں کہ

''کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا تھا اگرچہ ان کی مجموعی تعداد بارہ سے زیادہ نہیں تھی لیکن انہوں نے ہی خدا کا نام لے کر قریش کے دونوں گروہوں کو پہاڑ سے نیچے دھکیل دیا تھا۔'' (تاریخ ابن کثیر ترجمہ اردو البدایہ والنہایہ جلد سوم ص ۵۴)

وہ بارہ افراد کون تھے؟ کیا ان کے اسماء گرامی تحریر نہ کرنا بددیانتی نہیں ہے؟ کیا تحریر نہ کرنے کی کیا کوئی معقول وجہ (سوائے تعصب علی کے) نظر آتی ہے؟

اس مقام پر حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمت نے مدارج النبوت میں علامہ شبلنجی نے نور الابصار میں علامہ کاشفی نے معارج النبوت میں اور دیگر نامور مؤرخین نے اپنی اپنی کتب میں ان حضرات کے اسماء گرامی تحریر فرمائے ہیں اور ان میں سرفہرست حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کا اسم گرامی موجود ہے اور شیخ محقق نے تو پورا مکالمہ نبوی وعلوی نقل کیا ہے جسے ہم نے مدارج کے حوالے سے گزشتہ اوراق میں نقل کر دیا ہے۔ (حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۱۱ جس میں حضور علیہ السلام نے بطور خاص حضرت علی کو اپنی نصرت کے لئے بلایا ہے)

جادو وہ جو سر چڑھ بولے: اسے کیا کہیے

اسے کیا کہیے کہ باوجود ہزار کوشش کے کہ نام علی نہ آئے مگر پھر بھی نوک قلم پہ لانا پڑتا ہے۔ اگر نہ لائیں تو مسئلہ نکھر کر سامنے نہیں آتا۔ مثلاً آگے چل کر موصوف خود ہی لکھتے

ہیں کہ

''ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جس گہرے گڑھے میں آنحضرت زخمی ہو کر گر گئے تھے اس کے کنارے کھڑے ہو کر حضرت علی نے آپ کو وہاں سے نکالا اور آپ کو پلانے کے لئے خود مہراس سے اتنا پانی لائے کہ انہوں نے آپ کے چہرہ مبارک سے خون صاف کر کے زخموں کو بھی صاف کر دیا۔ اس سے آپ کے جسم میں کس قدر توانائی آ گئی تاہم آپ پھر بھی خود اپنے ہاتھ سے پانی نہیں پی سکتے تھے۔ حضرت علی آپ کے چہرے سے خون صاف کرتے وقت کہتے جا رہے تھے کہ

''اللہ ان کم بختوں کو اپنے غضب کا نشانہ بنائے جنہوں نے اپنے نبی کا یہ حال کیا ہے۔''

(تاریخ ابن کثیر اردو ترجمہ البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد چہارم ص ۳۵۸ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

یہ خدمات تنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انجام دیں۔ اس لئے یہاں آپ کا اسم گرامی تحریر کرنے کے بغیر چارہ کار نہ تھا مگر جہاں دوسرے اصحاب رسول شامل ہیں وہاں حضرت علی کا نام ہی...... کر دیا جاتا ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ بجائے ان کے اسم گرامی کے کسی دوسری شخصیت کا نام آ سکے۔

اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے شیخ محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی پر جو یہ حق بات کو صاف تحریر فرما کر ان لوگوں پر اظہار تأسف فرماتے اور ندامت کے آنسو بہاتے ہیں اور ان کی ذات ستودہ صفات پر تمام اہل سنت کو مکمل اعتماد ہے وہ اظہار افسوس کرتے اور ان خارجیوں کی اس حرکت سے پردہ اٹھاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

''بندۂ مسکین ثبتہ اللہ بمزید الصدق والیقین (یعنی شیخ محقق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ) بظاہر ''ناد علیا مظهر العجائب تجده عونا لك في النوائب'' کا قصہ اسی معاملہ اور معرکہ (جنگ) سے متعلق ہے جو کہ احد

میں واقع ہوا لیکن (افسوس کہ) حدیث کی کتابوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔" (اردو مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۱۲ از شیخ محقق مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

مولائے کائنات سے تعصب وعداوت:

اہل سنت وجماعت حنفی بریلوی مکتبہ فکر کی تعویزات وعملیات کی مشہور زمانہ کتاب جو ہر خاص وعام عالم وعامل کے پاس لازماً ہوا کرتی ہے اور جسے خاندان اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت حضور پرنور الشاہ الامام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمت کا مکمل اعتماد حاصل ہے یعنی شمع شبستان رضا میں اس کے مصنف اقبال احمد نوری حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ مصنف جواہر خمسہ کامل کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ۔

"نادعلی شریف قضائے حاجات حل مشکلات میں مشہور ومقبول ہے جواہر خمسہ میں لکھتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں جب لشکر اسلام پر شکست کے آثار ظاہر ہوئے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی پریشان حالی دیکھ کر مغموم ہو گئے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ کلمات یعنی نادعلی شریف لے کر آئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پڑھا تین مرتبہ پورے نہ ہوئے تھے کہ شیر خدا حاضر آئے اور لشکر کفار پر عقاب کی طرح جھپٹے چند ہی ساعات میں کچھ قتل ہوئے باقی فرار ہو گئے۔ اس فتح میں بہت ہی مال غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا۔"

(شمع شبستان رضا حصہ چہارم ص ۲۰ مطبوعہ کتب خانہ حاجی نیاز احمد ملتان)

افسوس ہے ان خارجی ملاؤں پر کہ ان کی تمام عمر کی کمائی، کوٹھیاں، کاریں ودیگر تمام دولت وثروت اس کتاب کے عملیات سے بنے اور اس کے اندر مندرجہ عقیدہ کا انہیں علم ہی نہ ہو اور اگر علم ہو تو جان بوجھ کر کتمان حق کے مرتکب ٹھہریں بلکہ ایسا عقیدہ رکھنے والے کو رافضی، شیعہ اور نا معلوم کیا کیا کچھ بناتے جائیں۔

شیخ محقق نے غزوۂ احد کے موقع پر نادعلی کا واقعہ تحریر فرمایا ہے اور شمع شبستان رضا کے مصنف نے غزوۂ تبوک کا کسی بھی غزوہ کا واقعہ ہو شجاعت مرتضوی کا آئینہ دار ہے اور

اس کو حضرت علی کے تعصب کی بنا پر رد کر دینا اپنے خروج کا اظہار ہے۔ نادانستہ نقل نہ کرنا علیحدہ بات ہے۔

یہ ایک مثال پیش کی ہے اور اس طرح کی تعصبانہ روش اور خارجیت کی بہت مثالیں رائٹرز اور محررین کی کتب میں موجود ہیں جن کو نقل کیا جائے تو ایک علیحدہ کتاب کی صورت بن جاتی ہے۔ اس گروہ کا سرغنہ وہی خارجی ملاں ہے جس نے اپنی کتابوں میں اہل سنت وجماعت کے ساتھ قتال واجب قرار دیا۔ ان کے اموال کو بطور غنیمت اور ان کی مستورات کو بطور لونڈیوں کے جائز قرار دیا ہے اور وہ ہے ابن عبدالوہاب نجدی اور اس کے علاوہ ابن تیمیہ، ابن القیم سے چل کر عصر حاضر تک محمود عباسی، شاہ بلیغ الدین مولوی فیض عالم صدیقی ودیگر خارجی مولوی بھی اسی سلسلہ کی ناپاک کڑیاں ہیں۔ یہ قرآن سے اسی طرح استدلال کرتے ہیں جس طرح سب سے پہلے خارجی نے "ان الحکم الا للہ" (الآیت) سے استدلال کرتے ہوئے حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ پر کفر کا فتویٰ دیا تھا اور کہا تھا کہ حاکم صرف اللہ ہی ہے مگر علی نے ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو حکم تسلیم کر کے معاذ اللہ خلاف قرآن کیا ہے اور شرک کے مرتکب ہوئے ہیں۔ یہ تمام خارجی اسی کی روحانی اولاد ہیں اور اسی کے عقائد پر کاربند ہیں۔ اس گروہ کی علامات صحاح ستہ سے فقیر نے گزشتہ اوراق میں بیان کر دی ہیں۔

لمبی داڑھیاں، مونچھیں صاف، سر پر بالکل صفائی یعنی استرا پھرائی ٹخنوں سے بہت اونچی شلوار آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں، رخسار ابھرے ہوئے، پیشانی پر نشانات، قرآن خوانی کی طوالت، نمازیں بڑے خشوع وخضوع سے بظاہر ادا کرنا ان کی وہ علامات ہیں جو زبان نبوت سے بیان ہوئی ہیں تو یہ گروہ شروع سے ہی فضائل مرتضوی کی شمع بجھانے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگاتا چلا آیا ہے مگر۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

اُحد کے دیگر مناظر اور شجاعت حیدری کا مظاہرہ

ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابن اسحاق نے بیان کیا

''حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) چند دوسرے مسلمانوں کو ساتھ لے کر مشرکین پر زبردست حملے کر رہے تھے۔ اسی دوران میں حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے دشمن کی ایک صف کے سامنے جا کر بلند آواز میں فرمایا'' میں ابوالقصم ہوں'' حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی زبان سے یہ سن کر مشرکین کی طرف سے ابوسعد بن ابی طلحہ جو مشرکین کا علمبردار تھا چلا کر بولا:

''اے ابوالقصم! کیا تم مبارز طلب کر رہے ہو؟''

اتنا کہہ کر وہ خود ہی ان کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھ آیا۔ اس کے اور حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کے درمیان دو دو واروں کے تبادلہ کے بعد حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے اس کے شانے پر ایک کاری ضرب لگائی لیکن پھر پلٹ کر واپس چلے آئے۔

جب ان کے بعض ساتھیوں نے ان سے پوچھا کہ وہ ابوسعد کو قتل کئے بغیر کیوں پلٹ آئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا'' وہ کم بخت زخم کھا کر میرے سامنے ننگا ہو گیا تھا لہٰذا اس لئے شرم پر مجھے دوبارہ تلوار اٹھاتے شرم آ گئی اسے تو (اس کے دل سے حجاب اٹھا کر) اللہ تعالیٰ نے خود ہی قتل کر دیا۔''[ل]

(تاریخ ابن کثیر اردو ترجمہ البدایہ والنہایہ جلد چہارم ص ۴۴۴)

حافظ ابن کثیر نے یہ الفاظ'' اللہ تعالیٰ نے اسے تو خود ہی قتل کر دیا'' بھی اپنے عقیدہ کی غماضی کے لئے نقل کئے ہیں کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرمودہ الفاظ ان کی شان کرامت وولایت کو ظاہر کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں جو شیخ محقق نے مدارج میں نقل

ل یہی واقعہ ابن ہشام نے سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۴۵۵ پر نقل کیا ہے اور علامہ معین الدین ندوی نے سیرت خلفاء راشدین ص ۲۵۲ پر لکھا ہے۔

فرمائے ہیں کہ

''صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کہا! آپ نے نطلحہ (ابوسعد) بن ابی طلحہ کا کام تمام کیوں نہ کر دیا؟ جواب دیا کہ جب وہ گرا تو اس کی شرمگاہ کھل گئی تھی اس نے مجھے قسم دی کہ میں اسے چھوڑ دوں۔ اس حالت میں دوبارہ اس کے درپے ہونے میں مجھے حیا آئی اور میں نے یہ جان لیا کہ وہ بہت جلد ہلاک ہو جائے گا۔''

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۰۲ از شیخ محقق مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی)

شیخ فرماتے ہیں کہ اس کو (ابوسعید بن ابی طلحہ کو) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا (مدارج ایضا) ممکن ہے نطلحہ اور ابوسعد کے دو علیحدہ علیحدہ واقعات ہوں۔

حافظ ابن کثیر کے الفاظ'' اسے تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی قتل کر دیا'' سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت کا اظہار نہیں ہوتا اور شیخ کے الفاظ'' میں نے جان لیا کہ وہ بہت جلد ہلاک ہو جائے گا'' سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت وکرامت کا اظہار ہوتا ہے۔

جان بچانے کے لئے شرم گاہ کھول دینا مشرکین کا طریقہ تھا۔ اسی طریقہ کو اس موذی نے اپنایا مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرمان کہ'' وہ بہت جلد ہلاک ہو جائے گا'' کے مطابق وہ ہلاک ہوا اور اس کی جان نہ بچ سکی۔

ابن کثیر نے خود بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مشرکین جان بچانے کے لئے ننگے ہو جایا کرتے تھے بلکہ بعض مسلمانوں نے بھی موت وہلاکت سے بچنے کے لئے ایسا کیا ملاحظہ ہو ابن کثیر لکھتے ہیں کہ

''اسی طرح جنگ صفین (جو کہ مابین حضرت معاویہ وعلی رضی اللہ عنہما ہوئی) میں جب حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) نے بسر بن ابی ارطاۃ پر اسے قتل کرنے کے لئے تلوار اٹھائی تھی تو وہ ان کے سامنے ننگا ہو کر کھڑا ہو گیا تھا اور وہ اس بے شرم کو بھی قتل کئے بغیر پلٹ آئے۔

یہی واقعہ ایک بار حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کو جنگ صفین کے دوران ہی میں

عمرو بن العاص کے ساتھ پیش آیا وہ بھی اسی طرح حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی ضرب شدید سے بچنے کے لئے تہہ بند کھول کر ان کے سامنے ننگا ہوگیا تھا تو اسے بھی حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے بغیر قتل کئے چھوڑ دیا تھا اور اس کے سامنے سے پلٹ کر واپس چلے آئے تھے۔[1]

(تاریخ ابن کثیر اردو ترجمہ البدایہ والنہایہ جلد چہارم ص ۴۴۴ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

علمدار غزوۂ احد:

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان سے مسلمہ بن علقمہ مازنی نے بیان کیا کہ غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان گھمسان کی جنگ کے وقت رایت انصار کے نیچے تشریف فرما تھے اور اس وقت آپ نے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کو طلب فرما کر اسلامی علم ان کے سپرد کیا تھا۔ (تاریخ ابن کثیر جلد چہارم ص ۴۴۴-۴۴۵)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب مصعب بن عمیر (رضی اللہ عنہ) شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی علم علی ابن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ) کے سپرد فرمایا لیکن یونس بن بکیر نے ابن اسحاق ہی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سب سے پہلے اسلامی علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہی دیا تھا۔

(تاریخ ابن کثیر جلد چہارم ص ۴۴۴)

بلکہ تواریخ وسیر کی کتب میں تواتر کے ساتھ موجود ہے کہ تقریباً ہر معرکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہی عنایت فرمایا ان کے ساتھ ساتھ کسی اور شخصیت کو بھی عنایت فرمایا جاتا رہا بالخصوص بدر، احد، خیبر میں اور جنگ خندق میں علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عنایت فرمایا گیا ان کے ساتھ ساتھ دیگر شخصیات کو بھی مرحمت کیا گیا مثلاً اگر لشکر (مکمل) کا علم حضرت علی کو دیا گیا تو اس کے میمنہ و میسرہ کے علم

[1] حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں مگر البدایہ والنہایہ کے مترجم نے اسی طرح (یہ عبارت بے ادبی کے ساتھ) لکھی ہے۔

دیگر حضرات کو دیئے گئے جیسا کہ شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ

''سلسلہ غزوات میں سب سے پہلا معرکہ غزوہ بدر ہے اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تین سو تیرہ جاں نثاروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ آگے آگے دو سیاہ رنگ کے علم تھے۔ ان میں سے ایک حیدر کرار (کرم اللہ وجہہ الکریم) کے ہاتھ میں تھا۔''

(سیرت خلفاء راشدین ص ۲۰۵ از علامہ ندوی مطبوعہ کتب خانہ شان اسلام لاہور)

غزوۂ خندق اور حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

۵ ہجری میں غزوہ خندق پیش آیا۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورہ سے ایک بہت بڑی خندق کھدوائی جس میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بنفس نفیس شریک ہوئے۔ اس مقام پر جو کفار کے ساتھ معرکہ پیش آیا اسے غزوہ خندق کہا جاتا ہے۔ اس معرکہ میں شجاعت حیدر کی ایسی لازوال داستان رقم ہوئی کہ رہتی دنیا تک اس کے ڈنکے بجتے رہیں گے اور جنگوں کے میدانوں میں نعرہ حیدری گونجتا رہے گا اور بالخصوص سرزمین پاکستان میں بے مثال جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرنے والوں کو لاجواب تمغہ نشان حیدر سے نوازا جاتا رہے گا۔ حضرت افتخار ملت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ

آ بتاؤں تجھے ناداں میں شان حیدر
اس جہان سے اونچا ہے جہان حیدر
آج بھی جنگ میں اعزاز کمال جرأت
مرد میدان کو ملتا ہے نشان حیدر

مشرکین کا جو لشکر غزوۂ خندق میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے وارد ہوا اس ہزاروں کے لشکر میں ایک پہلوان عمرو ابن ود بھی تھا جو ایک ہزار افراد کے مقابلہ کے لئے اکیلا ہی کافی تسلیم کیا جاتا تھا۔ اس نے مبارز طلب کرتے ہوئے للکارا ''ھل من

مبارز'' ہے کوئی مقابلہ میں اترنے والا۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اصحاب علیہم الرضوان کے درمیان جلوہ افروز یہ آواز سماع فرما کر اپنے اصحاب کو ملاحظہ فرماتے ہیں مگر وہ تمام دم بخود تھے کہ اس قوی ہیکل انسان نما جن سے مقابلہ کیسے کیا جائے جو ہزار جری بہادر کے لئے اکیلا ہی کافی ہے۔

شیر خدا تاجدار ہل اتیٰ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا عالم شباب ہے اٹھتی ہوئی جوانی اور زور یداللّٰہی وغیرت ایمانی نے جوش مارا عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت مرحمت فرمائی جائے تاکہ میں اس بے ایمان کو اس کے انجام تک پہنچا دوں۔ انہیں مغروضات کے دوران ابن ود کی آواز پھر آئی ''ہل من مبارز'' ہے کوئی مقابلہ پر آنے والا؟ اللہ کے شیر نے پھر عرض کیا کہ آقا میں اس کے مقابلہ میں اترنا چاہتا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ملاحظہ فرمایا کہ کون ہے جو اس کے مقابل اترے مگر کسی کو اس کے مقابلہ پر اترنے کی ہمت نہ ہوئی اور سب پریشان دکھائی دیئے۔

اتنے میں تیسری مرتبہ پھر ابن ود نے مبارز طلب کیا تو مولائے کائنات نے قدمان نبوت کو پکڑا اور عرض کیا آقا اب تو مجھے جانا ہی جانا ہے۔ اجازت مرحمت فرمائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیر خدا کو سینے سے لگایا اپنا جبہ مبارک آپ کے زیب تن فرمایا سر انور پر عمامہ اپنے دست کرم سے باندھا اور ذوالفقار حیدری مرحمت فرمائی اور فرمایا ''انی استودعک اللہ'' جاؤ میں نے تمہیں اللہ کے سپرد کیا اور اس بے ایمان کو تمہارے حوالے کیا: حضرت افتخار ملت نے بڑی پیاری نقشہ کشی کرتے ہوئے منظر کو الفاظ میں یوں سینچا کہ

بے تعظیم جھک کر اور ہادی کی رضا لے کر
چلا میدان میں شیر خدا نام خدا لے کر

نہ سینہ پہ زرہ تھی اور نہ سر پر خود پہنا تھا
فقط تلوار تھی تلوار ہی مردوں کا گہنا تھا

(نسبت باعث جنت ص ۱۷۵)

حضرت شیر خدا اس بے ایمان کے مقابلہ کے لئے آئے تو زبان نبوت سے یہ کلمات جاری ہوئے کہ

برز الایمان کله مع الکفر کله

یہ کل ایمان ہے جو کل کفر سے لڑنے جا رہا ہے۔

علی کل ایمان......اور......ابن ود کل کفر......آپس میں ٹکرائے

جب اس مکمل کفر نے کل ایمان کو آتے ہوئے دیکھا تو بزدلی سے بولا ''میں تجھ سے لڑنا نہیں چاہتا......شیر خدا نے فرمایا......مگر میں تو تجھ سے لڑنا چاہتا ہوں''

(سیرت ابن ہشام جلد دوم ص ۹۸)

بالآخر اس نے وار کیا آپ نے رد کیا اور آپ نے پہلا ہی وار کیا کہ وہ تڑپ کر خندق میں جا گرا اور وہیں تڑپ تڑپ کر جہنم واصل ہو گیا اس کے اس طرح تڑپ کر خندق میں گرتے وقت مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور پھر وہ سمجھ گئے کہ آپ نے عمرو کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ معاً[1] دربار مصطفوی سے یہ اعزاز عطا ہوا کہ

ضربة علي يوم الخندق افضل من عبادة الثقلين

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۹۷)

غزوۂ خندق میں علی کی یہ ضرب ثقلین (دو عالم کے) مسلمانوں کے اعمال سے افضل ہے۔

دوسری روایت کے مطابق:

لمبارزة علي بن ابي طالب يوم الخندق افضل من اعمال

[1] ان تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ ابن کثیر اردو ترجمہ البدایہ والنہایہ جلد چہارم ص ۵۱۹

امتی الی یوم القیامة

یوم خندق علی ابن ابی طالب کی جنگ قیامت تک کی میری امت کے اعمال سے افضل ہے۔ (مدارج ایضاً) (تفسیر کبیر جلد دوم ص ۳۰۱ مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۹۷)

فتح جنگ خندق کے بعد نبی کریم نے علی کرمہٗ سے پوچھا کہ جب تم ابن ود سے لڑ رہے تھے تو کیا محسوس کر رہے تھے؟

عرض کیا آقا

"لو کان اهل العرب فی جانب الآخر لقدرت علیهم"

اگر تمام عرب کے بہادر ایک طرف ہوتے تو بھی میں اکیلا ہی ان کے لئے کافی تھا اور میں ان پر غالب آجاتا اور ایسا ہوتا بھی کیوں نہ؟

اس لئے کہ شیر خدا کی شان تو یہ ہے کہ

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

(نسبت باعث جنت ص ۷۷ از افتخار ملت)

اور

تو علی سے لڑ سکے تیری عقل کا یہ پھیر ہے
تو شیطاں کی لومڑی اور وہ خدا کا شیر ہے

اور بھلا:

تو علی سے لڑ سکے تیرا غلط انداز ہے
کفر کی پدی ہے تو اسلام کا وہ باز ہے

علامہ مومن شبلنجی جنگ خندق کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں کہ

حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ خندق میں بڑی بہادری سے لڑے۔ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ تمام قریش جمع ہوئے ہیں اور ان کا سپہ سالار

ابوسفیان ابن حرب ہے اور ان کے ساتھ غطفان بھی مل گئے ہیں اور ان کا قائد اور سپہ سالار عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر ہے اور بنی نضیر کے یہود نے بھی ان کے ساتھ اتفاق کر لیا ہے کہ وہ مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیں تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے خندق کھودنا شروع کر دی اور خود خندق کھودنے میں شریک ہوئے اور چند دنوں میں اسے مضبوط کر لیا۔ جب خندق کھود کر فارغ ہوئے تو تمام قریش اور ان کے لشکر اور کنانہ اور تہامہ سے دس ہزار فوجی ان کے ساتھ مل کر مدینہ منورہ آئے۔ ادھر غطفان اور نجد سے ان کے تابعدار بھی ان کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے مسلمانوں کو اوپر نیچے دونوں جانبوں سے گھیر لیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ

(پ ۲۱ سورة الاحزاب آیت نمبر ۱۰)

جب کافر تم پر آئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سمیت ان کے مقابلہ میں آئے جبکہ ان کی تعداد صرف تین ہزار کے لگ بھگ تھی اور خندق مسلمانوں اور کافروں کے درمیان حائل تھی۔

یہودیوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لئے مشرکوں کے ساتھ اتفاق کر لیا جب مسلمانوں نے یہ دیکھا تو وہ بہت گھبرائے اور قریش کے مشرکوں کے ساتھ عمرو بن عبدود بہت مشہور جنگجو تھا عکرمہ بن ابوجہل بھی ان کے ہمراہ تھا۔ تمام کافر خندق کے پاس کھڑے ہو گئے پھر اس سے ایک تنگ جگہ دیکھ کر خندق میں گھوڑے ڈال دیئے اور ان کے گھوڑے خندق اور مسلمانوں کے درمیان دوڑتے رہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب یہ دیکھا تو مسلمانوں کی ایک جماعت لے کر اس مقام پر پہنچے جہاں سے وہ خندق میں داخل ہوئے تھے اور اس تنگ جگہ کو اپنے

قبضہ میں کرلیا جہاں سے وہ خندق میں داخل ہوئے تھے۔ عمرو ابن ود اور اس کا لڑکا حنبل دونوں باہر آئے اور کہا! ”کیا کوئی ہمارا مقابلہ کرنے والا ہے؟“

حضرت علی نے ان کا مقابلہ کرنا چاہا تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا عمرو بار بار آوازیں بلند کرتا رہا کہ کوئی میرا مقابلہ کرنے والا ہے؟ اور یہ کہنا شروع کر دیا مسلمانو! تمہاری غیرت کہاں ہے؟ اور تمہاری جنت کہاں ہے جو تم کہا کرتے ہو کہ جو شخص قتل ہو جائے وہ جنت میں جائے گا؟ کیا تم سے کوئی میرے مقابلہ میں نہیں آسکتا؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس کے مقابلہ میں جاتا ہوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! وہ عمرو ہے۔

حضرت علی نے عرض کیا! ”اگرچہ عمرو ہے آپ مجھے اس سے مقابلہ کی اجازت دیں“

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک سے عمامہ شریف اتارا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنایا اور فرمایا! اب اس کے مقابلہ میں جاؤ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عمرو کے مقابلہ میں نکلے جبکہ وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا

ولقد بححت من النداء
لجمعكم هل من مبارز
ووقفت از وقف الشجاع
مواقف القران المتاجز
وكذلك انى لم ازل
متبرعا قبل الهزاهز
ان الشجاعة فى الفتى
والجود من خير الغرائز

ترجمہ:

میں نے سختی سے تمہاری جماعت کو پکارا ہے
کیا کوئی میرے مقابلہ میں آنے والا ہے؟
میں کھڑا ہوں جبکہ بہادر مقابل مبارز کی جگہ ٹھہرتا ہے
میں اسی طرح سختیوں سے پہلے تبرع کرتا رہوں گا
یقیناً نوجوانوں کی شجاعت اور جود اچھی وصف ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کے مقابلہ میں یہ شعر جواباً پڑھے

لا تعجلن فقد اتاك
مجيب صوتك غير عاجز
ذو نية وبصيرة
والصدق منجى كل فائز
انى لارجو ان اقيم
عليك نائحة الجنائز
من ضربة نجلاء يبقى
ذكرها عند الهزاهز

ترجمہ:

جلدی نہ کر یقیناً آ گیا ہے
تیرے پاس تیری پکار کا جواب دینے والا جو کمزور نہیں
وہ نیک نیت اور بصیرت والا ہے
سچائی ہر کامیاب شخص کو نجات دلاتی ہے
میں امید کرتا ہوں کہ تیرے اوپر
جنازوں پر واویلا کرنے والی عورتیں کھڑی کروں گا

ایک واضح تلوار کی مار سے جس کی یاد

سختیوں میں باقی رہے گی

پھر حضرت علی نے فرمایا اے عمرو! تو نے یہ عہد کیا تھا اگر قریش سے کوئی شخص تجھے دو میں سے کسی ایک کی طرف بلائے تو ان میں سے ایک کو تو قبول کرے گا! عمرو نے کہا ہاں درست ہے: حضرت علی نے فرمایا: میں تجھے اللہ اور اس کے رسول اور اسلام کی طرف بلاتا ہوں! عمرو نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

حضرت علی نے فرمایا! اگر یہ ناپسند کرتا ہے تو میں تجھے گھوڑے سے اتر کر مقابلہ کے لئے بلاتا ہوں۔

عمرو نے کہا! میرے بھتیجے میں تجھے قتل کرنا پسند نہیں کرتا ہوں کیونکہ تمہارا باپ میرا دوست تھا۔

حضرت علی نے فرمایا! میں تو بہر حال تیرے قتل کو پسند کرتا ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کلام سے عمرو کو غیرت آئی اور وہ غضبناک ہو کر گھوڑے سے نیچے کود پڑا اور زمین پر تھپیڑ مارا۔

حضرت علی بھی گھوڑے سے اترے دونوں کا ایک دوسرے سے مقابلہ شروع ہوا۔ دونوں تھوڑا سا وقت ایک دوسرے پر حملے کرتے رہے۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کے کندھے پر تلوار ماری جس نے اس کا پہلو کاٹ کر زمین پر پھینک دیا اور اسے قتل کر کے وہیں چھوڑ کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس کے بیٹے حنبل پر حملہ کیا اور اسے بھی قتل کر دیا۔

قریش کے فوجی شکست خوردہ بھاگ نکلے ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے دوڑتے ہوئے اپنا نیزہ بھی پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت تیز ہوا اور لشکر بھیجا۔ قرآن کریم میں ہے کہ

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ

الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ (پ۲۱ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۵)

اور اللہ نے کافروں کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ پلٹایا کہ کچھ بھلا نہ پایا اور اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفایت فرما دی۔

(تنویر الازھار اردو ترجمہ نور الابصار ص ۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲ از علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری)

جنگ خیبر اور حضرت شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

معرکہ خیبر میں ابتداء حضرت شیر خدا موجود نہ تھے اور مسلسل کئی روز تک مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خیبر کی فتح کے لئے علم لے کر حملہ کرتے رہے مگر خیبر فتح نہ ہو سکا۔

امام نسائی کی معرکۃ الآراء تصنیف الخصائص النسائی کے مطابق پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا آپ نے حملہ کیا مگر بغیر فتح کے لوٹ آئے۔ دوسرے دن حضرت سیدنا عمر فاروق کو علم مرحمت کیا گیا وہ بھی بغیر فتح کے پلٹے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا عطین ھذہ الرایۃ غدا یفتح اللہ علی یدیہ

کل میں یہ جھنڈا اسے عطا کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔[1]

---

[1] افتخار ملت حضرت صاحبزادہ افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پر تبصرہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

''احباب کرام! یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کیا وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چادر مبارک سے تیار کیا تھا جیسا کہ..... انسان العیون المعروف سیرۃ حلبیہ جلد نمبر ۲ ص ۳۴۷ میں برھان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

وکانت رایۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوداء من برد لعائشۃ تدعی العقاب

اور اس جھنڈے کا نام عقاب تھا

''ولعل السوداء وکان کتابۃ فی ذلک العلم لواء ابیض مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ساری رات صحابہ کرا ... بے چین رہے اور ہر ایک کی خواہش تھی کہ صبح جھنڈا اسے ملے کیونکہ آج جسے جھنڈا ملے گا اس کے ہاتھ پر فتح یقینی ہے یہ زبان ... جاری ہو چکا ہے کہ ''یفتح اللہ علی یدیہ'' صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''این علی بن ابی طالب'' علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا ''ھو یشتکی عیناہ'' وہ آشوب چشم کا شکار ہیں۔ ارشاد ہوا ان کو میرے پاس بلاؤ چنانچہ آپ حاضر ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن مبارک لگایا تو وہ بالکل ایسے ہی ہو گئیں جیسے کہ کبھی آشوب چشم کا عارضہ ہوا ہی نہ تھا۔ پھر آپ کو جھنڈا مرحمت فرمایا۔ آپ کی کمر پر ذوالفقار حیدری باندھی اور دعا فرمائی پھر فاتح خیبر اپنے لشکر کے نفوس قدسیہ کے ساتھ معرکہ خیبر کے لئے نکلے اور آپ کے دست مبارک پر خیبر فتح ہوا۔

(الخصائص النسائی ص ۵، بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۵، مسلم شریف جلد دوم ص ۲۷۹ جامع الترمذی جلد ثانی ص ۲۱۴ مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رخصت ہوتے وقت سرکار دو عالم علیہ السلام سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) اس جھنڈے کا رنگ سیاہ تھا اور اس پر سفید رنگ سے کلمہ شریف لکھا ہوا تھا ... یقال لہ العقاب ...... اسے عقاب کہتے تھے ...... اس مسلمہ حقیقت کے بعد اگر بقول شیعہ حضرات حضرت علی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے مابین زمانہ نبوت کے وقت یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اختلاف یا عداوت تھی تو ایسے حضرات کی عقل و ہوش پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جا سکتا ہے؟ اگر دونوں میں کوئی عداوت و نفرت ہوتی تو حضرت علی علیہ السلام حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چادر مبارک سے تیار کیا ہوا اسلام کا جھنڈا کبھی نہ پکڑتے۔

دوسری بات جو اس حدیث پاک سے ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ جو بے ادب اور گستاخ لوگ یہ کہتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا؟ ان کا یہ مقام نبوت اور علم رسالت پر ایک دھبہ ہے۔ اس لئے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ...... بخدا ...... کہ کل میں جھنڈا اسے دوں گا جو خیبر فتح کر کے آئے گا۔ پھر ایسا ہی ہوا ...... تو اور علم غیب کسے کہتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ...... آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ...... عالم غیب ہیں۔

(نسبت باعث جنت ص ۱۷۱-۱۷۰-۱۶۹)

عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں لڑ کر ان کو مسلمان بناؤں؟ فرمایا نہیں! پہلے ان پر اسلام پیش کرو اور فرائض اسلام سے ان کو آگاہ کرو کیونکہ اگر تمہاری تبلیغ و کوشش سے ایک شخص بھی مسلمان ہو گیا تو یہ تمہارے لئے بڑی سے بڑی نعمت سے بہتر ہے۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر)

خیبر کا وہ قلعہ اور اس کا دروازہ کتنا وزنی تھا؟ آیئے معلوم کرتے ہیں، امام سیوطی، علامہ محب طبری اور ملا علی قاری رحمہم اللہ نے لکھا کہ جس دروازے کو اکھاڑ کر حضرت حیدر کرار کرم اللہ وجہہ نے اٹھایا اور میدان میں چکر لگائے آپ کے بعد وہ ساٹھ آدمی مل کر نہ اٹھا سکے۔

حمل علی باب خیبر فاجتمع بعدہ علیہ ستون رجلا لم یحملہ

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۱۱۸، الریاض النضرہ جلد ثانی ص ۲۴۷ للمحب الطبری، الموضوعات الکبیر لعلی القاری ص ۳۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس باب خیبر کو اکیلے اٹھایا جس کو بعد میں ساٹھ افراد مل کر نہ اٹھا سکے۔ اس معرکہ میں ایک نامی گرامی پہلوان جو پوری دنیا میں اپنی بہادری کا لوہا منوا چکا تھا جس کا نام مرحب تھا دو من وزنی خود پہنے ہوئے سارے جسم کو لوہے سے ڈھانپے ہوئے اور اسلحہ سے لیس ہو کر آپ کے مقابلہ میں یہ رجز کہتے ہوئے نکلا۔

قد علمت خیبر انی مرحب
شاکی السلاح بطل مجرب
اذا الحروب اقبلت تلھب

خیبر مجھ کو جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں
سلح پوش ہوں بہادر ہوں تجربہ کار ہوں
جبکہ لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے

حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے جواباً فرمایا

انا الذی سمتنی امی حیدرہ

کلیث غابات کریہ المنظرہ

اوفیھم بالصاع کیل السندرہ

میں وہ ہوں جس کا نام ماں نے حیدر رکھا ہے

جھاڑی کے شیر کی طرح مہیب اور ڈراؤنا

میں دشمنوں کو بہت سرعت سے قتل کیا کرتا ہوں

(متن حدیث بخاری شریف جلد نمبر ۳ ص ۱۰۳، اشعار بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۲۵۵)

آپ نے ذوالفقار حیدری سے ایک ہی وار کیا اور آپ کی تلوار، مرحب کا دومن وزنی خود، سر، گردن سارا جسم چیرتی ہوئی زمین میں پیوست ہوگئی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا گھوڑا بھی دولخت ہوگیا۔ شیر خدا کی اس تلوار کی کاٹ اور زور یداللّٰہی سے قلعہ خیبر کو ہلانے سے ایک زبردست زلزلہ برپا ہوگیا۔

آپ نے در خیبر کو اکھاڑ کر چالیس گز کے فاصلے پر پھینکا اور علم اسلام خیبر پر لہرا دیا اور فاتح خیبر کی شجاعت کی داد خود مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے دی، فتح و نصرت نے آپ کے اور آپ نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم چومے۔

مصور پاکستان حضرت علامہ اقبال نے کیا خوب نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق
کبھی سوز و سرور انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر
کبھی مولا علی خیبر شکن عشق

(نسبت باعث جنت ص ۱۷۲-۱۷۱)

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ

''بخاری عبداللہ بن مسلمہ اور حاتم کی زبانی یزید بن عبید اور سلمہ بن اکوع کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ محاصرۂ خیبر کے دوران میں چند روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کسی نے نہیں دیکھا تھا جبکہ علم اسلامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسرے صحابی کو یکے بعد دیگرے دیئے تھے لیکن جب حضرت علی میدان جنگ میں تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ پچھلے چند روز وہ آشوب چشم کی حد سے زیادہ تکلیف میں مبتلا ہیں۔

بہر کیف آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس روز فرمایا کہ ''اب اسلامی علم اس شخص کو دیا جائے گا جو خدا اور اسی کے رسول سے بے انتہا محبت کرتا ہے اور خدا اور اس کا رسول بھی اسے بے حد چاہتے ہیں۔''

اس کے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ''خیبر کی فتح بھی اللہ تعالیٰ نے اسی کے نصیب میں لکھی ہے۔ اس لئے قلعہ خیبر انشاء اللہ تعالیٰ آج اسی کے ہاتھوں فتح ہوگا۔''[1]

(تاریخ ابن کثیر اردو ترجمہ البدایہ والنہایہ جلد چہارم ص ۶۰۵-۶۰۴ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

بخاری و مسلم یہی روایت چند دوسرے حوالوں سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قلعہ خیبر کے محاصرے کے دوران میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک رات ارشاد فرمایا:

کل صبح اسلامی علم اسے دیا جائے گا جو اللہ اور اس کے رسول سے بہت محبت کرتا

---

[1] اس مقام پر شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے رقم فرمایا ہے کہ

''ایک روایت میں آیا ہے کہ ''رجل کرار غیر فرار'' یعنی وہ مرد بار بار پلٹ پلٹ کر دشمن پر حملہ کرے گا اور پیچھے نہ ہٹے گا۔'' روضۃ الاحباب میں اسی کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ شخص بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہے پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے۔ (مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۱۱ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

مندرجہ بالا جملہ فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ اس سے پہلے جن اصحاب کو علم دیا گیا وہ فتح یابی کے بغیر واپس لوٹے تھے تو صحابہ پریشان تھے ان کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے حضور نے ایسا فرمایا جیسا کہ الخصائص النسائی میں موجود ہے۔

ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں۔

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بھی فرمایا کہ "انشاء اللہ قلعہ خیبر اسی کے ہاتھوں فتح ہوگا۔"

اس کے بعد جیسا کہ صحیح مسلم میں بیہقی کے حوالے سے ان راویوں کی زبانی جو غزوۂ خیبر میں شریک تھے بیان کیا گیا ہے کہ اگلی صبح صحابہ میں سے ہر شخص یہ سوچ رہا تھا کہ دیکھئے آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم کسے عنایت فرماتے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جسے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اور اللہ تعالیٰ سے محبت نہ ہو لیکن صبح ہوتے ہی جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طلب فرمایا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ حضرت علی آشوب چشم کی سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ یہ سن کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کو اپنی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا اور جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی دونوں آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگا دیا جس کے بعد جیسا کہ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے ان کی آنکھوں میں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں علم دیا اور اس کے ساتھ یہ حکم دیا کہ وہ قلعے کی دیوار کے نیچے جائیں اور وہاں رہنے والے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دیں اگر وہ اسے تسلیم کرلیں تو فبہا ورنہ قلع فتح کرنے کی کوشش کی جائے چنانچہ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) نے ایسا ہی کیا اور آگے بڑھ کر دیوار قلعہ کے پاس اپنا علم گاڑ کر بلند آواز سے دیوار پر پہرہ دینے والوں کو پکارا اور جب وہاں سے ایک یہودی نے پوچھا! "تم کون ہو؟" تو حضرت علی نے کہا "میں علی ابن ابی طالب ہوں" (کرم اللہ وجہہ الکریم)

حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) سے یہ سن کر وہ یہودی بولا کہ "ہم نے توریت میں یہ نہیں پڑھا کہ اس نام کا کوئی شخص اس قلعہ پر قبضہ حاصل کرسکے گا، بہتر ہے کہ تم یہاں سے واپس چلے جاؤ۔"

اس یہودی کے اس جواب پر حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے ساتھی مجاہدین کے ساتھ قلعہ پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے قلعہ فتح ہوگیا۔

(تاریخ ابن کثیر اردو ترجمہ البدایہ والنہایہ جلد چہارم ص ۶۰۵-۶۰۶)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خیبر پر حملہ:

شیخ محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوت[1] میں اور علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں نقل کیا ہے کہ

"بیہقی ان متعدد راویوں کے حوالے سے جنہوں نے غزوۂ خیبر میں شرکت کی تھی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) سے قبل حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو علم دے کر خیبر کے کسی قلعہ کی تسخیر کے لئے بھیجا تھا لیکن وہ قلعہ فتح نہ ہوسکا تھا اور وہ وہاں سے واپس آگئے تھے۔

بیہقی مذکورہ بالا حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں جو لوگ اس قلعے کی تسخیر کے لئے بھیجے گئے تھے ان میں سے ایک مجاہد محمود بن مسلمہ شہید بھی ہوگئے تھے تاہم یہ خیبر میں یہودیوں سے پہلی جنگ تھی جس میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے جنگ کرتے ہوئے یہودیوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے لیکن قلع فتح نہیں ہوسکا تھا۔"

(تاریخ ابن کثیر ترجمہ اردو البدایہ والنہایہ جلد چہارم ص ۶۰۶ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

[1] حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

"ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) علم اٹھا کر لشکر اسلام کو لے کر قلعہ پر آئے ہر چند سعی و کوشش کی مگر مراد حاصل نہ ہوئی دوسرے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم لے کر شجاع وصف شکن اصحاب کے ساتھ ابطال قتال وجدال ارباب ضلال کے لئے آئے اور مقاتلات عظیمہ سرانجام دیا مگر بے نیل مرام لوٹ آئے۔ تیسرے روز پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ سخت ترین محاصرہ وقتال کیا مگر عنان مراد ہاتھ نہ آئی اور لوٹ آئے۔ (مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۱۱ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قلعہ خیبر پر حملہ:

علامہ ابن کثیر مزید لکھتے ہیں کہ

''اس کے بعد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہودیوں کے ایک دوسرے قلعے ناعم کو فتح کرنے کے لئے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو بھیجا تھا لیکن وہ بھی یہودیوں سے سخت جنگ کے باوجود وہاں سے ناکام لوٹے تھے کیونکہ وہاں کے ہر یہودی نے سر دھڑ کی بازی لگادی تھی۔

اس کے بعد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا کہ آپ اگلے روز ایک ایسے شخص کو علم دیں گے جو خدا اور اس کے رسول سے بے انتہا محبت کرتا ہے اور خدا اور اس کا رسول بھی اس سے بے انتہا چاہت رکھتے ہیں اور انشاء اللہ العزیز وہ قلع فتح کرلے گا۔

(تاریخ ابن کثیر اردو ترجمہ البدایہ والنہایہ جلد چہارم ص ۶۰۶)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر بشارت اثر اور یہ مژدہ سعادت ثمر دیا تو تمام صحابہ راہ میں دیدۂ امید اور چشم انتظار لئے قبول درگاہ پر بیٹھ گئے تاکہ یہ دولت نصیب میں آئے اور اس فضیلت کے ساتھ مخصوص ہوں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چشم حق بین کے سامنے گیا اور سلام عرض کرکے دوزانو ہو کے بیٹھ گیا اور پھر اس امید کے ساتھ اٹھا کہ میں اس فضیلت کا مستحق ہوں۔'' (مدارج النبوت جلد دوم ص ۳۱۱ اردو مطبوعہ کراچی)

''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے بجز اس روز کے امارت کو کبھی پسند نہیں کیا اور نہ کبھی خواہش کی ایک روایت میں ہے کہ قریش کی جماعت ایک دوسرے سے کہتی تھی یہ تو طے سمجھو کہ علی ابن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ) تو اس مراد سے فائز نہ ہوں گے کیونکہ ان کی آنکھ اس

شدت سے درد کرتی ہے کہ وہ اپنے پاؤں تک نہیں دیکھ سکتے۔''

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۳۱۲ اردو مطبوعہ کراچی)

حضرت شیر خدا کی مدینہ منورہ سے آمد اور خیبر کو روانگی اور فتح یابی

''منقول ہے کہ جب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایسی بشارت کو فرماتے سنا تو ان کی خواہش میں لگن پیدا ہوئی اور دل چشم توکل میں اور امید بر فضل خدا رکھ کر دعا مانگی: **اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت** اے خدا! جب تو دینا چاہے تو کوئی روکنے والا نہیں اور جب تو باز رکھنا چاہے تو کوئی دینے والا نہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم درد چشم کی بنا پر خیبر کے سفر سے تخلف کرکے مدینہ منورہ میں ہی رہ گئے تھے۔ انہیں سخت ترین آشوب چشم تھا اور وہ اپنے (آپ) سے کہا کرتے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو کر مشغلہ جہاد سے دور رہ کر اچھا نہیں کیا ہے۔ سفر کی تیاری کرکے مدینہ طیبہ سے چل دیئے۔ اثناء راہ میں یا خیبر پہنچنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کی اطلاع ملی جب دن ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے ہر طرف سے عرض کیا وہ یہیں ہیں لیکن ان کی آنکھ اتنی درد کرتی ہے کہ وہ اپنے پاؤں تک کو دیکھ نہیں سکتے: فرمایا! ان کو میرے پاس لاؤ سلمہ بن اکوع گئے اور ان کو ہاتھ سے پکڑ کر حضور کے سامنے لائے اس کے بعد حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے سر کو اپنی مبارک ران پر رکھا اور اپنا لعاب دہن مبارک ان کی چشم مبارک میں لگایا اور دعا مانگی اسی وقت ان کی آنکھ سے درد جاتا رہا اور انہیں شفاء کلی حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد انہیں کبھی درد چشم اور درد سر لاحق نہ ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بھی پڑھی ''**اللّٰھم اذھب عنہ الحر والقر**'' اے خدا ان سے گرمی و سردی دونوں کو دور رکھ کیونکہ اکثر ابن آدم کا

اسی سے سابقہ پڑتا ہے۔ خصوصاً جنگ کے معرکوں میں اور ان دنوں خیبر کی ہوا بہت گرم تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں سردی سے دور رہنے کو بھی شامل فرما دیا۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ الکریم) سخت گرمی میں روئی کا لباس پہنتے اور سخت سردی میں باریک کپڑے کا لباس پہنتے تو انہیں کوئی نقصان وضرر نہ پہنچتا تھا۔

جب حضرت علی مرتضیٰ نے اس بیماری سے نجات پائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاص زرہ انہیں پہنائی اور ذوالفقار ان کی میان میں باندھی: فرمایا جاؤ التفات نہ کرنا جب تک کہ حق تعالیٰ تمہارے ہاتھ پر قلعہ فتح نہ فرما دے عرض کیا یا رسول اللہ! کہاں تک میں ان سے قتال کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک ان سے قتال کرو جب تک وہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی نہ دیں۔ جب وہ اس کی گواہی دیں گے تو وہ اپنے خونوں اور مالوں کو بچالیں گے مگر اس کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب خدا پر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب علی مرتضیٰ علم لے کر راہ میں آئے تو انہوں نے حضور سے عرض کیا: میں اس وقت تک ان سے جنگ کرتا رہوں گا جب تک کہ وہ ہماری مانند نہ ہو جائیں یعنی مسلمان نہ ہو جائیں۔ حضور نے فرمایا! عجلت نہ کرو اور جاؤ جب میدان کار زار میں پہنچو تو پہلے ان کو دعوت اسلام پیش کرو اور حق تعالیٰ کے وہ حقوق جو اس نے اپنے بندوں پر واجب کئے ہیں یاد دلاؤ: خدا کی قسم! اگر تمہارے سبب سے حق تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم ہزار سرخ اونٹ خدا کی راہ میں صدقہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ ہدایت کرنا موجب ثواب آخرت ہے اور اس دنیاوی متاع سے افضل و بہتر ہے جو راہ خدا میں خرچ کیا جائے۔ راہ حق بتانا افضل ترین اعمال میں سے ہے اور صدقہ کرنا ایسی عبادت ہے جو اس کی مانند مقدس یعنی فدیہ وکفارہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں واقع ہوا ہے کہ ذکر کرنا سونے چاندی کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے افضل ہے۔ اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ الکریم) علم لے کر روانہ ہوئے

اور قلعہ غموص کے نیچے آ گئے۔ انہوں نے علم کو سنگریزوں کے ایک ٹیلے پر جو قریب تھا نصب کیا۔ احبار یہود میں سے ایک نے جو قلعہ کے اوپر کھڑا تھا پوچھا اے صاحب علم تم کون ہو؟ اور تمہارا نام کیا ہے؟ فرمایا! میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ اس کے بعد یہودی نے اپنی قوم سے کہا قسم ہے توریت کی تم اس شخص سے مغلوب ہو گے یہ فتح کئے بغیر نہ لوٹے گا۔ ظاہر مفہوم یہ ہے کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ کی صفات اور ان کی شجاعت کو جانتا تھا کیونکہ توریت میں اس نے آپ کا وصف پڑھا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے اوصاف سابقہ کتابوں میں لکھے ہوئے تھے چنانچہ سب سے پہلے جو قلعہ سے باہر نکلا وہ حارث یہودی تھا جو مرحب کا بھائی تھا اور اس کا نیزہ تین من کا تھا۔ اس نے نکلتے ہی جنگ شروع کر دی اور اس نے کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد علی مرتضیٰ اس کے سر پر پہنچ گئے اور ایک ہی وار سے اسے دوزخ میں پہنچا دیا۔

مرحب کو جب اپنے بھائی کے مارے جانے کی خبر پہنچی تو وہ خیبر کے بہادروں کی جماعت کے ساتھ اسلحہ سے لیس ہو کر انتقام لینے کے لئے باہر نکلا۔

کہتے ہیں کہ مرحب خیبر والوں میں بڑا بہادر بلند قد وقامت والا بڑا جنگجو شخص تھا اور خیبر کے بہادروں اور شجاعوں میں اس کی برابری کا کوئی دوسرا شخص نہ تھا اس روز وہ دو زرہ پہن کر دو تلواریں حمائل کر کے دو عمامے باندھ کر اور اس کے اوپر خود رکھ کر یہ رجز کہتا ہوا معرکہ کارزار میں آیا۔

قد علمت خیبر انی مرحب
وشاکی السلاح بطل مجرب

کسی مسلمان کو ہمت نہ ہوئی کہ اس کے مقابل آتا اور میدان قتال میں اترتا چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ الکریم) بھی یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ
ضرغام اجام ولیث قسورہ

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے

• ضرغام ہوں اجام ہوں اور حملہ آور لیث ہوں

ضرغام، اجام اور لیث تینوں شیر کے مترادف المعنیٰ الفاظ ہیں۔ معرکہ کارزار میں رجز پڑھنا عرب کے شجاعوں بہادروں کی عادت ہے اور اس مقام میں اپنی تعریف کرنا جائز ہے تاکہ مخالف کے دل میں رعب وہیبت بیٹھے اور شوکت ودبدبہ ظاہر ہو۔

مرحب نے پیش دستی کر کے چاہا کہ حضرت علی مرتضیٰ کے سر پر تیغ کا وار کرے مگر حضرت مرتضیٰ نے سبقت کر کے اچھل کر ضرب ذوالفقار اس ملعون غدار کے سر پر ایسی رسید کی کہ خود کو کاٹتی زنجیروں کو چاٹتی حلق تک آ گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کی رانوں تک پہنچ گئی اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے ذہن کے قابوس تک پہنچی اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

اس کے بعد اہل اسلام بامداد حضرت امیر میدان میں اتر آئے اور یہودیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور یہود کے شجاعوں میں سے سات کو جہنم رسید کیا۔ ان کے باقی ساتھی ہزیمت اٹھا کے قلعہ مین داخل ہونے لگے۔ حضرت علی مرتضیٰ بھی ان کے تعاقب میں بڑھتے گئے۔ اسی حالت مین ایک یہودی نے آپ کے دست اقدس پر ایک وار کیا اور آپ کی ڈھال زمین پر گر پڑی۔ دوسرا یہودی اس ڈھال کو اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت امیر کو جوش آیا اس حالت میں قوت ربانی کی طرف سے ایسی روحانی قوت وارد ہوئی کہ آپ خندق کو پھاند کر قلعہ کے دروازہ پر پہنچ گئے اور قلعہ کے آہنی دروازہ کا ایک پٹ اکھاڑ ڈالا اور اس کی ڈھال بنا کر مشغول ہو گئے۔

سیدنا امام باقر سلام اللہ علیہ وآباءہ العظام واولادہ الکرام سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے در خیبر کو اکھاڑنے کے لئے جھنجھوڑا تو سارا قلعہ کانپنے لگا چنانچہ صفیہ بنت حی بن اخطب تخت سے گر پڑی اور اس کا چہرہ زخمی ہو گیا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد دو وجب کے

فاصلے پر آپ نے اس دروازہ کو پس پشت دور پھینکا اور کہتے ہیں کہ بعد میں سات قوی وتنومند آدمیوں نے مل کر اس در کو ایک پہلو سے دوسرے پہلو پر پلٹنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے اور چالیس آدمیوں نے مل کر چاہا کہ اسے اٹھا لیں مگر عاجز رہ گئے۔ روضۃ الاحباب، معارج النبوۃ اور سیر کی دیگر کتابوں میں ایسا ہی منقول ہے۔ معارج النبوۃ میں منقول ہے کہ اس کا وزن آٹھ سو من تھا۔

مواہب لدنیہ میں مروی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے جس باب خیبر کو اکھاڑا تھا اسے ستر آدمی انتہائی مشقت اور کوشش کے باوجود ہلا تک نہ سکے۔

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

سریہ علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں کہ

''حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو سو افراد کے ساتھ قبیلہ بنی سعد بن بکر کی جانب موضع فدک بھیجا گیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ بنی سعد بن بکر کے لوگ ایک لشکر جمع کر رہے ہیں تاکہ خیبر کے یہودیوں کو کمک پہنچائیں اور وہ سب مل کر مدینہ طیبہ پر حملہ کر دیں اس بنا پر ان کو بھیجا گیا۔

رات قطع مسافت کرتے اور دن کو پوشیدہ رہتے یہاں تک کہ فدک اور خیبر کے درمیان ان پر اچانک حملہ کر دیا۔ بنو سعد نے شکست کھائی۔ پانچ سو اونٹ اور ایک ہزار بکریاں قبضہ میں آئیں۔ اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بغیر اس کے، کہ کوئی نقصان ہو مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۳۶ مطبوعہ کراچی)

غزوۂ بنی نضیر اور حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ (بنی نضیر کے غزوہ میں) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کا خیمہ مبارک بنی خطمہ کے میدان میں نصب کیا گیا تھا۔ یہودیوں کے تیراندازوں میں ایک شخص (غرورا) نامی تیرانداز تھا۔ اس نے ایسا تیر پھینکا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ اقدس میں جا گرا خیمہ کو وہاں سے لے جا کر دوسری جگہ نصب کیا۔ امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اس کی گھات میں رہے۔ اچانک دیکھا کہ وہ چند آدمیوں کے ساتھ برہنہ شمشیر لئے باہر آیا۔

حضرت علی مرتضیٰ نے اس پر حملہ کیا اور اس بدبخت کے سر کو اس کے ناپاک جسم سے جدا کر کے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں لے آئے۔

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۵۶ مطبوعہ کراچی)

غزوۂ تبوک کے بعد...... وادیٔ رمل اور شجاعت مرتضوی

غزوہ تبوک میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں اپنے اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حفاظت و مدینہ طیبہ کی نگرانی کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا (خلیفہ) نائب مقرر فرمایا تھا اس لئے آپ وہاں تشریف نہیں لے گئے تھے اور جب آپ لوگوں کے مطاعن سے دلبرداشتہ ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں گریہ کرتے ہوئے حاضر ہوئے تھے تو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ''اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم مجھ سے ایسے ہو جیسے ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مگر میرے بعد نبی کوئی نہیں۔'' جب یہ غزوہ ہو چکا تو

''ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ عرب کی ایک قوم وادیٔ رمل میں آئی ہے اور ان کا ارادہ ہے کہ شب خون کے طور پر مدینہ منورہ پر حملہ کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کون ہے جو اس جماعت کے شر کو دور کرنے کی کوشش کرے؟

اصحاب صفہ کا ایک گروہ اس کے لئے تیار ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم عطا فرمایا اور اس گروہ پر انہیں امیر بنایا اور

دشمنوں کی طرف بھیجا۔ مخالفین کا قیام ایک وادی میں تھا جس میں بہت پتھر اور درخت تھے۔ اس وادی میں گزرنا دشوار معلوم ہوتا تھا۔ مسلمانوں نے جب اس وادی میں داخل ہونا اور حملہ کرنا چاہا اچانک مخالفین اکٹھے ہو کر اس وادی سے نکلے اور جنگ شروع کر دی چنانچہ بہت سے مسلمانوں نے شربت شہادت نوش کیا اور باقی شکست کھا گئے اور مدینہ لوٹ آئے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو ایک جھنڈا باندھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کیا جب وہ منزل مقصود پر پہنچے اس وادی میں داخل ہونا چاہتے تھے کہ مشرکین جو پتھروں اور درختوں کے پیچھے گھات لگائے ہوئے تھے نکلے اور مسلمانوں کی طرف رخ کیا جنگ وقتال کے بعد لشکر اسلام نے راہ فرار اختیار کی اور دارالسلام مدینہ کی طرف لوٹے۔

اس کے بعد عمرو ابن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو حسن تدبیر اور دانش مندی میں مشہور تھے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ان پر حملے کے لئے مجھے بھیجئے تا کہ ''الحرب خدعة'' پر عمل کرتے ہوئے دشمنوں کو مغلوب کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ایک جماعت کا امیر مقرر فرما کر مخالفین کی طرف بھیجا وہ بھی جب دشمنوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے ساتھ جنگ وقتال کیا مگر شکست کھا کر لوٹ آئے اور بعض مسلمان شہید ہو گئے۔

عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کی واپسی کے چند روز بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کے لئے جھنڈا تیار کیا اور آسمان کی طرف ہاتھ (مبارک) اٹھائے اور ان کے حق میں خوب دعا فرمائی اور مسجد احزاب تک حضرت علی کے ساتھ تشریف لائے اور حکم دیا کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اور عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہما) اور صحابہ کی ایک اور جماعت اس سفر میں حضرت علی کی رفاقت کرے اور ان کی صوابدید سے تجاوز نہ کریں۔

امیر المومنین حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) وادی الرمل کے راستہ سے اعراض کر کے عراق عرب کی طرف متوجہ ہوئے۔ منزلیں طے کرنے کے لئے مخالفین کے غارت کرنے کا ارادہ کر کے دن کے وقت راستہ سے ہٹ کر چلتے اور آرام و استراحت حاصل کرتے۔

جب مخالفین کے ٹھکانوں پر پہنچے لشکر کو حکم فرمایا کہ آرام کریں اور خود لشکر لے کر آگے[1] آگے روانہ ہوئے۔ عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) نے اپنی رائے کا اظہار کیا جوان کی رائے کے خلاف تھی۔ صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے کہا ہمیں حضرت علی کی صوابدید اور ان کی رائے پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم ان کی رائے کے خلاف نہیں کر سکتے۔

الغرض شاہِ مرداں کے دل میں جو خیال آتا اس پر عمل کرتے ہوئے چلتے رہے یہاں تک کہ طلوع فجر کے وقت دشمن کے سر پر جا پہنچے اور حسب دل خواہ دشمن سے انتقام لیا اور صاحب کشف الغمہ لکھتا ہے کہ سورۂ والعادیات اسی باب میں نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فتح کی بشارت دی۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم لوٹ کر مدینہ کے نزدیک پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ علیہم الرضوان کو استقبال کا حکم فرمایا اور خود بھی صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے جس وقت حضرت علی کی نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی گھوڑے سے اتر آئے اور پیادہ ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! سوار ہو خدا اور اس کا رسول تجھ سے راضی

---

[1] لشکر پورا وہ ہوتا ہے جس میں دائیں بائیں آگے پیچھے کے تمام لوگ شامل ہوں۔ دائیں والے لشکر کو میمنہ بائیں کو میسرہ آگے والے کو مقدمۃ الجیش اور پیچھے والے کو خلف الجیش کہتے ہیں۔ آپ کرم اللہ وجہہ اپنے مقدمۃ الجیش کو لے کر آگے بڑھے اور میمنہ میسرہ وغیرہ کو آرام کرنے کا حکم فرمادیا چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق عمل کیا گیا تو ان حکمت عملیوں کی وجہ سے حضرت حیدر کرار کرم اللہ وجہہ جنگ کے فاتح ہو کر واپس مدینہ منورہ لوٹے۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

ہیں۔ شاہِ مرداں انتہائی خوشی سے رونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ امت کے کچھ گروہ تیرے متعلق وہ کچھ کہیں گے جو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لوگوں نے کہا تو میں یقیناً تمہارے متعلق چند باتیں کہتا کہ جس قوم پر بھی تو گزرتا وہ تیرے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتی۔''

(معارج النبوت اردو جلد سوم ص ۴۴۲۔۔۔۔۔۔۴۴۱ مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

شجاعت مرتضوی اور آپ کرم اللہ وجہہ کا یمن میں ورود

صاحب معارج النبوت علامہ معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اہل یمن کے لئے) اس طرح مقرر فرمایا کہ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) یمن کی طرف جائیں اور لشکر کو موضع قبا میں معین کیا تاکہ وہ تمام لوگ جوان کے ساتھ نامزد ہیں اس جگہ جمع ہو جائیں اور حضرت علی کے لئے جھنڈا ترتیب دیا اور تین پیچ والی پگڑی آپ کے سر پر اپنے دست مبارک سے رکھی اور دو شملے رکھے ایک سامنے تقریباً ایک ہاتھ لمبا اور ایک پیچھے تقریباً ایک بالشت اور تقریباً تین سو بہادر حضرت علی کے ساتھ کر کے فرمایا:

''میں نے تجھے بھیجا ہے اور تیری جدائی کا افسوس ہے۔''

اور فرمایا:

''اے علی! ان کی سرزمین تک چلتا جا اور ان کے ساتھ جنگ نہ کرنا جب تک وہ خود جنگ میں پہل نہ کریں اور اس قوم کو کلمہ لا الہ الا اللہ کی ترغیب دے اگر قبول کریں تو نماز کو قائم کرنا ان کے لئے ضروری قرار دے اگر پوری طرح مطیع وفرمانبردار ہو جائیں تو انہیں حکم دے کہ اپنے اموال کے صدقات کو اپنے فقراء پر خرچ کریں اگر یہ قبول کرلیں پھر کسی بھی وجہ سے

معترض نہ ہونا۔''

کہتے ہیں کہ یمن کی طرف توجہ کے دوران حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھے اہل کتاب کی جماعت کے ملک میں بھیج رہے ہیں اور میں جوان ہوں اور علم قضا اور احکام شریعت کا چنداں علم نہیں رکھتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ (حضرت) علی کے سینہ پر رکھ کر فرمایا ''اللّٰھم ثبت لسانه واهد قلبه'' لامحالہ علم میں اس مرتبہ پر پہنچے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اقضاكم علي''

مروی ہے کہ وداع کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا ''والله لان يهدى الله على يديك رجلا واحدا خير لك مما طلعت عليه الشمس او غربت'' یعنی خدا کی قسم اگر تیرے ہاتھ خدا تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تجھے ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا یا غروب ہوتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تین سو دلاور مردوں کے ساتھ یمن کا عزم کیا۔ جب مقصد کے نزدیک پہنچے نصرت پناہ کو اطراف و جوانب میں متعین فرمایا بے شمار غنیمت ان کے قبضہ میں آئی۔

اور براء ابن عازب سے منقول ہے کہ جب ہم یمن کے نواح میں پہنچے ہم نے مخالفین کے لشکر کے نشان دیکھے۔ امیر المومنین حضرت علی نے نماز کے اور امامت سے فراغت کے بعد جنگ کے لئے صفیں درست کیں اور اس کے بعد میدان میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کو ان کے سامنے پڑھا اور اس قوم کو ملت قویم اور صراط مستقیم قبول کرنے کی دعوت دی۔ قبیلہ ہمدان اور اہل یمن فی الفور مسلمان ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سیّد انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عریضہ بھیج کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال سے آگاہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر سے آگاہ ہو کر سجدۂ شکر ادا فرمایا۔''

بعض کتب تاریخ میں ہے کہ جب حضرت علی کی نصرت پناہ سپاہ ہر طرف جہاد اور

قتال کے لئے گئی ہوئی تھی اور بے شمار غنیمت جمع کر لی۔ حضرت علی نے بریدہ بن الخصیب کو غنائم کے پاس چھوڑا اور خود مخالفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ فریقین کی ملاقات کے بعد حضرت علی نے ان کی توجہ اسلام کی طرف مبذول کروائی۔ اس گروہ نے دعوت کو قبول نہ کیا اور تیر و تفنگ پر اتر آئے۔ حضرت علی نے کچھ دیر توقف کے بعد حکمت و موعظت حسنہ کے ساتھ انہیں راہ حق کی دعوت دی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جب آپ نے دیکھا کہ جنگ کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں تو صفوں کو درست کیا۔ مسعود بن سنان ثقفی کو جھنڈا دیا جب فریقین صفیں درست کرنے میں مصروف ہوئے مخالفین میں سے ایک شخص قبیلہ بنی مدنج کا میدان میں آیا اسود خزاعی ببر شیر کی مانند مقابلہ کے لئے نکلا اور تلوار کی ایک ہی ضرب سے اسے جہنم میں پہنچا دیا۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے میدان میں قدم رکھا۔ جب مشرکین میں سے اٹھائیس اشخاص قتل ہو گئے بقیۃ السیف شکست کھا کر بھاگ گئے۔ حضرت علی نے آگے بڑھ کر انہیں پھر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ وہ تمام مسلمان ہو گئے اور حضرت امیر سے درخواست کی کہ وہ لوگ جنہوں نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن میں نہیں ڈالا اور ایمان کی خوبصورت ریشمی چادر کو اپنے انقیاد کے کندھوں پر نہیں ڈالا ان کے ساتھ جنگ کریں اور یہ ہمارے اموال ہیں۔ ان میں سے خمس جدا کیجئے تاکہ صدقات کی ذمہ داری سے نکلیں۔ امیر المومنین حضرت علی نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور غنائم کو تقسیم کرنے میں مصروف ہوئے اور اس سے خمس جدا کر دیا اور ابو رافع کو اس کی حفاظت پر متعین فرمایا پھر تیز رفتاری سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حرم کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔

(معارج النبوت اردو جلد سوم (۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹) مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

شب ہجرت اور شجاعت مرتضوی پر اللہ تعالیٰ کی مباہات

''جس رات (شب ہجرت) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کے بستر (مبارک) پر قیام کیا اور اپنی جان نثاری کا مظاہرہ کیا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے تمہارے درمیان عقد مواخات باندھا ہے اور ہر ایک کی عمر ایک دوسرے سے زیادہ بتائی۔ تم اپنے دوست کی زندگی کو اپنی زندگی سے زیادہ عزیز رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہر شخص کو اپنی زندگی عزیز ہے۔ وحی آئی کہ علی ابن ابی طالب کو دیکھو میں نے علی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عقد مواخات باندھا' حضرت علی نے اپنی جان شیریں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر قربان کر دیا اور اسے اپنی زندگی پر ترجیح دی اب تم اس سبز گنبد یعنی آسمان سے محیط غبراء یعنی زمین پر جاؤ اور دشمنوں کے شر سے ان کی حفاظت کرو۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے انہوں نے اس نیلگوں چھت سے پرواز کی اور ربع مسکوں پر اترے۔ جبرئیل علیہ السلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سرہانے اور حضرت میکائیل علیہ السلام آپ کے پاؤں کی طرف بیٹھ گئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ واہ واہ علی! تجھ جیسا کوئی نہیں ملاء اعلیٰ میں ملائکہ کے درمیان خداوند قدوس تجھ پر فخر و مباہات کرتا ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی......

ومن الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضات الله والله رءوف بالعباده (معارج النبوت جلد سوم ص ۳ مطبوعہ لاہور)

غزوۂ حنین اور حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

حافظ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں کہ

(غزوۂ حنین میں) مالک بن عوف کی ایک جنگی چال کے مطابق جب اسلامی لشکر اہل ہوازن اور دوسرے باغی قبائل کی طرف سے مطمئن ہو کر وادی حنین میں ٹھہر گیا تو وہ ٹڈی دل لشکر کی طرح ادھر سے ادھر امڈ آیا اور اسلامی لشکر کو گھیرے میں لے کر اس پر ٹوٹ پڑا تو اکثر مسلمان اس آفت ناگہانی سے ایسے گھبرائے کہ انہیں تن بدن کا ہوش نہ رہا اور

ان میں سے جس کا منہ جس طرف اٹھا بھاگ کھڑا ہوا اور آنحضرت انہیں پکارتے رہ گئے کہ "اے لوگو! کدھر جا رہے ہو؟ میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں' دیکھو میں اللہ کا رسول محمد بن عبداللہ ہوں" لیکن اس افراتفری میں آپ کی آواز بھی صدا بصحرا ثابت ہوئی البتہ جن اہل ایمان نے اس وقت بھی صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اور اپنی قلیل تعداد کے باوجود مالک بن عوف کے اس ٹڈی دل لشکر کا منہ پھیر دیا۔ ان میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہل بیت میں سے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) اور دوسرے لوگوں میں ابوسفیان ابن حارث بن عبدالمطلب ان کے بھائی ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب فضل بن عباس اور ایک روایت کے مطابق فضیل بن ابوسفیان ایمن بن ام ایمن اور اسامہ بن زید پیش پیش تھے ان کے علاوہ مہاجرین کا ایک گروہ جن میں قثم بن عباس اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم شامل تھے اپنی مضبوطی سے جما رہا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے جنہوں نے انتہائی دلیری کا مظاہرہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفید اونٹنی کو جس پر آپ سوار تھے ایک درخت کے نیچے لا کر اس کے گرد وپیش جم کر کھڑے ہو گئے دوسری طرف جیسا کہ محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے ہوازن کا ایک شخص سرخ رنگ کا اونٹ سوار اور ایک ہاتھ میں سیاہ پرچم اور دوسرے میں انتہائی لمبا نیزہ لئے ہوئے آپ کی طرف بڑھ رہا تھا اور اس کے پیچھے اہل ہوازن کی کثیر تعداد تھی۔ محمد بن اسحاق کے مطابق وہ ہوازن کا امام تھا اس نے آگے بڑھ کر اپنا نیزہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بڑھایا اور اس کے ساتھی آپ کے محافظین کی طرف بڑھے لیکن اسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پیچھے سے اس شخص پر تلوار ماری جو اس کے سر سے سینے تک اتر گئی اور ایک انصاری نے اس کا پاؤں پنڈلی تک اپنی تلوار سے کاٹ کر الگ کر دیا تو وہ اپنے اونٹ سے زمین پر آ رہا جس کے بعد اس کے ساتھی بلکہ سارا لشکر ان چند مسلمانوں کے تابڑ توڑ حملوں کی تاب نہ لا کر پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔

ایک روایت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت (صلی

اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا تھا یارسول اللہ آج شیروں کے شیر (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کو اتنا مال غنیمت نہیں ملا جس کے وہ مستحق تھے۔ اس کے جواب میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ''عمر تم نے سچ کہا''

ایک دوسری روایت میں یہ قول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا گیا ہے۔ (تاریخ ابن کثیر اردو ترجمہ البدایہ والنہایہ جلد چہارم ص ۷۴۸، ۷۴۹)

فتح مکہ، کسر اصنام حرم اور حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتح مکہ کے واقعات کا تذکرہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

''اہل سیر لکھتے ہیں کہ مشرکوں نے تین سو ساٹھ بت خانہ کعبہ کے اطراف و جوانب میں نصب کر رکھے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ شیطان کے ان بتوں کے پاؤں کو سیسہ سے زمین میں جما رکھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس عصائے مبارک سے جو آپ کے دست اقدس میں رہتا تھا بتوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے

''جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا''

حق آ گیا اور باطل فرار ہو گیا' بلاشبہ باطل کو تو فرار ہونا ہی تھا۔

اور وہ بت منہ کے بل گر پڑتے ایک روایت میں ہے کہ ''قفا'' یعنی گدی کے بل گر پڑتے۔ دونوں روایتوں میں مطابقت اس طرح کرتے ہیں کہ اگر عصا کا اشارہ منہ کی طرف ہوتا تو وہ گدی کے بل گر پڑتے اور اگر گدی کی طرف اشارہ ہوتا تو منہ کے بل گر پڑتے تھے۔

بعض سیر کی کتابوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روز فتح مکہ خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت پائے جس کی طرف قبائل عرب حج کرتے اور ان کے لئے قربانی کرتے تھے اس پر بیت اللہ نے خدا

سے شکایت کی اور مناجات کی کہ اے میرے رب! کب تک تیرے سوا میرے اردگرد بتوں کی پوجا ہوتی رہے گی؟

پھر خدا نے بیت اللہ کی طرف وحی بھیجی کہ عنقریب میں تیرے لئے اپنے نور کو پیدا کروں گا اور تیری طرف ایسی قوم کو بھیجوں گا جو کرگسوں کی مانند دھیمی چال سے آئیں گے اور ان پرندوں کی مانند جو ذوق و شوق کے ساتھ اپنے انڈوں کی طرف آتے ہیں تیری طرف آئیں گے اور تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کرتے ہوں گے اور اساف و نائلہ اور ہبل کو جو بڑے بڑے بت ہیں توڑ دیں گے۔

مروی ہے کہ اساف کوہ صفا پر نصب تھا اور نائلہ کوہ مروہ پر اہل سیر کہتے ہیں کہ دراصل یہ دونوں بت قبیلہ جرہم کے مرد و عورت تھے جنہوں نے خانہ کعبہ میں زنا کیا تھا اس بنا پر حق تعالیٰ نے ان کو مسخ کر کے دونوں کو پتھر کا کر دیا اور قریش نے اپنی کمال جہالت اور فرط ضلالت سے انہیں پوجنا شروع کر دیا اور ان دو پتھروں سے اپنے سر مارنے لگے۔

جس وقت ان دونوں بتوں کو توڑا گیا تو ان میں سے ایک سیاہ رنگ کی کلموئی عورت باہر نکلی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہے نائلہ جو آج کے بعد ابد تک کبھی نہیں پوجی جائے گی اور جب بت ہبل کو توڑا گیا تو حضرت زبیر بن العوام نے ابوسفیان سے کہا یہ ہے وہ بت ہبل جس پر روز احد تم ناز کرتے تھے اور نعرہ لگاتے تھے کہ ''اعل ہبل'' (بلندی ہو ہبل کی) آج وہ توڑ دیا گیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا مجھے چھوڑ دو اور میری سرزنش نہ کرو اگر خدائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو ضرور ہماری مدد کرتا اور اس کے برخلاف صورت رونما ہوتی۔

بعض سیر کی کتابوں میں ہے کہ چند بڑے بڑے بت اونچی جگہوں پر نصب تھے جن تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ان میں سب سے اونچا اور بڑا بت وہ تھا جسے ہبل کہتے تھے۔ علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! اپنے قدم

ناز کو میرے کندھوں پر رکھئے اور ان بتوں کو گرا دیجئے۔"

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے علی! تم میں بار نبوت اٹھانے کی طاقت نہیں ہے[1] تم میرے کندھوں پر آؤ اور ان بتوں کو گراؤ۔

امتثالا للامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر آئے اور ان کو گرایا اس حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) سے پوچھا خود کو کیا دیکھتے ہو؟

عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا تمام حجابات اٹھ گئے ہیں اور میرا سر ساق عرش سے جا ملا ہے اور جدھر میں ہاتھ پھیلاؤں وہ چیز میرے ہاتھ آ جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے علی! تمہارا کتنا اچھا یہ وقت ہے کہ تم کارِ حق ادا کر رہے ہو اور میرا حال کتنا مبارک ہے کہ میں بارِ حق اٹھائے ہوئے ہوں۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) نے بتوں کو زمین پر گرایا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تو خود کو دوش رسول سے زمین پر گرا دیا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ خود کو خانہ کعبہ کے قریب گرا دیا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کی بنا پر تھا جب وہ زمین پر گرے تو تبسم فرمایا۔ حضور نے ان سے پوچھا کہ کس چیز نے تمہیں ہنسایا؟ عرض کیا اس چیز نے مجھے ہنسایا کہ میں نے خود کو اتنی بلندی سے گرایا اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تمہیں تکلیف کیسے پہنچتی جبکہ تمہیں اٹھانے والا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو اور اتارنے والا جبریل (علیہ السلام) ہو۔"

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۸۶-۲۸۵ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

---

[1] ان الفاظ کے ناقلین پر حیرت ہوتی ہے کہ یہی ناقلین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواریوں اور یعفور گدھے کو اور حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنی کا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر سفر کرنا تحریر کرتے ہیں حیرت ہے کہ خچر، گدھے اور اونٹنیاں تو نبی کریم علیہ السلام کو اٹھالیں اور حضرت شیر خدا یہ بوجھ نہ اٹھا سکیں لہٰذا ناقلین کا یہ جملہ از خود لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے اور محل نظر ہے۔ فقیر محمد مقبول احمد سرور

حسان پاکستان محمد اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے کہ

کعبے کے بت گرائے نہیں اپنے ہاتھ سے
حضرت نے مسکرا کے پکارا علی علی
اہل نظر کی آنکھ کا تارا علی علی
اہل وفا کے دل کا سہارا علی علی

غزوۂ بنو قریظہ اور حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

شاہ معین الدین ندوی رقم طراز ہیں کہ

''بنو قریظہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کے باوجود ان کے مقابلے میں قریش کا ساتھ دیا اور تمام قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا تھا اس لئے غزوہ خندق سے فراغت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف توجہ دی اس مہم میں بھی علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے مطابق قلعہ پر قبضہ کر کے اس کے صحن میں عصر کی نماز ادا کی۔''

(زرقانی غزوہ بنی قریظہ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۲۵۳ از علامہ ندوی)

صلح حدیبیہ اور حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

علامہ ندوی ہی لکھتے ہیں کہ

''اسی سال یعنی ۶ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً چودہ سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ زیارت کعبہ کا ارادہ فرمایا۔ مقام حدیبیہ میں معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ مزاحمت کریں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گفتگو کے لئے سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ مشرکین نے ان کو روک لیا اور یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ وہ شہید کر دیئے گئے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقام کے لئے

مسلمانوں سے بیعت لی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اس بیعت میں شریک تھے بعد کو جب یہ معلوم ہوا کہ شہادت کی خبر غلط تھی تو مسلمانوں کا جوش کسی قدر کم ہوا اور طرفین سے مصالحت پر رضامندی ظاہر کی گئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو صلح نامہ لکھنے کا حکم ہوا۔ انہوں نے حسب دستور "هذا ما قاضى عليه محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم" کی عبارت سے عہد نامہ کی ابتدا کی۔

مشرکین نے "رسول اللہ" کے لفظ پر اعتراض کیا۔ اگر ہمیں (آپ کا) رسول اللہ ہونا تسلیم ہوتا تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت علی کو) اس لفظ کے مٹا دینے کا حکم دیا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غیرت نے گوارا نہ کیا اور عرض کی "خدا کی قسم میں اس کو نہیں مٹا سکتا"[1] اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے اس کو مٹایا۔ اس کے بعد معاہدہ صلح لکھا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیارت کا ارادہ ملتوی کر کے مدینہ واپس تشریف لائے۔"

(بخاری کتاب الصلح زرقانی باب غزوۂ حدیبیہ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۲۵۳-۲۵۴)

[1] اس جواب میں کہ "خدا کی قسم میں ہرگز یہ نہیں مٹا سکتا" شیعہ حضرات کے بہت بڑے اعتراض کا جواب ہے کہ وہ حضرت عمر کے متعلق کہتے ہیں حضور نے ان کو کاغذ اور قلم لانے کا حکم فرمایا تو وہ نہ لائے۔ (حدیث قرطاس مشہور ہے) انہوں نے رسول اللہ کی نافرمانی کی تو اہل سنت اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ ادب کا تقاضا تھا نافرمانی نہ تھی۔ جیسا کہ حدیبیہ میں حضرت علی نے نہیں کی۔

جنگ جمل و جنگ صفین اور حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

جنگ جمل اس جنگ کو کہتے ہیں جو ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے درمیان واقع ہوئی اور جنگ صفین اس معرکہ کا نام ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے مابین برپا ہوا تھا۔

پہلی جنگیں کفار اور مسلمانوں کے درمیان لڑی گئیں اس لئے ان پر تبصرہ یا ان کا تذکرہ کرنا بالکل بجا ہے اور برحق لیکن یہ جنگیں کیونکہ مسلمانوں میں فریقین کے درمیان ہوئیں اس لئے اس کا ذکر اول تو کرنا ہی نہ چاہئے کیونکہ احادیث مبارکہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مشاجرات کا ذکر کرنے سے منع فرما دیا گیا ہے اس لئے کہ جب ان محاربات کا ذکر کیا جائے گا تو لازماً ایک فریق کا بغض دل میں اترے گا اور وہ یا تو عام انسان کو رافضی بنا دے گا یا خارجی اگر کسی نے صحابہ کی محبت کی وجہ سے مولائے کائنات کا بغض دل میں رکھا تو وہ خارجی ہو جائے گا اور اگر اس کے بالعکس ہوا تو رافضی ہو جائے گا۔ یہ دونوں راستے گمراہی کی طرف لے جانے والے ہیں کیونکہ حب علی بھی عین ایمان ہے اور حب صحابہ بھی ایمان کی جان ہے۔

اسلام ما محبت خلفاء راشدین
ایمان ما محبت آل محمد است

یا پھر اگر ضرور ان محاربات ومشاجرات کا ذکر کرنا ہی ہے تو احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے کہ کہیں بے احتیاطی ایسا کرنے والے کو جہنم کے راستے پر نہ ڈال دے۔

جنگ جمل کے وقوع کا سبب قاتلین عثمان کے قصاص کا مطالبہ تھا۔ ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیونکہ تمام مومنین کی روحانی ماں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "**وازواجہ امھاتھم**" نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ اس لحاظ سے فریقین کے صحابہ تمام کے تمام حضرت عائشہ کے روحانی فرزند تھے اور بیٹوں میں جب کوئی لڑائی پھوٹ پڑے تو ماں کا حق ہوتا ہے کہ ان کی فہمائش کرے چنانچہ ام المومنین نے اپنا یہ حق استعمال کرتے ہوئے اپنے روحانی بیٹوں کی فہمائش کا پورا پورا حق ادا کیا لیکن اگر وہ اس فہمائش میں کما حقہ کامیاب ہو جاتیں تو قاتلین عثمان غنی قصاص میں قتل کر دیئے جاتے اس کے پیش نظر ان قاتلین نے اس فہمائش کو کامیاب نہ ہونے دیا اور ہزاروں افراد نے کہا کہ ہم سب قاتلین عثمان ہیں اور کوشش کر کے اپنے مدمقابل پر شب خون مارا جس سے غلط فہمی ہونے کی وجہ سے جنگ چھڑ گئی اور اس میں بھی فاتح حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی قرار پائے جبکہ حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت عائشہ کو حضرت علی نے یاد دلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں علیحدہ علیحدہ فرمایا تھا کہ تم ایک دن علی سے ناحق لڑائی کرو گے اور میری ایک زوجہ جنگ کے لئے نکلیں گی تو مقام حواب پر کتے بھونکیں گے چنانچہ ایسا ہونے اور یاد آنے پر یہ نفوس قدسیہ جنگ سے علیحدہ ہو گئے اور مروان خبیث نے اس کے باوجود حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کروا دیا اور ساٹھ فرزندان روحانی اپنی اماں حضرت عائشہ کے اونٹ کی باری باری حفاظت کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے اس لئے اس کو جنگ جمل کہتے ہیں کیونکہ عربی میں اونٹ کو جمل کہا جاتا ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جنگ صفین بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بھی قصاص عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داعی تھے اور وہ ان کے ولی الدم تھے۔ انہوں نے جامع مسجد کوفہ میں حضرت عثمان کا خون آلود قمیص اور حضرت نائلہ زوجہ عثمان کی کٹی ہوئی انگلیاں لٹکا رکھی تھیں جنہیں دیکھ کر وہ لوگ قصاص عثمان کے مطالبہ پر برانگیختہ ہوتے تھے بالآخر جب یہ جنگ ہوئی تو لشکر معاویہ نے ہر طرح سے شکست کھائی اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ پر جنگ بندی کی تدبیر کرتے ہوئے نیزوں پر قرآن بلند کئے اور پھر امیر معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص اور حضرت علی کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو حکم منتخب کیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ یہ دونوں حضرات باہمی مشاورت سے ایک سال کے بعد اسی مقام پر خلیفہ کا چناؤ کریں گے اور وہ خلیفہ قاتلین عثمان غنی سے قصاص لے گا۔

ان لوگوں میں سے جو بظاہر محبان علی وشیعان حیدر کرار تھے کچھ لوگوں نے حضرت علی سے یہ کہہ کر زبردست اختلاف کیا کہ حاکم تو صرف اللہ تعالیٰ ہے علی نے بندوں کو حاکم مان کر (ان کو حکم بنا کر) شرک کیا ہے اور وہ دشمنان علی ہو گئے۔ یہ خارجی لوگ کہلاتے ہیں۔ آج بھی مبغضین علی کو اسی بنا پر خارجی کہا جاتا ہے پھر ان لوگوں سے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی لڑائیاں ہوتی رہیں اور آپ ہمیشہ فتح یاب ہوتے رہے۔

حضرت امیر معاویہ وحضرت علی کی جنگ میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ کیا ہمیں کچھ کہنے کا حق حاصل ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں اس لئے کہ دونوں شخصیات اسلام کے نامور افراد ہیں اور اصحاب رسول ہیں۔ دونوں پوری امت مصطفویہ کے لئے رفیع الشان اور عزیز از جان ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی تنقیص وتوہین کرنا جہنم کی راہ پر چلنے کے مترادف ہے۔

مثال کے طور پر زید کے والد اور چچا آپس میں اگر لڑ پڑیں تو زید کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دونوں میں سے کسی کو برا کہے یا دونوں کا فیصلہ کرے کیونکہ وہ دونوں اس کے بزرگ ہیں۔ بالکل اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ

وسلم کے کاتب ہیں۔ صحابی رسول ہیں اور برادر نسبتی ہیں اور حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ ہر مومن کے مولا ہیں۔ سرکار کے داماد ہیں۔ چچا کے بیٹے ہیں۔ ان نسبتوں کو مدنظر رکھ کر کسی کلمہ گو مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ دونوں میں سے کسی کو برا کہے یا ان کے درمیان فیصلہ کی بات کرے۔

رہی یہ بات کہ دونوں میں سے حق پر کون تھا؟ یہ فیصلہ بھی زبان نبوت سے ہونا چاہئے تو زبان نبوت سے اعلانات ہو چکے ہیں کہ ''حق علی کے ساتھ اور علی حق کے ساتھ ہے'' اور ''اے اللہ حق کو ادھر پھیر دے جدھر علی ہو''۔ (ترمذی) اور ''اے اللہ معاویہ کو ہادی ومہدی بنا اور ذریعہ ہدایت بنا''۔ (ترمذی) جس کلمہ گو کو زبان نبوت پر اعتماد ہے وہ ان اعلانات کی روشنی میں خوب حق کو سمجھ سکتا ہے۔ تاریخ وسیر کی بھی وہی بات قابل تسلیم ہوگی جو زبان نبوت کے موافق ومطابق ہوگی اور جو بات قرآن وحدیث کے خلاف ہوگی ردّی کی ٹوکری میں ڈال دی جائے گی۔

صحابی رسول کا مقام تمام امت مصطفویہ سے فوق ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''لا تسبوا اصحابی'' ''میرے صحابی کو گالی نہ دو اور فرمایا'' میرا صحابی ایک صاع جو صدقہ کرے اور تم احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرو تو برابری نہیں ہو سکتی۔
(مشکوٰۃ شریف)

حضرت امیر معاویہ صحابی رسول ہیں ان کو اس درجہ سے کوئی ماں کا لال علیحدہ نہیں کر سکتا اور حضرت مولائے کائنات صحابی رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اہل بیت عظام میں بھی شامل ہیں ان کو بھی اس فوقیت سے کوئی ماں کا لال جدا نہیں کر سکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت امیر معاویہ سے بہر کیف افضل واعلیٰ ہیں اس بات کو بھی کوئی ماں کا لال نہیں جھٹلا سکتا۔

اہل سنت کے ہاں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر الفاروق پھر حضرت عثمان غنی پھر حضرت حیدر کرار ہیں پھر عشرہ مبشرہ ہیں پھر بدری صحابی پھر احد

والے اور حدیبیہ والے ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کے دست اقدس پر بیعت رضوان کی تھی جیسا کہ شیخ محقق نے تکمیل الایمان میں تحریر فرمایا ہے اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا اہل سنت نہیں ہو سکتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عمرۃ القضاء کے صحابیوں میں سے ہیں۔

حضور علیہ السلام کے ہر صحابی کو عادل ماننا بھی ضروریات اہل سنت سے ہے لہٰذا ہر صحابی کے متعلق عقیدہ درست رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر صحابی رسول سے وعدہ حسنیٰ فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ

''کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی'' (الآیت)

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کے غزوات اور جنگوں میں بہادری وشجاعت کا باب اختصاراً اہم یہیں پر اس دعا کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ

اے اللہ! ہم سب مسلمانوں کو حضور علیہ السلام کے جملہ قرابت داروں اور نسبت والوں سے عقیدت ومحبت کامل رکھنے کی توفیق عطا فرما۔

آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اہل سنت کا ہے بیڑا پار، اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کی

فصاحت وبلاغت اور خطابت

ایک فصیح وبلیغ خطیب کے لئے الفاظ کی ندرت استعاروں پر قدرت فی البدیہہ انداز خطابت اور دلائل کی کثرت کا پایا جانا اس کے خطبات کو چار چاند لگا دیتا ہے اور یہ خداد صلاحیت ہوا کرتی ہے حضرت علی مرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو تقریر وخطابت میں یہ بے مثال انداز اور ملکہ خداداد بدرجہ اتم حاصل تھا مشکل سے مشکل مدعا آسان سے آسان پیرایہ میں بیان فرماتے اور پھر بیان فرماتے ہی چلے جاتے بڑے بڑے اجتماعات میں فی البدیہہ خطبات ارشاد فرمایا کرتے اور تقریریں نہایت فصیح وبلیغ مدلل وموثر ہوا کرتی تھیں، آپ کے ان عدیم النظیر خطبات کو نہج البلاغہ کی صورت میں جمع کر دیا گیا ہے جس کی مختلف شروحات بھی منصۂ شہود پر موجود ہیں۔ آپ کے زور خطابت اور ملکہ خداداد کا اندازہ مندرجہ ذیل ایک خطبہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

۳۹ھ میں جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے خلاف مدافعت کی بجائے جارحانہ طریق عمل اختیار کیا تو آپ نے جمعۃ المبارک کے روز اپنی جماعت کو ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔

"اما بعد! فان الجهاد باب من ابواب الجنه من تركه البسه الله ازلة وشمله بالصغار وسيم الخسف وسيل اضيم وانى قددعوتكم الى الجهاد وهولاء القوم ليلا ونهارا و سرا وجهارا

وقلت لكم اعزوهم قبل ان يغزوكم فما غزى قوم فى عقرد ارهم الا زلوا واجترع عليهم عدوهم هذا اخوابنى عامر قدود د الانبار وقتل ابن حسان البكرى وازال مسالحكم عن مواضعها وقتل رجالكم صالحين وقد بلغنى انهم كانوا يدخلون بيت المراة المسلمة والاخرى المعاهدة فيغزع خجلها من رجلها وقلائدها من عنقهايا عجبا من امريميت القلوب ويحتليب النعم ويستعر الاحزان من اجتماع القوم على باطلهم وتفرقكم عن حقكم فبعدالكم وسحقا تد مرتم غرضا ترمون ولا ترمون ويغار عليكم ولا تغيرون فيعصى الله فترضون اذا قلت لكم سيروا فى الشتاء قلتم كيف تغزو فى هذا لقر والصر وان قلت لكم سيروا فى الصيف قلتم حتى ينصرم عنا حرارة القيظ وكل هٰذا فرار من الموت فاذا كنتم من الحرو القرتفرون فانتم والله من السيف افر والذى نفسى بيده منامن ذالك تهربون ولكن من السيف تحيدون يا اشباه الرجال ولا الرجال ويا احلام اطفال وعقول ربات الجحال اما والله لوددت ان الله اخرجنى من بين اظهركم وقبضتى الى رحمة من بينكم ووددت انى لم اراكم ولم اعرفكم والله ملاتم صدرى غيظا وجرعتمونى الامرين انفاسا وافسدتم على رأى بالعصيان والخذلان"

(فہرست ابن الندیم بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۳۲۰-۳۱۹-۳۱۸)

• حمد ونعت کے بعد: جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس نے اس کو چھوڑا خدا اس کو ذلت کا لباس پہنائے گا اور رسوائی کو اس کے شامل حال کرے گا اور

اسے ذلت کا مزہ چکھائے گا اور دشمنوں کی دست درازی میں گرفتار کرے گا۔

میں نے تم کو شب و روز علانیہ اور پوشیدہ ان لوگوں سے لڑنے کی دعوت دی اور میں نے کہا کہ اس سے پہلے کہ وہ حملہ کریں میں حملہ کردوں کوئی قوم جس کے گھر میں آ کر حملہ کیا جائے وہ ذلیل و رسوا ہوتی ہے اس کا دشمن اس پر جری ہوتا ہے۔

دیکھو کہ عامری نے انبار میں آ کر حسان بکری کو قتل کر دیا تمہارے مورچوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا تمہاری فوج کے چند نیکوکاروں بہادروں کو قتل کر ڈالا اور مجھے یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ وہ مسلمان اور ذمی عورتوں کے گھروں میں گھسے اور ان کے پاؤں سے ان کے پازیب ان کے گلے سے ان کے ہار اتار لئے۔ ایک قوم کا باطل پر اجتماع اور تمہارا امر حق سے برگشتہ ہونا کس قدر تعجب انگیز ہے جو دلوں کو مردہ کرتا ہے اور رنج و غم کو بڑھاتا ہے۔

تمہارے لئے دوری اور ہلاکت ہو تم نشانہ بن گئے ہو اور تم پر تیر برسایا جاتا ہے لیکن تم خود تیر نہیں چلا سکتے تم پر غارت گری کی جاتی ہے لیکن تم غارت گری نہیں کرتے خدا کی نافرمانی کی جاتی ہے اور تم اس کو پسند کرتے ہو جب میں تم سے کہتا ہوں کہ موسم سرما میں فوج کشی کرو تو تم کہتے ہو کہ اس قدر سردی اور پالے میں کس طرح لڑ سکتے ہیں اور اگر کہتا ہوں موسم گرما میں چلو تو کہتے ہو کہ گرمی کی شدت کم ہو جائے تب حالانکہ یہ سب موت سے بھاگنے کا حیلہ ہے پس جب تم گرمی سردی سے بھاگتے ہو تو خدا کی قسم تلوار سے اور بھی بھاگو گے۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم اس سے نہیں بھاگتے بلکہ تلوار سے جان چراتے ہو اے مرد نہیں بلکہ مرد کی تصویرو! اور اے بچوں اور عورتوں کی سی عقل اور سمجھ رکھنے والو! خدا کی قسم میں پسند کرتا ہوں کہ خدا تمہاری جماعت سے مجھے نکال لے جائے اور (موت دے کر) اپنی رحمت نصیب کرے۔

میری تمنا تھی کہ تم سے جان پہچان نہ ہوتی: خدا کی قسم! تم نے میرا سینہ غیظ اور غضب سے بھر دیا ہے۔ تم نے مجھے وہ تلخیوں کے گھونٹ پلائے ہیں اور عصیان و نافرمانی

کر کے میری رائے کو برباد کر دیا ہے۔

آپ کے طرف داروں کے دل اگرچہ پژمردہ ہو چکے تھے اور قوائے عمل نے جواب دے دیا تھا تاہم اس پر جوش اور ولولہ انگیز تقریر نے تھوڑی دیر کے لئے ہلچل پیدا کر دی اور ہر طرف سے پر جوش صداؤں نے لبیک کہا۔

شریف رضی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تمام خطبوں کو نہج البلاغہ کے نام سے چار جلدوں میں جمع کر دیا ہے اور ان پر اپنی رائے دیتے ہوئے صحیح لکھا ہے کہ ان خطبوں نے ہزاروں لاکھوں آدمیوں کو فصیح و بلیغ مقرر بنا دیا۔

(سیرت خلفاء راشدین ص ۳۲۰ از علامہ شاہ معین الدین ندوی)

ردِ شمس سماء برائے علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''مشکل الحدیث'' میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دو طریقوں سے حدیث کی تخریج کی ہے کہ

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی گود مبارک میں سر انور رکھے محو استراحت تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز عصر ادا نہیں کی تھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی کرم اللہ وجہہ الکریم تم نے نماز پڑھ لی؟ عرض کیا نہیں! تب آپ نے دعا کی:

''اللّٰھم ان علیا کان فی طاعتک و طاعۃ رسولک فاردد علیہ الشمس''

اے اللہ! یقیناً علی تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے تو ان پر سورج کو واپس کر دے۔

اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سورج غروب ہونے کے بعد طلوع ہوتے دیکھا اور پہاڑوں اور زمین پر ٹھہرا رہا۔

(طبرانی کما فی مناہل الصفا للسیوطی ص ۱۱۹ بحوالہ شفا قاضی عیاض اردو جلد اول ص ۳۱۸)

علماء کرام اور ماہرین فلکیات بیان کرتے ہیں کہ سورج جب غروب ہوتا ہے تو وہ بھی اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتا ہے اور ستر ہزار ملائکہ لوہے کی ستر ہزار وزنی زنجیروں سے جکڑ کر اسے سجدہ کرواتے ہوتے ہیں تو گویا آج حکم خداوندی ہوا اے سورج نماز عصر کے وقت پر لوٹ آ تیرا سجدہ قضا ہو سکتا ہے علی مرتضیٰ کا سجدہ قضا نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ستر ہزار فرشتوں اور ان آہنی زنجیروں کی طاقت سے میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی طاقت زیادہ ہے۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ محبوبان خدا تقدیریں بدل دیا کرتے ہیں دیکھئے سورج کا اپنے مدار پر چلنا اور مقررہ راستے سے گزرنا ادھر ادھر ہونا تقدیر ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ○

(سورہ یٰسین)

''اور سورج اپنے مقررہ راستوں پر چلتا ہے یہ عزیز و علیم کی تقدیر ہے۔''

میرے مالک و مختار آقا نے اپنی دعا سے اسے مقررہ راستوں سے ہٹا کر عزیز و علیم کی تقدیر کو بدل دیا۔

ایک روایت کے مطابق جب سورج عند الغروب ہوا تو ترک نماز عصر کے خوف سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی چشمان مقدسہ میں آنسوؤں کا سیلاب آ گیا وہ موتی چہرہ اقدس مصطفیٰ پر گرے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی کیوں گریہ کرتے ہو تو عرض کیا میری نماز عصر فوت ہو رہی ہے۔ نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارکہ سے سورج کو اشارہ فرمایا تو سورج پھر اسی نماز عصر کے مقام پر آ گیا۔ معلوم ہوا کہ ستر ہزار لوہے کی زنجیروں اور فرشتوں کی طاقت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک انگشت

مبارکہ کے اشارے میں طاقت زیادہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

یہ واقعہ خیبر کے راستہ میں منزل صہبا کا ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ احمد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ اس شخص کو جو علم سے واقف ہے زیبا نہیں کہ حدیث اسماء رضی اللہ عنہا کی صحت سے انکار کرے کیونکہ یہ علامات نبوت میں سے ہے۔

یونس بن بکیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''المغازی'' میں روایت کرتے ہیں کہ یہ روایت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے قافلوں کی خبر اور اونٹوں کی علامتیں بتائیں تو انہوں نے کہا وہ کب آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ چہارشنبہ کو آئیں گے۔

پس جب وہ دن آیا تو قریش کے شرفا انتظار کرنے لگے اور دن گزرنے لگا اور قافلہ نہیں آیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو ایک گھڑی دن زیادہ ہو گیا اور آپ پر سورج رکا رہا۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب جلد ۴ ص ۱۵۳ صحیح مسلم کتاب الفضائل جلد ۴ ص ۱۷۸۳)

ثابت ہوا کہ رد شمس معجزات نبوی میں سے ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج لوٹانا بھی سرکار کا معجزہ ہے جس کا انکار دلائل نبوت کا انکار ہے۔

گویا سورج سے سوال کرو کہ اے سورج تو کس کے حکم سے اپنی منزل پر واپس جا رہا تھا تو جواب آئے گا: اللہ تعالیٰ کے حکم سے

پھر پوچھو! اب کس کے حکم سے لوٹا ہے تو سورج کہے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے حکم سے اب دریافت کرو کہ تو کب واپس ہوگا تو لازمی کہے گا شیر خدا کے حکم سے
کیونکہ ان کی نماز ادا کروانے کے لئے لوٹا ہوں جب وہ نماز ادا فرما چکیں گے تو ان کے
حکم سے لوٹ جاؤں گا۔

اللہ اکبر! قدرت ہو خدا کی، دعا ہو مصطفیٰ کی، سجدہ ہو علی مرتضیٰ کا تو سورج کیسے نہ لوٹے؟

حضرت مولائے کائنات کے تقویٰ وطہارت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
انتہائی عقیدت ومحبت پر دونوں جہان قربان کہ نماز نہ چھوڑنی بھی گوارا نہ کی اور استراحت
محبوب میں خلل ڈالنا بھی برداشت نہ ہوا۔

مولا علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

معلوم یوں ہوتا ہے کہ مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کو اس خیال نے بھی
پریشان کر دیا بلکہ گریہ کرنے پر مجبور کر دیا کہ اگر آج میں نے نماز نہ پڑھی تو قیامت تک
میرے ملنگ نمازیں چھوڑ دیں گے اور میرے اس واقعہ کو بطور دلیل پیش کیا کریں گے۔

میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے ردشمس کروا کر بھی نماز ادا کی اور میرے لخت جگر
امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا کے ریگستان میں لاشوں کے انبار کے درمیان تیروں کے
سائے میں نماز ادا کی لہٰذا میرا ملنگ وہی ہوگا جو ہر قیمت پر مشکل سے مشکل حالات میں
بھی نماز ادا کرے گا۔

خرقۂ فقر...... برائے حیدر...... بوسیلۂ پیغمبر...... منجانب داور

حضرت امیر حسن سجزی اپنے پیر ومرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ
علیہ کے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ

''خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا کہ: مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں
ایک خرقہ ملا تھا اور اس خرقہ کو خرقہ فقر کہتے ہیں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ

(کرام علیہم الرضوان) کو بلایا اور ارشاد فرمایا:

''مجھے ایک خرقہ ملا ہے اور مجھے حکم ہے کہ میں یہ خرقہ ایک شخص کو عطا کروں
اور میں صحابہ کرام سے ایک سوال پوچھوں گا کہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں
اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ جو شخص یہ جواب دے اس کو خرقہ عطا کر دینا اور میں
اس جواب کو جانتا ہوں دیکھئے یہ جواب کون دیتا ہے؟''

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رخ کر کے
فرمایا ''اگر یہ خرقہ تمہیں دے دوں تو تم کیا کرو گے؟''

عرض کی: ''میں سچ کو اختیار کروں گا اور طاعت کروں گا اور داد ودہش اپناؤں گا۔''

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: اگر تمہیں یہ خرقہ دوں تو تم کیا
کرو گے؟...... بولے

''عدل کروں گا انصاف کا خیال رکھوں گا''

اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اگر میں یہ خرقہ تمہیں
دے دوں تو تم کیا کرو گے؟

عرض کی: ''میں خرچ اور بخشش کیا کروں گا''

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے دریافت فرمایا کہ اگر تمہیں یہ خرقہ دوں تو تم
کیا کرو گے؟

عرض کی: ''میں پردہ پوشی سے کام لوں گا اور خدا کے بندوں کے عیب چھپاؤں گا۔''

رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

''لو یہ خرقہ تم کو دیتا ہوں کیونکہ مجھے حکم تھا کہ جو یہ جواب دے اسی کو یہ خرقہ دینا۔''

(فوائد الفواد جلد چہارم ص ۳۸۲)

یہ ہے خرقہ فقر ودرویشی وعیب پوشی جو کہ بارگاہِ داور سے جناب حیدر کو عطا ہوا بوسیلہ
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم)

خلافت کے لئے حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی خصوصیات وامتیازات

حضرت شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

○— ام المومنین حضرت سیدۃ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے (بچوں میں) آپ ہی ایمان لائے۔

○— مردوں میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرم کعبۃ اللہ میں آپ ہی نے نماز ادا فرمائی۔

○— دعوت ذوالعشیرہ کا انتظام آپ ہی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے فرمایا۔

○— جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت تھے گویا کہ اسلام اور علی ایک ساتھ آغوش نبوت میں بڑھتے اور پلتے رہے۔

○— ہجرت کے موقع پر نبی اکرم نے اپنی امانتیں آپ ہی کے سپرد کیں اور اپنی جگہ (اپنے بستر پر) سونے کا حکم فرمایا تو آپ کے حق میں قرآن کریم کی آیت "مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ" نازل ہوئی یعنی وہ شخصیت جس نے اپنا نفس بیچ کر اللہ تعالیٰ کی مرضی خرید لی۔

○— مواخات مدینہ منورہ میں آپ ہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انت

اخی وانا اخوک فی الدنیا والاخرۃ" میں آپ کا اور آپ میرے دنیا وآخرت میں بھائی ہیں۔

○— آپ ہی کے متعلق غدیر خم کے مقام پر ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجتماع کے سامنے ارشاد فرمایا "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ الخ" جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علی مولا ہے الخ

○— تمام غزوات میں (اکثر) آپ نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہے اور سخت معرکوں میں علم (جھنڈا) آپ ہی کے ہاتھوں میں رہا۔

○— خیبر کے موقع پر آپ ہی کے لئے زبان نبوت سے ارشاد جاری ہوا کہ
"کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں وہ کرار ہے فرار نہیں ہے اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔"

○— آپ ہی کے لئے ارشاد فرمایا گیا:
"تم مجھ سے ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ علیہ السلام سے لیکن میرے بعد نبی کوئی نہیں ہے۔"

○— آپ ہی وہ شخصیت ہیں جن کے متعلق اس امت کے محدث اعظم، مراد مصطفیٰ حضرت سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے متعدد مرتبہ فرمایا:
"اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا اے اللہ مجھے اس مشکل سے بچا جس کو حل کرنے کے لئے علی موجود نہ ہوں۔"

○— آپ ہی ہیں جن کے متعلق خلیفہ راشد ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا جبکہ آپ نے چھ ارکان کی شوریٰ تشکیل دی تھی کہ
"اس چٹیل پیر والے کو مسلمان اگر اپنا ولی (خلیفہ) بنالیں تو وہ ان کو بے راہ نہیں ہونے گا۔"

(حضرت علی تاریخ وسیاست کی روشنی ص ۲۴ از ڈاکٹر طہٰ حسین مصری مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

○ — آپ ہی وہ ہمہ صفت موصوف شخصیت ہیں جن کے اوصاف وفضائل پر شیعہ وسنی دونوں گروہ متفق ہیں اور ان فضائل پر یکساں یقین رکھتے ہیں۔

انہی فضائل وخصوصیات کے پیش نظر بعض کبار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کو خلافت بلا فصل بعد از نبوت کا اہل سمجھتے تھے اور ممکن ہے آپ خود بھی ایسا گمان فرماتے ہوں لیکن یہ ایک واہمہ ہے کہ وہ ایسا گمان کرتے تھے اس لئے کہ اگر وہ اپنا حق سمجھتے تو کبھی خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو تسلیم نہ فرماتے۔

آپ کے پیش نظر یہ بھی تھا کہ کثرت اصحاب رسول کی رائے خلافت کے بارے ان کے غیر کے حق میں ہے اور آپ خود بھی یہ بات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک مکتوب میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ

"انه بايعنى القوم الذين بايعوا ابابكر وعمرو وعثمان على ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهد ان يختار ولا للغائب ان يرد وانما الشورى للمهاجرين والانصار فان اجتمعوا على رجل وسموه اماما كان ذلك الله رضى"

(نہج البلاغہ ص ۹۲۶ مطبوعہ ایران بشکریہ شرح صحیح مسلم سعیدی جلد نمبر ۶ ص ۹۰۸)

مجھ سے انہی لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے حضرات ابوبکر وعمر وعثمان (رضی اللہ عنہم) سے بیعت کی تھی لہٰذا اب حاضر کے لئے بیعت کرنے میں کوئی اختیار ہے نہ غائب کو بیعت مسترد کرنے کا حق ہے مشورہ دینے کا حق ومنصب صرف مہاجرین وانصار کا ہے اور جب وہ کسی شخص کے انتخاب پر متفق ہو جائیں اور اس کو امام قرار دے دیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا ہے۔

حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے اس ارشاد سے واضح ہو گیا کہ اولاً تو آپ

مہاجرین وانصار کی توثیق کو رضائے الٰہی سمجھتے ہوئے کبھی اپنا استحقاق تصور نہیں فرماتے تھے ثانیاً اگر ایسا کبھی تصور فرمایا بھی ہو تو آپ نے اس کو عملی جامہ نہ پہنایا تا کہ شوکت اسلام کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ نہ ہو اور وحدت اسلامیہ بصورت خلافت راشدہ قائم ودائم رہے اور ایسا کرنے کا حکم آپ کو خود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ آپ خود ہی فرماتے ہیں کہ مجھ سے عہد لیا گیا تھا کہ میں خلافت کے حصول میں جھگڑا نہ کروں اور فتنہ کو نہ بھڑکاؤں اور یہ کہ خلافت کو ملائمت سے طلب کروں اگر مل جائے تو فبہا ورنہ اس کے مطالبہ سے باز رہوں۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ جس میں موجود ہے کہ

"وانه كان معهود اليه الا ينازع فى الامر ولا يشير فتنة بل يطلبه بالرفق فان حصل له والا امسك"

(شرح نہج البلاغہ جلد نمبر ۲ ص ۲۹۵-۲۹۶)

تو جب آپ سے عہد لیا جا چکا پھر آپ خلاف عہد کیسے فرماتے؟ یہی قرائن وبراہین ہیں جن کی روشنی میں آپ نے مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فیصلہ کو رضائے الٰہی تصور فرماتے ہوئے بجان ودل بطیب خاطر بطریقہ احسن قبول فرمایا۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ خلافت منصوص من اللہ ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ بناتا ہے وہی خلیفہ ہوتا ہے دوسرا شخص جسے لوگ بنائیں خلیفہ برحق نہیں ہو سکتا۔

ہماری ان دوستوں سے گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب خلافت کے دو ہی طریقے ہیں یا تو وہ خود خلافت کا اعلان فرمائے یا اس کا رسول اعلان فرما دے کہ تم میں فلاں شخص خلیفہ ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا جس شخصیت پر اجماع ہو جائے بالخصوص مہاجرین وانصار کا وہ شخصیت خلیفہ برحق ہوگی اسی میں رضائے الٰہی ہوگی جیسا کہ حضرت شیر خدا نے ارشاد فرمایا ہے۔

اب ہمارے شیعہ دوست کسی ایک ارشاد خداوندی سے نص خلافت حضرت مولائے کائنات پیش کر دیں بشرطیکہ اس میں عبارۃ النص سے حضرت علی کی خلافت کا اعلان کیا گیا ہو۔ اشارۃ النص، دلالۃ النص یا اقتضاء النص سے اگر ثابت کرو تو بھی اسم گرامی حضرت علی کا اس میں معدوم ہوگا جس سے، ان کے غیر کی خلافت کا احتمال ہو سکتا ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ تم اسے حضرت علی کی خلافت پر نص خیال کرتے ہو اور ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص تصور کرتے ہیں فلہذا تمہارا استدلال باطل ہے۔ "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال"۔

دوسرا طریقہ کہ رسول اللہ علیہ السلام کسی کو خلیفہ مقرر فرما دیں تو ہمارے شیعہ دوست کسی ایک حدیث پاک میں ارشاد مصطفوی ہمیں دکھا دیں کہ حضور نے فرمایا ہو میرے بعد حضرت علی خلیفہ ہوں گے تو پھر آپ کی خلافت کو بلا فصل نہ ماننے والا بے ایمان ہوگا کیونکہ وہ منکر حدیث رسول ٹھہرے گا مگر ہمارے یہ مہربان کوئی ایک حدیث پاک نہیں دکھا سکتے۔ لفظ مولا یا لفظ ولی سے خلافت ثابت نہیں ہوتی جس کی بحث ہم گزشتہ اوراق میں تفصیل کے ساتھ کر چکے ہیں اگر ملاحظہ کرنا چاہیں تو کتاب ہذا کے احادیث کے باب میں حدیث شریف نمبر ۷ اور اس کی تشریح میں لفظ مولیٰ کی تحقیق میں ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ العزیز تسلی ہو جائے گی۔

باقی رہ گیا اجماع صحابہ تو وہ خلافت بلا فصل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ہو چکا جس کی تائید خود مولائے کائنات نے بھی فرما دی بلکہ بیعت فرما کے مہر تصدیق ثابت کر دی۔ دوسری بات ان دوستوں سے عرض کروں گا کہ دور جہالت ختم ہو چکا ہے جاہلانہ بڑیں بہت لگ چکی ہیں۔ میرا ایک پوری ذریت شیعہ سے سوال ہے اسے حل فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں خلیفہ منصوص من اللہ ہوتا ہے تو بتائیے جسے اللہ تعالیٰ خلیفہ مقرر فرماتا ہے کیا وہ صرف خلیفہ ہوتا ہے یا اس کے ساتھ ساتھ نبی بھی ہوتا ہے؟ امید ہے اس کے جواب میں آپ کے اشکال رفع ہو جائیں گے۔

اگر اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ خلیفہ نبی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام، داؤد علیہ السلام و دیگر انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ مقرر فرمایا تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بقول شیعہ حضرات کے اللہ نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو پھر ان کو نبی بھی تسلیم کرو (معاذ اللہ) تا کہ عالم اسلام کو پتا چلے کہ تم لوگ منکرین ختم نبوت ہو اور اگر ان کو نبی تسلیم نہیں کرتے تو یہ تسلیم کرو کہ وہ خلیفہ منصوص من اللہ نہیں ہیں۔ ان کی خلافت بھی مہاجرین وانصار صحابہ کرام کے اجتماع سے معرض وجود میں آئی جیسا کہ گزشتہ سطور میں حضرت علی کا قول پیش کیا جا چکا ہے کہ میری بیعت ان مہاجرین وانصار نے کی ہے جنہوں نے ابوبکر وعمر وعثمان کی بیعت کی تھی تو پھر اگر حضرت علی کی خلافت اجماع سے درست ثابت ہوتی ہے تو خلفاء ثلاثہ کی کیوں ثابت نہیں ہوتی؟ اس کے لیے نص قرآنی کیوں طلب کی جاتی ہے؟

حضرت مولائے کائنات نے ان تینوں خلفاء راشدین کی خلافت کو اپنی خلافت کی دلیل بنا کر خلافت صدیقی و فاروقی وعثمانی کو حق قرار دیا ورنہ آپ کی خلافت بھی برحق نہ رہے گی کیونکہ اگر مقیس علیہ باطل ہے تو اس پر قیاس کر کے جو چیز ثابت ہو وہ بھی باطل ہو گی۔ اس قدر بحث سے ثابت ہوا کہ حضرت مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلافت اسی طرح اجماعی ہے جس طرح حضرت ابوبکر صدیق، فاروق اعظم، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہے۔ یہی اہل سنت کے جمہور ائمہ کا مسلک ہے۔

جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ وہ تو ایک نام نہاد خلافت تھی جس پر صحابہ کا اجماع نہ ہوا تھا وہ کذاب خارجی اور مفتری لوگ ہیں۔ اہل سنت و جماعت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کی خلافت

جہاں تک فقیر نے مطالعہ کیا اور کتابوں کو کھنگالا ہے تو مجھ فقیر پر یہ بات روز روشن کی

طرح عیاں ہوئی ہے کہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے بعد حضرت علی کی شخصیت کے علاوہ کسی اور پر صحابہ کرام کی نگاہ انتخاب ٹھہرتی ہی نہ تھی کیونکہ ان کی مثال جامع اوصاف شخصیت اس وقت کوئی بھی موجود نہ تھی لہٰذا آپ کی خلافت حقہ پر بے مثال اجماع منعقد ہوا جیسا کہ ڈاکٹر طہٰ حسین مصری اور دیگر کثیر تاریخ نویسوں نے لکھا ہے۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں کہ

''ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو صحابہ اور دوسرے تمام مسلمان دوڑتے ہوئے حضرت علی کے پاس آئے اور وہ سب کہتے تھے کہ امیر المومنین علی ہیں حتیٰ کہ حضرت علی کے گھر گئے اور کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں''۔

حضرت علی نے فرمایا! یہ تمہارا کام نہیں ہے یہ منصب اہل بدر کا ہے جس کی خلافت پر اہل بدر راضی ہو جائیں گے خلیفہ وہی ہوگا پھر ہر شخص حضرت علی کے پاس آیا اور کہا ہم آپ سے زیادہ کسی اور شخص کو خلافت کا حق دار نہیں پاتے آپ ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کی بیعت کریں گے۔

حضرت علی نے کہا: حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کہاں ہیں کیونکہ سب سے پہلے حضرت عثمان کی بیعت حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے کی تھی۔ پھر حضرت علی مسجد نبوی میں جا کر منبر پر بیٹھے پھر سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر حضرت طلحہ نے بیعت کی اور ان کے بعد حضرت زبیر نے بیعت کی پھر باقی صحابہ نے آپ کی بیعت کی۔

(اسد الغابہ جلد نمبر ۴ ص ۳۲-۳۰ ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیاں تہران)

جب دشمنان اسلام نے دیکھا کہ ہم نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بالاتفاق مسند خلافت پر متمکن ہو چکے ہیں اور ہماری قتل عثمان کی سازش (کہ ہم وحدت اسلامی کو پارہ پارہ کرنا چاہتے تھے) کامیابی کی منزل نہیں پا سکی اور اگر

حضرت علی کی خلافت کو استحکام مل گیا تو ہماری خیر نہ ہو گی تو انہوں نے اس خلافت حقہ کے خلاف منصوبہ بندی کی اور ان کا سب سے بڑا حربہ یہ تھا کہ ہم قاتلین عثمان سے قصاص کا مطالبہ کریں گویا (چور مچائے شور کے مصداق) خود قاتلین نے قصاص کا مطالبہ کیا[1] اور امیر شام کو آلہ کار بنایا اور شامیوں نے حضرت علی کے خلاف اسی مطالبہ کا حوالہ لے کر ان کی ہم نوائی کی جس سے بعد میں (ایک مرتبہ اجماع ہونے کے بعد) حضرت علی کی خلافت کو کمزور کر دیا گیا جنگیں لڑی گئیں اور آپ کو مخدوش حالات سے دوچار رکھا گیا[1]

یہ حقیقت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص عثمان کا مطالبہ ان کے ولی الدم ہونے کی حیثیت سے درست تھا مگر ان سے وقت کا تعین درست نہ ہو سکا جس کی وجہ سے قاتلین عثمان کے اس مکروہ دھندے کو تقویت پہنچی اور پھر اگلے نامساعد حالات کا مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عہد توڑنے والوں، حق سے تجاوز کرنے والوں اور حق سے خروج کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں ان کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا ہم کس کے ساتھ ان کے خلاف لڑیں۔ آپ نے فرمایا حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ اور ان کے ساتھ عمار بن یاسر ہوں گے۔ عبداللہ بن حبیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا میں صرف اس بات پر افسوس کرتا ہوں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ (علامہ ابن الاثیر جزری اسد الغابہ جلد نمبر ۴ ص ۳۳)

معلوم ہوا کہ حضرت علی کی خلافت پر اجماع کے بعد ان دشمنان اسلام کی مذموم

[1] حالانکہ انہی لوگوں نے حضرت علی کی محبت کا بہروپ بھی دھار رکھا تھا اور ان کی خلافت کی بظاہر حمایت بھی کرتے تھے۔

چالوں کی وجہ سے تین قسم کے گروہ بن گئے۔

۱- جو قطعی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حمایتی تھے۔
(صحابہ کرام)

۲- جو قطعی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر تھے۔ (خارجی)

۳- جو قطعی طور پر غیر جانبدار تھے جیسے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ

اور تیسری قسم کے لوگ پچھتاتے رہے کہ کاش ہم بھی حضرت علی کی حمایت میں جنگ کرتے اور یہ خارجی وہی لوگ تھے جو قاتلین عثمان بھی تھے اور بظاہر قصاص کا مطالبہ کرنے والے بھی اور پہلی قسم کے وہ لوگ تھے جو اپنی بیعت پر قائم رہے اور آخر وقت تک حضرت مولائے کائنات کی حمایت کرتے رہے۔

قصاص عثمان کا مطالبہ چونکہ برحق تھا اس لئے اس میں بہت سے مسلمان خلوص نیت سے بھی شامل تھے جو دل وجان سے حضرت علی کے شیدائی بھی تھے۔ اس لئے وہ اپنی بیعت پر قائم رہتے ہوئے یہ مطالبہ کر رہے تھے جیسا کہ حضرات طلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور جب ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یاد دلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم ایک دن علی سے ناحق لڑو گے تو وہ اس شورش سے علیحدہ ہو گئے اور (اسی محبت علی کی پاداش میں) مروانیوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے آٹھ دن بعد آپ کی خلافت پر بیعت کی گئی [1] اللہ اللہ، حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کے وقت حالات انتہائی اطمینان بخش تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت بھی بڑے پرسکون حالات میں کی گئی۔ حضرت عثمان غنی کی بیعت میں بھی حالات تسلی بخش تھے اس لئے بلا خوف وخطر بیعت کی گئی مگر حضرت عثمان کی شہادت سے جو حالات پیدا ہوئے ان انتہائی کٹھن حالات میں حضرت علی کی خلافت پر اجماع کا انعقاد کتنا بڑا اسلامی کارنامہ ہے۔

[1] بعض مؤرخین کے نزدیک شہادت عثمان غنی کے تیسرے روز ۲۱ ذوالحجہ کو آپ کے خلافت پر بیعت کی گئی۔ پڑھئے ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۵۳

چونکہ خلفا ثلاثہ کی خلافت حقہ بہترین حالات میں منعقد ہوتی رہی اس لئے ان ادوار میں فتوحات بھی لاجواب وبے شمار ہوئیں مگر حضرت علی کی خلافت کا انعقاد جن حالات میں ہوا اور پھر خارجیوں نے جس طرح آپ کی مخالفت میں تحریکیں اٹھائیں ان حالات میں فتوحات کا تصور بھی ناممکن ہے مگر پھر بھی آپ کے دور میں فتوحات ہوئیں۔

علامہ معین الدین ندوی فتوح البلدان کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ

''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اندرونی شورشوں اور خانگی جھگڑوں کے دبانے سے اتنی فرصت نہ ملی کہ وہ اسلام کے فتوحات کے دائرہ کو بڑھا سکتے تاہم آپ بیرونی امور سے غافل نہ رہے چنانچہ سیستان اور قابل کی سمت میں بعض عرب خود مختار ہو گئے تھے ان کو قابو کر کے آگے قدم بڑھایا اور ۳۸ھ میں بعض مسلمانوں کو بحری راستہ سے ہندوستان پر حملہ کرنے کی اجازت دی اس وقت کوکن بمبئی کا علاقہ سندھ میں شامل تھا مسلمان رضا کار سپاہیوں نے سب سے پہلے اسی عہد میں کوکن پر حملہ کیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۴۰ھ میں پھر از سر نو چھیڑ چھاڑ شروع کی اور بسر بن ارطاۃ کو تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ حجاز روانہ کیا اس نے بغیر کسی مزاحمت اور جنگ کے مکہ ومدینہ پر قبضہ کر کے یہاں کے باشندوں سے زبردستی امیر معاویہ کے لئے بیعت لی پھر وہاں سے یمن کی طرف بڑھا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پہلے سے پوشیدہ طور پر یمن کے عامل عبید اللہ ابن عباس کو بسر بن ارطاۃ کے حملہ کی اطلاع کر دی اور یہ بھی لکھ دیا کہ جو لوگ معاویہ کی حکومت تسلیم کرنے میں لیت ولعل کرتے ہیں وہ ان کو نہایت بے دردی سے تہہ تیغ کر دیتا ہے۔

عبید اللہ ابن عباس نے اپنے آپ کو اس کے مقابلہ سے عاجز دیکھ کر عبداللہ بن

عبدالمدان کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود دربارِ خلافت سے مدد طلب کرنے کے لئے کوفہ کی راہ لی۔

بسر بن ارطاۃ نے یمن پہنچ کر نہایت بے دردی کے ساتھ عبیداللہ بن عباس کے دو صغیر السن بچوں اور شیعانِ علی کی ایک بڑی جماعت کو قتل کر دیا۔

دوسری طرف شامی سواروں نے سرحد عراق پر ترکتاز شروع کر دی اور یہاں کی محافظ سپاہ کو شکست دے کر انبار پر قبضہ کر لیا۔ حضرت علی کو بسر بن ارطاۃ کے مظالم کا حال معلوم ہوا تو آپ نے جاریہ بن قدامہ اور وہب بن مسعود کو چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لئے یمن و حجاز کی مہم پر مامور کیا اور کوفہ کی جامع مسجد میں پرجوش خطبے دے کر لوگوں کو حدود عراق سے شامی فوج نکال دینے پر ابھارا اور یہ تقریریں ایسی موثر تھیں کہ اہل کوفہ کے مردہ قلوب میں بھی فوری طور پر روح پیدا ہو گئی اور ہر طرف سے صدائے لبیک بلند ہوئی لیکن جب کوچ کا وقت آیا تو صرف تین سو آدمی رہ گئے۔

جنابِ مرتضیٰ کو اہل کوفہ کی اس بے حسی پر نہایت صدمہ ہوا۔ حجر بن عدی اور سعید بن قیس ہمدانی نے عرض کی: امیر المومنین! بغیر تشدد کے لوگ راہ پر نہ آئیں گے عام منادی کرا دیجئے کہ بلا استثناء ہر شخص کو میدان جنگ کی طرف چلنا پڑے گا اور جو اس میں تساہل یا اعراض سے کام لے گا اس کو سخت سزا دی جائے گی۔

اب صورت حال ایسی تھی کہ اس مشورہ پر عمل کرنے کے سوا چارہ نہ تھا اس لئے حضرت علی نے اس کا اعلان عام کر دیا اور معقل بن قیس کو رستیق بھیجا کہ وہاں سے جس قدر سپاہی بھی مل سکیں جمع کر کے لے آئیں لیکن یہ تیاریاں ابھی حد تکمیل کو نہیں پہنچی تھیں کہ ابن ملجم کی زہر آلود تلوار نے جام شہادت پلا دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

(سیرۃ خلفاء راشدین ص ۲۸۹ تا ص ۲۹۱ از علامہ ندوی)

علامہ ندوی کے اس حوالہ کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت حقہ کے دور کی عکاسی کی جا سکے جس سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں کہ

۱- حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کو انہوں نے ہی ایسے مسائل میں الجھا دیا کہ آپ کی خلافت کا تمام دوران گتھیوں کو سلجھانے میں گزر گیا حتیٰ کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔

۲- اگر آپ نے فتوحات کی طرف توجہ دی تو آپ کو آپس کی جنگوں اور اندرونی شورشوں کی نذر کر دیا گیا جس سے فتوحات کا دائرہ توقع کے مطابق وسعت نہ پا سکا۔

۳- ان جنگوں کی وجہ سے لوگ اس قدر اکتا گئے اور تھک چکے تھے کہ مزید فتوحات کے لئے جنگ لڑنے کو تیار نہ تھے۔

۴- آپ کے مخالفین نے ہر ممکن کوشش کی کہ آپ کی خلافت کو استحکام نہ مل سکے اور وہ اس میں کسی حد تک کامیاب بھی رہے حتیٰ کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ قاتلین عثمان سے قصاص لینے سے ہرگز گریزاں نہ تھے لیکن آپ کا موقف تھا کہ اصول کے مطابق پہلے میری خلافت کو تسلیم کرتے ہوئے میری بیعت کرو پھر میں خلیفہ وقت ہونے کی قانونی حیثیت سے عدالت قائم کروں جس میں مقدمہ پیش کرو اور قاضی اس کا قانونی فیصلہ کرے اور قاتلین سے عدالتی فیصلے کے مطابق قصاص لیا جائے جیسا کہ آپ نے خود امیر شام حضرت معاویہ کو تحریر فرمایا تھا کہ

"تم اور تمہارے زیر اثر جس قدر مسلمان ہیں سب پر میری بیعت لازم ہے کیونکہ مجھے مہاجرین و انصار نے اتفاق عام سے منصب خلافت کے لئے منتخب کیا ہے ابوبکر، عمر اور عثمان کو بھی انہی لوگوں نے منتخب کیا تھا اس لئے جو شخص اس بیعت کے بعد سرکشی اور اعراض کرے گا وہ جبراً اطاعت پر مجبور کیا جائے گا پس تم مہاجرین و انصار کا اتباع کرو یہی سب سے بہتر طریقہ ہے ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ تم نے عثمان کی شہادت کو اپنی مقصد براری کا وسیلہ بنایا ہے اگر تم کو عثمان کے قاتلوں سے انتقام لینے کا حقیقی جوش

ہے تو پہلے میری اطاعت قبول کرو اس کے بعد باضابطہ اس مقدمہ کو پیش کرو
میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس کا فیصلہ
کروں گا ورنہ جو طریقہ تم نے اختیار کیا ہے وہ محض دھوکہ اور فریب ہے۔''

(سیرت خلفاء راشدین ص ۲۷۲ از علامہ معین الدین ندوی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ ارشاد دیگر ارشادات کی طرح بالکل سو فیصد حق اور مطابق ضابطہ و قانون تھا مگر امیر شام اور ان کے شامی طرف داران کا یہ تقاضا تھا کہ پہلے قاتلین عثمان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے پھر ہم بیعت خلافت کریں گے تو کیا کوئی عقلمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ فیصلہ کرنے اور قصاص لینے کی پاور (خلافت اور خلیفہ) موجود نہ ہو (اسے تسلیم نہ کیا جائے) اور قصاص کا مطالبہ کیا جائے جب تم خلیفہ ہی تسلیم نہیں کرتے تو مطالبہ کیسا اور کس سے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان مکروہات کے باوجود بھی قاتلین عثمان سے قصاص لینے کی کوشش فرمائی لیکن ایسا واقع نہ ہوسکا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک قاصد (ابو مسلم) کے ذریعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خط روانہ کیا جس میں یہ درج تھا کہ

''اگر حضرت عثمان کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے تو ہم اور تمام اہل شام خوشی کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں کہ فضل وکمال کے لحاظ سے آپ ہی خلافت کے حقیقی مستحق ہیں۔''

دوسرے دن صبح تقریباً دس ہزار کے اجتماع کے سامنے قاصد (ابو مسلم) جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ آئے تو ان کو دیکھ کر تمام لوگوں نے ایک ساتھ بلند آواز سے کہا ''ہم سب عثمان کے قاتل ہیں'' ابو مسلم نے متعجب ہو کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے ان سب نے باہم سازش کر لی ہے۔ حضرت علی نے فرمایا! تم اس سے سمجھ سکتے ہو کہ عثمان کے قاتلوں پر میرا کہاں تک اختیار ہے۔

(طبری ص ۳۲۵۵ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۲۷۳)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین سے قصاص کا یہ مطالبہ ہی صحابہ کرام کی آپس میں جنگوں اور باہمی مناقشات کی بنیاد ٹھہری جو اگر آپ کو (حضرت علی کو) خلیفہ تسلیم کر کے اتحاد کی طاقت سے بروئے کار لایا جاتا تو نہ یہ جنگیں ہوتیں اور نہ حضرت علی کی خلافت غیر مستحکم ہوتی اور نتیجۂ فتوحات کا دائرہ بہت ہی وسیع ہوتا مگر ہوتا وہی ہے جو قدرت کی مشیت میں ہو اور قادر و قیوم اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو منظور ہو۔

حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی شہادت

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہرہ میں ہی حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کی شہادت بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

''اس یگانہ شہید پر میرا باپ قربان ہو'' (شرف النبی ص)

پھر ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ آپ کی شہادت آپ کے سر پر تلوار کے وار سے ہوگی جس سے آپ کی جبین انور زخمی اور ریش مبارک سرخ ہو جائے گی اور آپ کا قاتل کلمہ گو ہوگا چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ ایک مرتبہ خود حضرت مولائے کائنات نے اپنے قاتل کو فرمایا کہ میرے آقا علیہ السلام کے فرمان کے مطابق تو میرا قاتل ہے۔ اس نے اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس فعل شنیع کے وقوع سے قبل ہی قتل کروا دیں۔ فرمایا قصاص اس وقت تک نہیں جب تک بالفعل قتل واقع نہ ہو۔

معروف مؤرخ علامہ طبری لکھتے ہیں کہ

''واقعہ نہروان کے بعد حج کے موقع پر چند خارجیوں نے مجتمع ہو کر مسائل حاضرہ پر گفتگو شروع کر دی اور بحث و مباحثہ کے بعد بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ جب تک تین آدمی علی، معاویہ اور عمرو بن العاص (رضوان اللہ علیہم) صفحہ ہستی پر موجود ہیں دنیائے

اسلام کو خانہ جنگی سے نجات نصیب نہیں ہو سکتی چنانچہ تین آدمی ان تینوں کے قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی نے کہا میں (حضرت) علی (کرم اللہ وجہہ) کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں اسی طرح نزال نے (حضرت) معاویہ اور عبداللہ نے (حضرت) عمرو ابن العاص (رضی اللہ عنہما) کے قتل کا بیڑہ اٹھایا اور تینوں اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔

کوفہ پہنچ کر ابن ملجم کے ارادہ کو قطام نامی ایک خوبصورت خارجی عورت نے اور زیادہ مستحکم کر دیا اس نے مہم میں کامیاب ہونے کے بعد اس سے شادی کا وعدہ کیا اور جناب مرتضیٰ کے خون کا مہر قرار دیا۔ غرض رمضان ۴۰ ہجری میں تینوں نے ایک ہی روز صبح کے وقت تینوں بزرگوں پر حملہ کیا۔ امیر معاویہ اور عمرو بن العاص اتفاقی طور پر بچ گئے۔ امیر معاویہ پر وار اوچھا پڑا عمرو ابن العاص اس دن خود امامت کے لئے نہیں آئے تھے ایک اور شخص ان کا قائم مقام ہوا تھا وہ عمرو بن العاص کے دھوکہ میں مارا گیا۔ جناب مرتضیٰ کا پیمانہ حیات لبریز ہو چکا تھا آپ مسجد میں تشریف لائے اور ابن ملجم کو جو مسجد میں سو رہا تھا جگایا جب آپ نے نماز شروع کی اور سر سجدہ میں دل راز و نیاز الٰہی میں مشغول تھا کہ اس حالت میں شقی ابن ملجم نے تلوار کا نہایت کاری وار کیا سر پر زخم آیا اور ابن ملجم کو لوگوں نے گرفتار کر لیا۔

(تاریخ طبری ص ۲۳۵۷، ۲۳۵۸ بحوالہ سیرت خلفاء راشدین ص ۲۹۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اتنے سخت زخمی ہوئے تھے کہ زندگی کی کوئی امید نہ تھی اس لئے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا کر نہایت مفید نصائح کئے اور محمد بن الحنفیہ کے ساتھ لطف و مدارات کی تاکید کی۔

جندب بن عبداللہ نے عرض کی! امیر المومنین ہم لوگ آپ کے بعد حضرت امام حسن کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ فرمایا: اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہنا چاہتا تم لوگ خود

اس کو طے کرو۔[1]

اس کے بعد مختلف وصیتیں فرمائیں قاتل کے متعلق فرمایا کہ معمولی طور پر قصاص لینا۔ (طبری ص ۲۴۶۱)

اسی حالت میں حضرت مولائے کائنات نے فرمایا میرے قاتل کو شربت پلایا جائے۔ حسب الحکم قاتل کو شربت پیش کیا گیا تو اس نے پینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا!

"مجھے پروردگار کی قسم ہے اگر آج یہ شربت پی لیتا تو بروز قیامت میں اسے جنت میں اپنے ساتھ لے جاتا۔"

وقت وداع علی نے قاتل کو بھیجا شربت
ایسا قسیم کوثر ابر کرم نہ ہو گا

فرمایا:

"اگر میں زندہ رہا تو خود قصاص لوں گا اور اگر شہید ہو گیا تو اس کو ایک ہی ضرب ماری جائے جیسا کہ اس نے ماری ہے۔"

اکیس رمضان المبارک تک بقید حیات ظاہری موجود رہے تلوار زہر میں بجھی ہوئی تھی اس لئے نہایت تیزی کے ساتھ اس کا اثر تمام جسم مبارک میں سرایت کر گیا اور ۲۰ رمضان المبارک جمعہ کا یوم مبارک گزار کر ۲۱ رمضان کی شب یہ فیض کمال اور رشد و ہدایت کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

۱ معلوم ہوا کہ شیعہ کا یہ قول کہ خلیفہ یا امام کے بعد اس کا بیٹا خلیفہ یا امام ہونا ضروری ہے باطل ہے اور یہ کہنا کہ خلیفہ منصوص من اللہ ہوتا ہے مردود ہے ورنہ حضرت علی اپنا خلیفہ اپنے بیٹے کو خود مقرر فرماتے اور لوگوں پر اس کا انتخاب نہ چھوڑتے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کا حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ منتخب کرنا بالکل درست تھا۔ (رضی اللہ عنہم)

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اپنے ہاتھ سے تجہیز و تکفین کی نماز جنازہ میں چار تکبیروں کی بجائے پانچ تکبیریں کہیں اور عزی نام کوفہ کے ایک قبرستان میں سپرد خاک کیا۔ (سیرت خلفاء راشدین ص ۲۹۱-۲۹۲ از علامہ شاہ معین الدین ندوی)

ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری لکھتے ہیں کہ جب حضرت علی اپنی قوم کی منفی ریشہ دوانیوں سے تنگ آجاتے تو دعا کرتے:

''خدایا! ان سے اچھی مجھے رعایا اور مجھ سے برا ان کو خلیفہ دے''۔

پھر اس بد بخت کے لئے عجلت فرماتے جس کے بارے آپ کو القا کیا گیا تھا کہ وہ آپ کا قاتل ہے اور جس کے لئے آپ اکثر فرمایا کرتے۔

''کم بخت کیوں دیر لگا رکھی ہے بد بخت کو کس نے روک رکھا ہے۔''

پھر اپنے قتل کے انتظار میں بار بار یہ شعر دہراتے۔

اشدد حیازیمك للموت
فان الموت لاقیك

موت کے استقبال کی تیاری کرلو وہ تم تک پہنچنے والی ہے

ولا تجزع من الموت
اذا حل بواديك

موت سے نہ گھبراؤ جب اس نے تمہارے صحن میں قدم رکھ دیا ہے

پھر وضو کے درمیان بسا اوقات اپنی داڑھی اور پیشانی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ ''اس سے یہ رنگین ہوگی۔''

(حضرت علی تاریخ اور سیاست کی روشنی میں از ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری ص ۱۸۳)

مؤرخین روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل نے جب وار کیا تو وہ کہہ رہا تھا ''الحکم للہ ولا لك یا علی''[1] اور خود حضرت علی الصلوۃ یا عباد اللہ

[1] فیصلہ کرنا اللہ کا حق ہے اے علی! تمہارا حق نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ابن ملجم پکا خارجی تھا کیونکہ خارجی اسی عقیدہ کی بنا پر علیحدہ ہوئے تھے۔

الصلوۃ فرما رہے تھے۔[1] (حضرت علی تاریخ اور سیاست کی روشنی میں ص ۱۸۷)

اسی طرح مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت علی نے اپنے گرد و پیش والوں کو کہا۔

''ابن ملجم کو اچھا کھانا کھلانا اور عزت کے ساتھ رکھنا اگر میں اچھا ہوگیا تو اس معاملے پر غور کروں گا۔

معاف کر دوں گا یا قصاص لوں گا اور اگر جانبر نہ ہوسکا تو اس کو بھی مار ڈالنا اور کوئی زیادتی نہ کرنا اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

مؤرخین کا یہ بھی بیان ہے کہ شہادت سے قبل حضرت علی کی زبان سے آخری کلام جو سنا گیا وہ ارشاد خداوندی تھا۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

جو شخص دنیا میں ذرہ برابر نیکی کرے گا وہاں اس کو دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا اس کو دیکھ لے گا۔ (حضرت علی تاریخ و سیاست کی روشنی میں ص ۱۸۷)

ابن ملجم کا انجام بد:

ابن ملجم کے متعلق حضرت مولائے کائنات کی وصیت پر عمل نہ کیا گیا حضرت علی نے حکم دیا تھا کہ اس کو بھی مار ڈالنا اور کسی قسم کی زیادتی نہ کرنا لیکن وارثوں نے اس کو بری طرح کاٹا اور آگ میں جلا دیا۔ (حضرت علی تاریخ و سیاست کی روشنی میں ص ۱۸۸)

حضرت علی کا مدفن:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قبر شریف کے بارے راویوں میں کثیر اختلاف پایا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ ان کی قبر کوفہ کے ایک مقام ''رحبہ'' میں ہے اور اس کو چھپا دیا گیا ہے تاکہ خارجی اس کی بے حرمتی نہ کریں۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی نعش مبارک مدینہ منورہ لے گئے اور حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پہلو میں دفن کر دیا۔

[1] اے لوگو! نماز کا وقت ہے نماز ادا کرو۔

مخالفین شیعہ میں سے غلو کرنے والوں کا بیان ہے کہ آپ کی لاش ایک تابوت میں رکھ کر اونٹ پر حجاز لے جا رہے تھے لیکن راہ میں اونٹ گم ہو گیا چند دیہاتیوں کو اونٹ ملا تو انہوں نے سمجھا کہ تابوت میں کچھ مال و دولت ہے پھر جب انہوں نے دیکھا کہ اس میں ایک مقتول کی لاش ہے تو اس کو جنگل میں ایک نامعلوم جگہ دفن کر دیا۔

(حضرت علی تاریخ وسیاست کی روشنی میں ص ۱۸۸)

ام المومنین عائشہ کی تعزیت:

ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب آپ کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے یہ شعر کہا۔

والقت عصاها واستقرت بها النوی
کما قرعینا بالایاب المسافر

اس نے اپنی لاٹھی ٹیک دی اور جدائی کو قرار مل گیا جس طرح مسافر کی آنکھیں واپسی سے ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔

(حضرت علی تاریخ وسیاست کی روشنی میں ص ۱۸۸)

امام اجل حافظ الحدیث زائر رسول اللہ حضرت امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"۱۷ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی الصبح بیدار ہو کر اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ رات میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی ہے کہ آپ کی امت نے میرے ساتھ کج روی اختیار کی ہے اور اس نے سخت نزاع پیدا کر دیا ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں مجھ سے فرمایا کہ تم اللہ سے دعا کرو چنانچہ میں نے بارگاہ رب العزت میں اس طرح دعا کی کہ

"الٰہی! مجھے تو ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے اور میرے بجائے ان

لوگوں کا ایسے شخص سے واسطہ ڈال جو مجھ سے بدتر ہو۔" [۱]

ابھی آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ اتنے میں ابن نباح نے (مؤذن نے) آ کر آواز دی "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھانے کے لئے گھر سے چلے راستے میں آپ لوگوں کو آواز دے دے کر نماز کے لئے جگاتے جاتے تھے کہ اتنے میں ابن ملجم سے سامنا ہوا اس نے آپ پر اچانک تلوار کا ایک بھرپور وار کیا وار اتنا شدید تھا کہ آپ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ پر جا کر ٹھہری۔ اتنی دیر میں چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور قاتل کو پکڑ لیا۔ یہ زخم بہت کاری تھا پھر بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ و ہفتہ تک بقید حیات رہے مگر اتوار کی شب میں آپ کی روح

---

[۱] تمام مؤرخین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت اسی طرح بیان کی ہے سوائے ایک آدھ بات کی کمی یا زیادتی کے۔

امام ابن حجر مکی نے اس واقعہ میں صرف یہ زیادہ تحریر کیا ہے کہ جب آپ کو خواب میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوئی اور آپ نے یہ تمام خواب شہزادہ امام حسن سے ذکر کیا تو

واقبل علیه الاوز یصحن فی وجهه فطر دوهن فقال دعوهن فانهن نوائح فدخل علیه المؤذن فقال الصلوٰۃ (الصواعق المحرقہ ص ۱۳۴ عربی مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

پھر آپ کی طرف بطخیں چلاتی ہوئی آئیں تو لوگوں نے انہیں دھتکارا۔ آپ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو یہ تو نوحہ کرنے والی ہیں۔

اسی طرح جنازے میں پانچ تکبیروں کی بجائے امام ابن حجر علیہ الرحمت نے سات تکبیریں لکھی ہیں فرماتے ہیں۔

وغسله الحسن والحسین وعبد الله بن جعفر ومحمد بن الحنفیة یصب الماء وکفن فی ثلاثة اثواب لیس فیها قمیص وصلی علیه الحسن وکبر علیه سبعا

(الصواعق المحرقہ ص ۱۳۴ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

آپ کو حضرت امام حسن و امام حسین اور عبداللہ بن جعفر نے غسل دیا اور حضرت محمد بن الحنفیہ پانی ڈالتے جاتے تھے آپ کو قمیص کے بغیر تین کپڑوں کا کفن پہنایا گیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں۔

بارگاہ قدس میں پرواز کرگئی۔ حضرت حسن حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دار الامارت کوفہ میں رات کے وقت آپ کو دفن کر دیا۔ ابن ملجم کہ جسے گرفتار کیا جا چکا تھا کے جسم کے ٹکڑے کر کے ایک ٹوکرے میں رکھ کر آگ لگا دی، وروہ جل کر خاکستر ہو گیا۔

مزید فرماتے ہیں کہ

''سدی کا بیان ہے کہ ابن ملجم ایک خارجیہ عورت پر عاشق ہو گیا تھا اس کا نام قطام تھا اس نے اپنا مہر تین ہزار درہم اور حضرت علی کا قتل رکھا تھا۔ شاعر فرزدق تمیمی نے ان اشعار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فلم ارى مهرا ساقدزو سماحة
كمهر قطام من فصيح واعجم

ایسا مہر کسی جوانمرد نے نہیں سنا ہوگا
جیسا کہ قطام کا...... کہ عجیب تھا

ثلثة الاف وعبد وقينه
و ضرب على بالحسام المصمم

تین ہزار درہم ایک غلام اور
شمشیر براں سے حضرت علی کا قتل

فلا فهوا على من على وان غلا
ولا قتل الاقتل ابن ملجم

حضرت علی کی شہادت سے گراں قدر مہر
اور کون سا مہر ہو سکتا ہے اور نہ ابن ملجم کے قتل سے بڑھ کر قتل ہو سکتا ہے

مزید فرماتے ہیں کہ

''ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی قبر شریف کو اس لئے

ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ کہیں بدبخت خارجی اس کی بھی بے حرمتی نہ کریں۔ شریک کہتے ہیں کہ آپ کے فرزند امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے جسد مبارک کو دار الامارت کوفہ سے مدینہ منورہ منتقل کر دیا تھا۔ مبرد نے محمد بن حبیب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل ہونے والی پہلی لاش حضرت علی کی تھی۔ ابن عساکر سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید ہو گئے تو آپ کے جسد مبارک کو مدینہ منورہ لے جانے لگے تاکہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے اقدس میں دفن کریں نعش ایک اونٹ پر رکھی ہوئی تھی رات کا وقت تھا کہ وہ اونٹ راستہ میں کسی طرف کو بھاگ گیا اور اس کا پتا نہیں چلا اسی واسطے اہل عراق کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں تشریف فرما ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تلاش و جستجو کے بعد وہ اونٹ سرزمین بنوطے میں مل گیا اور آپ کی نعش کو اسی سرزمین میں دفن کر دیا گیا۔''

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ٢٦٢-٢٦٣ مطبوعہ کراچی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر مبارک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر میں اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں شہادت کے وقت (١٧ رمضان المبارک ٤٠ ہجری) آپ کی عمر ٦٣ سال تھی بعض چونسٹھ سال بتاتے ہیں کچھ پینسٹھ سال اور کچھ ستاون سال اور بعض اٹھاون سال کہتے ہیں۔ جب آپ کی شہادت واقع ہوئی تو اس وقت آپ کی باندیوں کی تعداد انیس تھی۔

(تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ شمس بریلوی ص ٢٦٤)

حضرت مولائے کائنات کو اپنی شہادت کا وقت معلوم تھا

(کرم اللہ وجہہ الکریم)

آپ کی شہادت کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو معلوم تھا میری شہادت کس وقت واقع ہوگی۔ اسی لئے آپ نے اپنے معمولات یکسر بدل دیئے تھے۔ امام ابن

حجر مکی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ

"جس رمضان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید ہوئے اس میں آپ ایک رات حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس، ایک رات حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اور ایک رات حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس روزہ افطار کرتے اور تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے اور فرماتے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے خالی پیٹ ملوں۔"

(الصواعق المحرقہ ۱)

جس رات کی صبح آپ شہید ہوئے اس رات اکثر باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھتے اور کہتے: "خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی میں جھٹلایا گیا ہوں یہی وہ رات ہے جس کا مجھے وعدہ دیا گیا ہے۔" ۲

---

۱ ۲ وکان علی فی شهر رمضان الذی قتل فیه یفطر لیلة عند الحسن ولیلة عند الحسین ولیلة عند عبدالله بن جعفر ولا یزید علی ثلاث لقم ویقول احب ان الق الله وانا خمیص فلما کانت اللیلة التی قتل فی صبحتها اکثر الخروج والنظر الی السماء وجعل یقول والله ما کذبت ولا کذبت وانها اللیة التی وعدت

(الصواعق المحرقہ ص ۱۳۴ عربی از امام ابن حجر مکی مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

ان روایات سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا علم ما فی غد اور علم بای ارض تموت ثابت ہوا حضرت علی کا یہ مقام ہے:

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی مقام کیا ہوگا

یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا

حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کی ازواج و اولاد

حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی مندرجہ ذیل ازواج میں سے یہ اولاد پاک تولد ہوئی:

۱- حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ کی پہلی زوجہ تھیں جن کے بطن اقدس سے سیدنا امام حسن، امام حسین، حضرت محسن رضوان اللہ علیہم اور لڑکیوں سے حضرت زینب کبریٰ اور سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئیں۔ حضرت محسن نے بچپن میں ہی وفات پائی۔

۲- حضرت ام البنین بنت حزام رضی اللہ عنہا:

ان سے حضرت عباس، جعفر اور عبداللہ و عثمان رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ ان میں سے عباس کے علاوہ سب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ (علامہ ندوی نے ایسے ہی لکھا ہے مگر اکثر مؤرخین کے نزدیک حضرت عباس رضی اللہ عنہ کربلا میں حسینی فوج کے علمدار تھے اور کربلا میں شہید ہوئے)

۳- حضرت لیلیٰ بنت مسعود رضی اللہ عنہا:

انہوں نے عبید اللہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہما کو یادگار چھوڑا لیکن ایک روایت کے مطابق یہ دونوں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔

۴-حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں بعد انتقال حضرت ابوبکر ان کا نکاح حضرت مولائے کائنات سے ہوا۔ان سے یحییٰ اور محمد اصغر پیدا ہوئے۔

۵-صہبا: یا ام حبیب بنت ربیعہ رضی اللہ عنہا:

یہ ام ولد تھیں ان سے عمر اور رقیہ پیدا ہوئے۔عمر نے طویل عمر پائی اور تقریباً پچاس برس کے سن میں سینوع میں وفات پائی۔(رضی اللہ عنہم)

۶-امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا:

یہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی حضرت سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بھانجی تھیں جن سے حضرت سیّدہ کی وصیت کے مطابق ان کے وصال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نکاح فرمایا۔نبی اکرم کی اس نواسی سے حضرت علی کے فرزند محمد اوسط تولد ہوئے۔

۷-خولہ بنت جعفر رضی اللہ عنہا:

محمد بن علی رضی اللہ عنہ جو محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔(بعض جہلاء نے ان کو جنّنی کے بطن سے لکھا ہے یہ بالکل جھوٹ ہے)

۸-ام سعید بنت عروہ رضی اللہ عنہا:

ان سے ام الحسن اور رملہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

۹-محیاۃ بنت امراء القیس رضی اللہ عنہا:

ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی مگر بچپن ہی میں انتقال کر گئیں۔متذکرہ بالا بیویوں کے علاوہ متعدد لونڈیاں بھی تھیں ان سے حسب ذیل بیٹے اور بیٹیاں تولد ہوئیں۔ام ہانی، میمونہ، زینب صغریٰ، رملہ صغریٰ، ام کلثوم صغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام سلمہ،

ام جعفر، جمانہ، نفیسہ رضی اللہ عنہن

غرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سترہ یا اٹھارہ شہزادیاں اور چودہ شہزادے تھے ان میں پانچ سے سلسلہ نسل جاری ہوا۔ان کے اسماء یہ ہیں:

امام حسن، امام حسین، محمد بن الحنفیہ، عباس و عمر رضی اللہ عنہم

(سیرت خلفاء راشدین از علامہ شاہ معین الدین ندوی ص ۳۳۹-۳۴۰ مطبوعہ لاہور)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ:

بہت ہی اختصار کے ساتھ حضرت مولائے کائنات شیر خدا تاجدار ہل اتی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مناقب کا یہ حسین وجمیل مرقع اور خوبصورت گل دستہ اپنے اختتام کو پہنچا۔قارئین سے بہت شدت سے التماس دعا ہے کہ فقیر کی صحت اور خاتمہ بالایمان کے لئے ضرور دعا فرماتے رہیں اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس صحیفہ نور کو اپنی بارگاہ لم یزل میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور دیگر کتب کی طرح اسے بھی قبول عامہ عطا فرمائے اور فقیر کے لئے ذریعہ نجات بنائے اور اس کے وسیلہ سے والد محترم امام خطابت حضرت علامہ پیر ابوالمقبول مولانا غلام رسول المعروف سمندری والے رحمۃ اللہ علیہ کے درجات مزید بلند فرمائے اور میری تمام نسل کو عاشق اہل بیت بنائے۔

آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

محتاج دعاء:

گدائے کوچہ مولا مرتضیٰ فقیر محمد مقبول احمد سرور نقشبندی مجددی قادری رضوی
خادم آستانہ عالیہ حضرت امام خطابت رحمۃ اللہ علیہ سمندری والے فیصل آباد
موبائل نمبر: 0300-6664824

☆ ☆ ☆ ☆